ہوالناصر

اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃ

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

میخانۂ درد

جسمیں حضرت خواجہ میر درد دہلوی قدس سرہ العزیز اور آپ کے حسب نسب اور آل اولاد اور آپکے سجادہ نشینوں اور شاگردوں اور آپ کے مشائخ کے حالات اور آپکے ظاہری و باطنی کمالات، جناب فضیلت مآب مولانا حکیم خواجہ سیّد ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی مدظلہ العالی نے مرقوم فرمائے ہیں +

مجھ ناچیز
حکیم سیّد ناصر خلیق فگار نے جناب فی کی احمد خانصاحب
کے اہتمام سے
جید برقی پریس میں چھپوا کر شائع کیا
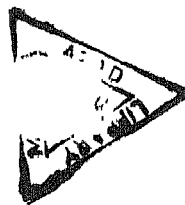
دیباچہ

(ھو الناصر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ اولاً و آخراً و باطناً و ظاہراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمداً کان لنا فی الدین معیناً و ناصراً و علی آلہ و اصحابہ الذین وجدوا اللہ حاضراً و ناظراً اما بعد فقیر حقیر ناصر نذیر فراق[1] ساکن شہر دہلی کوچہ چیلان بارہ دری خواجہ میر درد۔ دست بستہ عرض گذار ہے کہ الفقر فخری کے منبع سے دو دریا پیدا ہوے اونمین سے ایک کا نام نامی مظہر العجائب و الغرائب امام المشارق والمغارب علی ابن ابی طالب ہے اسنے اپنی کرامت و فیضان سے قادریہ چشتیہ طریقہ کی صورت مین ایک عالم کو سیراب کر دیا دوسرے بحر بیکران کا لقب ثانی اثنین

[1] مؤلف کتاب ہذا اب حساب لگاتا ہے تو اوسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ناچیز چار برس کی عمر میں سمجھدار ہو گیا تھا۔ اوسی وقت سے میرے کانون مین یہ آوازین پڑنے لگین کہ تم منصب دار کے پوتے اور خواجہ میر درد صاحب کے نواسہ ہو مین دیکھتا تھا کہ میری والدہ ماجدہ مجھے گود مین لئے بیٹھی ہیں اور میرے سامنے میرے دادا جان اور میرے والد بزرگوار تشریف رکھتے ہین میرے دادا جان نے شاہ عبد العزیز صاحب اور اونکے سب بھائیون کو اور مولوی محمد اسمعیل صاحب اور ثانی شاہ محمد نصیر صاحب خواجہ میر درد صاحب کے فرزند دلبند اور تیرہوین صدی کے جملہ ارباب کمال کو جو دہلی میں تشریف فرما تھے بخوبی دیکھا حضرت شاہ غلام علی صاحب میرزا جانجانان صاحب کے جانشین سے بیعت کر کے سلوک نقشبندیہ کو

اذ ہمانی الغار حضرت ابو بکر صدیق نامدار ہے اس سلسلہ کے برکات کو نقشبندیہ کہتے ہین جو حضرت
سید بہاؤ الدین نقشبند رح کے پرتوے شہود نے عرب و عجم کو تسخیر کیا۔ گیارہوین صدی
مین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز نے اس
صدیقی نسبت کو ایسا نکھارا کہ مجددیہ نقشبندیہ طریقہ آفتاب بنکے جگمگانے لگا۔ پھر بارہوین
صدی مین حضرت خواجہ سید بہاؤ الدین نقشبند ہی کے صلبی فرزند ارجمند خواجہ محمد ناصر
دہلوی متخلص بہ عندلیب پر بے واسطہ جناب رسالت مآب کا ابر رحمت برسا اور حضرت
عندلیب کو جناب امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح اقدس نے نسبت محمدیہ خالصہ
کی اویسیت کے ساتھ تعلیم دی اور خواجہ محمد ناصر صاحب عندلیب تخلص کے تازہ مشرب
محمدیہ خالصہ نے جو دنیا میں بہبودی پھیلائی اسکے لئے دفتر درکار ہیں اسکا نمونہ حضور
کی یادگار ایک عظیم الشان کتاب نالہ عندلیب ہے کتاب کیا انہوں کے در عجائب
اوصاف اور علوم فنون اور فقر و توحید کا ایک سمندر ہے جسکے ہر قطرے مین
لاکھ جلوے اور ہر جلوے مین لاکھ انوار معرفت ہیں جب یہ کتاب مرتب ہوئی تو
دست بدست بادشاہ دہلی اور علما و مشایخ ہند تک پہنچی اور سب نے دیکھکر یہی فرمایا
کہ حضرت عندلیب بیشک سید السادات ہین اور یہ خاص عنایت الٰہی ہے جو آپ کو

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ (۱) اچھی طرح حاصل فرمایا مگر کسی کو مرید نہیں کیا اور اپنے تئین دنیا دارون کے لباس میں چھپائے
رکھا۔ میرے والد ماجد نے حضرت ابو ظفر بہادر شاہ خاتم السلاطین مغلیہ اور اونکا دربار دیکھا اور شاہ محمد نصیر صاحب
موصوف اور مولوی ناصر جان صاحب اونکے صاحبزادہ اور اونکے خویش مولوی سید امام الدین صاحب ناصری کو
جو مولوی ناصر جان صاحب کے خلیفہ اور جانشین تھے اور میرے والد ماجد کے سسر تھے اور شاہ محمد اسحاق صاحب
شاہ عبد العزیز صاحب کے نواسہ اور خواجہ میر درد صاحب کے پوتی بی امانی بیگم صاحب کو جو آپکی نہیا ساس تھین اور اونکی
صاحبزادی بی عمدہ بیگم صاحبہ کو جو مولوی ناصر جان صاحب کی دختر نیک اختر تھین اونکو اچھی طرح دیکھا اور غدر ۱۸۵۷
تک برابر اونکی صحبت کے فیضان حاصل کئے بی عمدہ بیگم صاحبہ علوم عربیہ معقول و منقول مین اپنے والد ماجد مولوی ناصر جان

عطا کی گئی ہے چنانچہ عرصہ دراز گزرا کہ اس مجموعہ نایاب کو نواب شاہجہان بیگم نور اللہ مرقدہا
رئیسہ بھوپال نے زرکثیر صرف کر کے طبع کرا دیا حضرت عندلیب سے زیادہ آپ کے نور العین
رئیس الکونین حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ پر تجلیات محمدیہ خالصہ کے انوار برسے
پندرہ برس کی عمر مین آپنے ایک رسالہ اسرار الصلوۃ نماز کی فلاسفی میں لکھا جب اوس
چار ورق کے رسالہ کو حضرت فخر جہان فخر زمان مولانا فخر الدین چشتی نظامی دہلوی اور
حضرت فضیلت مآب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ملاحظہ فرمایا تو
دونوں صاحبون نے کہا ذالك فضل الله يؤتي من يشاء یہ وہبی دولت ہے
حضرت درد پر الہام اور واردات غیبیہ برسنے لگین طبیعت موزون تھی اس مین سے
کچھ کچھ اسرار اشعار کے سانچہ مین موتی بنکر ڈہلنے لگے اور آپ کے پرجوش کلام کو سنکر
لوگون نے کہا کہ خواجہ میر درد صاحب اردو زبان کے موجد ہین اور تذکرہ نویسون نے
اور مورخون نے آپ کا ذکر شاعری کے کمالات کے سات ختم کر دیا۔ انھیں حضرت کے
باطنی کمالات کا بہت کم پتہ لگا کیونکہ ؎

شیخ و طوبیٰ و ما و قامت یار فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اس عرصہ میں آپ کا ایک دیوان اردو ایک فارسی مریدین و معتقدین نے جمع کر لیا اور

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ (۱) صاحب کی شاگرد تھیں اور مولوی ناصر جان صاحب نے علاوہ اپنے والد بزرگوار شاہ محمد نصیر صاحب
محمدی کے مولانا فضل حق صاحب سے اور نواب فرید الدین احمد خان صاحب بہادر سے منطق اور ریاضی کو حاصل کیا تھا۔ امانی
بیگم صاحبہ نے اپنے دادا خواجہ میر درد صاحب کو دیکھا تھا اور اون سے بیعت حاصل کر کے سلوک نقشبندیہ کو اپنے والد بزرگوار
حضرت سید صاحب میر عرف ضیاء الناصر متخلص بہ آلم سے حاصل کیا تھا اور اپنے سسر سے خواجہ شاہ محمد نصیر صاحب سے جو
خواجہ میر درد صاحب کے نواسہ تھے خاندانی کمالات جو سینہ بسینہ چلے آتے تھے سیکھے تھے اور اونکی صاحبزادی بی عمدہ بیگم صاحبہ نے
سلوک محمدیہ کو اپنے دادا شاہ محمد نصیر صاحب سے اور اپنے والد ماجد مولوی ناصر جان صاحب سے بخوبی سیکھا تھا میری والدہ ماجدہ
نے تمام خاندانی مقاصد و مدارج و اوراد و اشغال و وظائف اپنی والدہ ماجدہ اپنی نانی صاحبہ اور حضرت شاہ محمد نصیر صاحب

آپ نے الہام غیبی کے بموجب واردات قلبیہ کو رباعیات مین نظم فرمایا پھر ارشاد ہوا آن مین سے ایک سو گیارہ انتخاب کرکے ان کی شرح لکھو اور واردات درد اسکا نام رکھو چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا کچھ دن بعد پھر ارشاد ہوا کہ اس کتاب کی شرح کرو چنانچہ آپ نے پھر قلم اٹھایا اور شرح کو انجام دیا اور علم غیب سے اسکا نام علم الکتاب تجویز ہوا۔ علم الکتاب ایک عرفان الہی کا جہان ہے اور اس کی ترکیب و ترتیب محی الدین عربی اور امام غزالی قدس سرہ کی تصنیف سے ٹکر کھاتی ہے اور اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باروین صدی کے لئے جو آمانات اور کرامات مخصوص ہین وہ اسی میں آئی ہیں۔ علم الکتاب چھ سو صفحہ کی کتاب ہے جسے نواب نور الحسن خانصاحب بن نواب صدیق حسن خانصاحب نے مطبع انصاری دہلی میں چھپوا دیا ہے حضرت مولانا جامی نے گویا اسی کتاب اور اسکے مصنّف کی نسبت فرمایا ہے۔

من چہ گویم وصف آن عالی جناب　　　نیست پیغمبر ولے دارد کتاب

پھر حضرت درد نے بہ الہام الہی چار رسالہ اور تحریر فرمائے جنکے نام آہ سرد۔ نالۂ درد۔

بقیہ حاشیہ) جو خواجہ میر درد صاحب کے نواسے تھے اپنے نانا مولوی ناصر جان صاحب سے مع ظاہری علوم مروجہ کے حاصل فرمائے تھے اس تفصیل سے ناظرین بخوبی سمجھ جائینگے کہ میرے والد ماجد اور میری والدہ ماجدہ حضرت خواجہ میر درد صاحب سے کیا تعلق اور وابستگی رکھتے تھے اور انکو اس خاندان والاشان کے حالات کسقدر معلوم ہونگے فقیر فراق نے اپنی ماں کی گود میں پرورش پائی ایسے جد بزرگوار کو اپنا سرپرست پایا ایسے ذی علم ذی ہنر پدر عالی تبار کے سایہ میں اپنے تئین پلایا گھر میں میرے ہم عمر میرے چچا زاد بھائی اور بھی تھے اور ان کے علاوہ پھوپی زاد بھی کئی بھائی ہم سن ایک ہی مکان مین رہا کرتے تھے مگر دادا جان کا کرم اور خاص التفات میری طرف سب سے زیادہ تھا دادا صاحب کی صحبت مجھے بہت کم میسر ہوئی کیونکہ آپ کا جلد تر انتقال ہو گیا مگر مینے اپنے والدین ماجدین کی صحبت چوالیس سال وٹھائی اور ان دونون حضرات نے مجھے اون کمالات ظاہری و باطنی سے جو ورثتاً خواجہ میر درد صاحب سے اونھیں پہونچے تھے مالا مال کر دیا اسی باعث سے خواجہ میر درد صاحب کے حالات زندگی جو مجھے معلوم ہین اون مین کسی دوسرے کا حصہ نہین ہے میرے سینہ مین جو کچھ

دردِ دل۔ شمع محفل ہیں۔ یہ چارون کتابین کیا ہیں اسرار قدرت اور معرفت و سلوک کے عجائب خانے ہین۔ ان کتابون کے علاوہ خواجہ میر درد صاحب کی اور بیاضین اور کتابیں بھی تھین اور آپ کی سوانحعمری جو آپ کے چھوٹے بھائی خواجہ میر اثر صاحب اور آپ کے پسر عالی گہر خواجہ ضیاء الناصر متخلص الم نے لکھی تھی اور اسکے علاوہ تمام تبرکات غدر ۱۸۵۷ء مین لٹ گئے اور خواجہ صاحب کی ذرّیات کف افسوس ملتی رہگئی اور اتنے بڑے پیشوائے طریقت اور امام راہ حقیقت کے حالات پر پردہ پڑگیا جس دن سے مجھے ہوش ہوا تمام عزیزون اور دوستون اور حضرت درد کے معتقدون نے تقاضہ شروع کیا اور اطراف و اکناف ہندوستان سے خط آنے لگے کہ اے فراق تو حضرت خواجہ میر درد کی یادگار ہے تو نواسہ ہے تیرا فرض ہے کہ تو خواجہ صاحب اور آپ کے جانشینون کی سوانح عمری مکمل کرے مین نے عرض کی کبڑنی موت الکبرا ء مین ناچیز اور بے تمیز ہون مگر کوئی عذر نہ سنا گیا مجبور اور تنگ ہوکر مین نے اپنی اس تقویم پارینہ کو جسکا نام میخانہ درد ہے اپنے خرقہ درویشی سے

(بقیہ حاشیہ) آگیا تھا مین نے ابھی اوسے سفینہ کے حوالہ نہین کیا تھا جو دسمبر ۱۹۰۹ء کو یکایک والدہ صاحبہ محترمہ ذات الجنب مین مبتلا ہوگئین اور ہم سب لوگ آپ کی زندگی سے مایوس ہوگئے مجھے اسکا بڑا صدمہ تھا کہ اگر محترمہ کی آنکھین بند ہوگئین تو خواجہ میر درد صاحب کے نام و نشان کا ایک دروازہ بند ہوجائیگا مینے اس بے بہا نعمت کی قدر نہ کی اور آپ کی زندگی مین حضرت خواجہ میر درد صاحب کی سوانح عمری نہ لکھ لی میں سر پکڑے رو رہا تھا جو والد ماجد نے میرے کمرے میں آکر فرمایا برخوردار تم جانتے تھے ہمیشہ یہی لیل و نہار رہیگا اور اماں جان کبھی مرینگی ہی نہین لو وہ اب خدا کے گھر سدھارتی ہین اور اپنے خاندانی حالات بھی اپنے ساتھ لئے جاتی ہین۔ حضرت والد ماجد کے اس ارشاد سے میرا دل اور ٹوٹ گیا جب مین رو چکا تو آنسو پونچھ کر والدہ صاحبہ کے کمرے مین آیا مجھے دیکھ کر فرمایا آنکھیں لال کیون ہین کیا روئے ہو مینے کہا جی ہان فرمایا تم ناحق روئے تھے ہو میرے مرنے مین ابھی کئی برس کی دیر ہے انشاءاللہ تعالی کل سے میری طبیعت ٹھیک ہونی شروع ہوگی۔ آپکے فرمانے سے مجھے تسکین ہوئی

نکال کر صاف کرنا شروع کیا اور جب اس کی طباعت کی نوبت آئی تو خیال ہوا کہ
اسے بڑون کی سنت کے موافق کسی واجب التعظیم اور عالی شان ذات کے سات
منسوب کرون دلّی کے لال قلعہ کو دیکھا ویران ہے اور ہندوستان سنسان ہے مگر
خدا رکھے ماشاءاللہ چشم بد دور دکن کی طرف نگاہ گئی تو معلوم ہوا اسلام کا ایک سراج منیر
روشن ہو رہا ہے اس لئے مین نے اس تالیف کو جناب معلے القاب

شہریار عالی تبار امیر المومنین محی الملّت والدین سلطان

(بقیہ حاشیہ) اور فی الواقع آپ کو دوسرے دن سے افاقہ شروع ہوا مین نے وقت کو غنیمت سمجھا اوسی دن سے خواجہ میر درد صاحب کے حالات زندگی لکھنے بیٹھ گیا دن بھر جو کچھ لکھتا تھا وہ رات کو اور جو رات کو لکھتا تھا وہ صبح دونون حضرات کو سنا دیتا تھا اور دونون حضرات جو اصلاح فرماتے تھے اوسی طرح بنا لیتا تھا خدا کے فضل سے دو ہی مہینہ مین حضرت کی سوانح عمری پوری ہو گئی جسکا یہ دیباچہ ہے آپ ملاحظہ فرما رہے ہین والد ماجد نے اس کا نام میخانۂ درد تجویز فرمایا اور والدہ ماجدہ نے پسند کر کے ارشاد کیا کہ بیشک میخانۂ درد بہت مناسب نام ہے کیونکہ صوفیہ کہان مئے اور میخانہ کی خاص اصطلاح ہے اب تم اسکے باب یا فصلون کے بدلے میرے کہنے سے پہلا جام اور دوسرا جام کر کے لکھنا چنانچہ اس کی بھی تعمیل کی گئی امید ہے کہ جو حضرات عرصہ سے خواجہ صاحب کی سوانح عمری کے مشتاق ہین وہ اس میخانہ کی بڑے شوق سے سیر کرینگے حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب اپنی سوانح عمری اپنی تصانیف نالۂ عندلیب اور علم الکتاب وغیرہ مین ایسی لکھ گئے ہین کہ اوس سے اچھی میں یا کوئی اور کیا لکھیگا مگر مین اپنا فرض جانتا تھا کہ خواجہ صاحب اور خواجہ صاحب کے پس ماندون کے حالات قلمبند کر کے آپ کے معتقدین کے سامنے پیش کرون خدا کا شکر ہے کہ مین نے اس کام کو انجام دیدیا امید ہے کہ حضرتین کی روحین اس کی اشاعت مین میری مدد فرمائین گی اور یہ کتاب چاردانگ ہندوستان میں پھیل کر قبولیت حاصل کریگی۔

حررہ فقیر حقیر ناصر نذیر فراق دہلی کوچہ چیلان
بارہ دری خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۰ء

ابن سلطان خاقان ابن خان ہز اگزالٹڈ ہائینس
لفٹنٹ جنرل جی - سی - ایس - آئی جی - سی - جی سی - ڈی
نواب فتح جنگ نظام الملک آصف جاہ سر میر
عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہم و شوکتہم کے نامی گرامی
اور اسم سامی کے ساتھ مزین کیا ہے کیونکہ حضور جس طرح ایک خدیو باتوقیر اور تاجدار
عالمگیر ہین اسی طرح اعلی حضرت کی ذات قدسی صفات علوم و فنون قدیم و جدید سے
مالوف ہے اور علما فضلا اور حضرات اولیاء اللہ اور اولیا اللہ کے مکتوبات اور ملفوظات
اور اونکی تاریخ و تذکرون سے بھی مانوس ہے بقول جناب درد۔

بستے ہین تیرے سایہ میں سب شیخ و برہمن
آباد ہے تجھسے ہی تو گھر دیر و حرم کا

گر قبول افتد زہی عز و شرف

پہلا جام

امام الطریقه محمدیه ناصر الملت مصطفویه حضرت خواجه محمد ناصر محمدی المتخلص به عندلیب اور آپکے حسب ونسب کی تفصیل

واضح ہو کہ خواجہ سید بہاؤ الدین نقشبند اور خواجہ مودود چشتی اور دیگر سادات بخاری وشاقلانی اپنے تئین امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد بتاتے ہین اور ان حضرات کا ارشاد بالکل بجا ہے صاحب ماثر الامرا کے بیان کے بموجب شہاب الدین شاہجہان صاحبقران ثانی تاجدار ہندوستان کے عہد مین ایک بزرگ نقشبندی الاصل بخارا سے دہلی تشریف لائے جنکا نام خواجہ محمد نصیر تھا بادشاہ موصوف نے خواجہ محمد نصیر صاحب کو بڑی تعظیم سے اپنے دربار مین لیا اور اونھین اعزاز منصب سے سرفراز کرکے اپنے فرزند دلبند سلطان شجاع کے سات بنگالہ بھیجدیا۔ شجاع بنگالہ مین ناظم ہوکر گئے تھے خواجہ محمد نصیر عرصہ دراز تک شجاع کے پاس رہے اور شجاع اون سے وزارت کا کام لیتے رہے جو یکایک چرخ زنگاری نے رنگ بدلا اور اورنگ زیب نے اپنے باواجان کو پکڑکر آگرہ کے قلعہ مین قید کیا داراہ شکوہ کے درپے ہوا شجاع اورنگ زیب کے مقابلہ کے لئے بنگالہ سے دلی کو چلا شجاع کے سات پچیس ہزار فوج اور توپ خانہ آتشبار تھے بنگالہ سے چلکر اوسنے بنارس میں دم لیا اور بنارس سے روانہ ہوکر کھجوہ پہونچا ادہر سے اورنگ زیب بڑھا اور کھجوے کے ڈیڑہ دن جو

الہ آباد اور اٹاوہ کے بیچ مین ہے دونوں بھائیون کی مڈبھیڑ ہوئی شجاع نے اورنگ زیب کے جرار لشکر سے شکست کھائی۔ اورنگ زیبی سپاہیون نے چاہا کہ سلطان شجاع کی ننگ و ناموس کو پردہ سے نکال کر اونکی بیحرمتی کرین یہ امر خواجہ محمد نصیر صاحب کو ناگوار گزرا وہ تلوار لیکر شیر کی طرح بپھر سے اگرچہ انہون نے بہت سے بہادرون کو ہلاک کیا مگر آخر خود بھی زنانی قنات کے باہر چور نگ ہو کر گر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۞

اونکے صاحبزادے سید عبد القادر صاحب دنیاداروں سے بالکل الگ تھلگ رہے اسلیئے اونکا کوئی تذکرہ طبقہ امرا مین کہین نہیں آیا ہے مگر اونکی فرزند خواجہ ظفر اللہ خان کا ذکر اس کتاب مین کیا جائیگا کیونکہ انہون نے محمد شاہی دور مین نواب ظفر اللہ خان رستم جنگ روشن الدولہ یار وفادار کا خطاب پایا اور انھون نے اپنی زندگی امیرانہ طور پر بسر کی مگر خواجہ محمد ناصر صاحب خود اپنے رسالہ ہوش افزا جسکا دوسرا نام رسالہ شطرنج بھی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے عہد مین خواجہ سید محمد طاہر ہمارے مورث اعلی بخارا سے شاہجہان آباد مین رونق بخش ہوئے اور جب اونکی تشریف آوری اورنگ زیب کو معلوم ہوئی کہ یہ بزرگ خواجہ خواجگان خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ عنہ کی نسل پاک سے ہین تو اوسکی قدمبوسی کی آرزو ہوئی کیونکہ اورنگ زیب نقشبندیہ طریقہ مین بیعت تھے اور انہیں حضرات کی دعا سے ہندوستان کی سلطنت اسکے ہات آئی تھی دعوت کے بہانہ سے خواجہ محمد طاہر صاحب کو لال قلعہ مین بلایا اور بڑی تواضع اور ادب سے اونھیں مسند پر بیٹھایا اور بہت نقد و جنس آپ کی خدمت میں پیش کیئے مگر آپ نے اونہین سے کچھ بھی قبول نہ فرمایا عالمگیر آپ کا بہت معتقد ہوگیا کبھی خواجہ کے مسکن پر خود حاضر ہوتا

کبھی حضرت کو قلعہ میں تکلیف دیتا تھا خواجہ محمد طاہر صاحب نے چند روز بعد مکہ حجاز کا
قصد کیا تو اورنگ زیب نے کہا اپنے تینوں صاحبزادوں اور چوتھے بھتیجہ کو میرے
پاس چھوڑ جائیے ان حضرات کی برکت سے لال قلعہ گلزار رہیگا چنانچہ خواجہ
محمد طاہر صاحب مکہ مدینہ کو تشریف لے گئے اور آپ کے صاحبزادہ خواجہ
سید محمد صالح اور خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ
سید فتح اللہ اور ایک بھتیجہ جنکا نام معلوم نہین اورنگ زیب
کے پاس رہ گئے۔ یہ چاروں حضرات نوجوان تھے اور ان میں سے دو کنوارے
تھے۔ اورنگ زیب نے ان چاروں کی لیاقت کے موافق بڑے بڑے عہدے
اور منصب دیکر انھین سرفرازی بخشی اور خواجہ محمد صالح اور خواجہ سید محمد یعقوب
کو اپنے بھائی شاہزادہ مراد بخش کی دو بیٹیان جو نہایت حسینہ جمیلہ تھین
بیاہ دین اور خواجہ سید موسیٰ بن خواجہ سید محمد یعقوب کو اپنے سات جو
اپنے والد ماجد کے ہمراہ بخارا سے آئے تھے اپنے پوتے یعنی شاہزادہ
معز الدین کی دختر فرزندہ اختر کا نکاح کردیا فی الفراق مغل بادشاہ جو
اپنی بیٹیان سادات عظام اور مشائخ کرام کو دیدیتے تھے اون سے جو اولاد
اور بچہ ہوتے تھے وہ لال قلعہ کے اصطلاح میں مرشد زادہ کہلاتے تھے۔
اورنگ زیب نے خواجہ سید فتح اللہ بن خواجہ محمد طاہر کو نواب فتح اللہ خان
خطاب اور منصب عنایت کیا اور یہ بھی چاہا کہ ایک شاہزادی اون کے
عقد نکاح میں بھیجی جائے مگر آپ نے اورنگ زیب سے کہدیا کہ اگرچہ شرع مین
اس کی اجازت ہے کہ مغل پٹھان کو سیدزادی بیاہی جائے یا سیدزادہ کے
نکاح مین مغلانی پٹھانی آئے مگر مین اپنے لئے یہ پسند نہین کرتا کہ میری
بیوی مغلانی پٹھانی اور وہ بادشاہزادی بھی ہو اورنگ زیب کو یہ بات

خواجہ سید نواب فتح اللہ خان کی بہت پسند آئی مگر چونکہ خواجہ صاحب کی
دلجوئی اور اونکی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھا تھا اوس نے آپ کی شادی
نواب سربلند خان میر بخشی کی سگی بہن سے کروادی نواب سربلند خان
صحیح النسب سید اور خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند کی اولاد مین سے تھے یہی
خواجہ محمد طاہر صاحب خواجہ محمد ناصر صاحب کے دادا اور انہی خواجہ نواب
فتح اللہ خانصاحب کے دولت خانہ مین نواب سربلند خان کی بہن کی کوکھ سے
خواجہ سید محمد ظفر اللہ خان تورانی مخاطب بہ نواب ظفر اللہ خان
روشن الدولہ رستم جنگ یار وفادار پیدا ہوئے اور اپنے والد
بزرگوار کی رحلت کے بعد خواجہ ظفر اللہ خان صاحب موصوف نے رفیع الشان
بن شاہ بن شاہنشاہ اورنگ زیب کی سرکار مین معزز عہدے پر ممتاز
ہوئے اور بہت جلد کارنمایان کر کے ترقی کے سات پانزدہ صدی اور
پانچصد سوار کے منصب کو پہونچے اور نواب ظفر اللہ خان کا خطاب حاصل کیا مگر
جب اونکی آنکھون کے سامنے لاہور کے معرکہ میں رفیع الشان اور جہان شاہ
اور اونکی خوبرو اولاد خاک و خون میں مل گئی تو اونکا دل دنیا کی ناپائداری دیکھکر
سرد ہوگیا اور آپ سب جاہ و حشم چھوڑ کر حضرت میران شاہ بھیک
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اون کے ہات پر
بیعت کر کے عرفان الہی کے حاصل کرنے مین مشغول ہوئے حضرت میران
بھیک صاحب سلسلہ چشتیہ صابریہ کے درویش کامل گزرے ہین اور شاہ
ابوالمعالی صاحب چشتی صابری کے جانشین اور شاہ ابوالمعالی صاحب
شیخ محمد داؤد گنگوہی سے بیعت اور مجاز تھے اور شیخ محمد داؤد صاحب
اپنے پدر بزرگوار حضرت شیخ محمد صادق گنگوہی کے جانشین اور خلیفہ تھے

دیکھئے مولانا محمد اکرم صاحب براسوی رحمۃ اللہ علیہ کی اقتباس الانوار اور حدیقۃ الاولیاء۔

ان حضرات کا سلسلہ درجہ بدرجہ حضرت مخدوم علاؤ الدین صابر کلیری تک پہونچ جاتا ہے حضرت میران شاہ بھیک صاحب بڑے عارف کامل اور قطب وقت تھے اور سلسلہ کی کتابون اور تاریخون مین آپ کا نسب اور آپکے حالات بالتفصیل مرقوم ہیں چونکہ آپ قوم کے کھرے سید ہین اسلئے آپ کا لقب میران بھیک ہے آپ کی طبیعت موزون تھی ہندی زبان مین جو دوہرے آپ نے نظم کئے ہین وہ توحید اور اسرار معرفت سے لبریز ہین اور اہل دل کی زبانون پر رہتے ہین آپ کی رحلت رمضان المبارک کی پانچوین ۱۱۳۱ہجری کو ہوئی آپکا مزار کہڑام مین ہے۔

حضرت نواب ظفر اللہ خانصاحب سلوک چشتیہ صابریہ کو اپنے مرشد کی خدمت مین طے فرما رہے تھے کہ یکایک غلغلہ بلند ہوا کہ فرخ سیر عظیم الشان بن شاہ عالم بہادر شاہ بن اورنگ زیب شاہنشاہ ہند پٹنہ عظیم آباد سے جہاندار سے لڑنے کے لئے بنگالہ سے بڑھا چلا آتا ہے اور اوسے اپنے باپ عظیم الشان جہاندار شاہ سے بدلہ لینا ہے اوس کی ہمرکاب سید حسین علیخان صوبہ دار ملک بہار اور سید عبد اللہ صوبہ دار الہ آباد بھی ہین تو میران بھیک صاحب نے فرمایا کہ بھائی سید اب تم پھر اپنی کمر باندھ لو اور فرخ سیر کے پاس پہونچ جاؤ اونہون نے عرض کی جب سے رفیع الشان میرے روبرو قتل ہوا ہے میرا دل ان جھگڑون سے بیزار ہو گیا ہے مین اب اس عالم فانی کے دہندون مین نہین پڑنا چاہتا اور درویشی کی لذت کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت کو بھی بے حقیقت جانتا ہون مگر میران صاحب نے فرمایا اللہ کی مرضی یہی ہے کہ تم پھر دنیاداروں کے

سلسلہ مین پہنائے جاؤ اور تم دنیاداروں کے ہی لباس ہیں مرو مگر تمہارا خاتمہ بخیر ہے۔ باطنی دولت جو ہم نے تمہین بخشی ہے اسے دنیا کی دولت نہ مٹا سکیگی اور وہ تمہارے سات جائیگی ؎

چیست دنیا از خدا غافل بدن　　نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

تم دل با یار اور دست بکار رہوگے۔ رب العزت کو منظور ہے کہ تم بادشاہی عہدہ دار بنکر اوس کی مخلوق کو آرام پہونچاؤ نواب ظفر اللہ خان صاحب نے یہ عرض کی کہ فی زمانہ طوایف الملوکی ہو رہی ہے ایسا نہو مین فرخ سیر کے پاس پہونچوں اور اوسے مجھسے کچھ بدگمانی ہو اور لینے کے دینے پڑجائین کیونکہ آجکل امیروں وزیروں کا اعتبار سلاطین کی نظر میں کچھ نہین رہا ہے کبھی وہ ادہر ہوجاتے ہین اور کبھی ادہر میران صاحبؒ نے فرمایا افسوس ظفر اللہ تجھے ابتک فقیروں کی بات پر بھروسہ پیدا نہیں ہوا ہے مین کہتا ہون تو بے کھٹکے فرخ سیر کے پاس چلاجا ہر طرح تیری ترقی اور تیرا عروج ہے۔

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ رسم منزلہا

نواب صاحب اب مرشد کا کہنا نہ ٹال سکے اور فرخ سیر کے حضور مین پہونچ گئے انھین دیکھکر سید عبد اللہ خان اور سید حسین علی خان نے ایک زبان ہوکر فرخ سیر سے کہا جناب عالی نواب ظفر اللہ ایک خاص شخص ہین اور لاہور کے معرکہ مین یہ شریک تھے اگر ایسے لوگون کی قدر افزائی نکی جائیگی تو پھر کس کی قدر افزائی ہوگی۔ فرخ سیر خود ان سے اور ان کے تعلقات سے جو اورنگ زیب کے عہد سے ابتک چلے آتے تھے بخوبی واقف تھا آپ کو فوراً بخشی سوم کردیا اور منصب پنج ہزاری اور نواب ظفر خان رستم جنگ کا

خطاب عنایت فرمایا جب فرخ سیر نے جہاندار شاہ پر فتح پائی تو آپ کو روشن الدولہ کا خطاب اور منصب ہفت ہزاری عطا فرمایا مگر چند ہی روز مین فرخ سیر بھی سیر عدم کو چلدیئے اور محمد شاہ رنگیلے کا دور چلنے لگا نواب ظفر اللہ خان صاحب کی خیر اندیشی اور جوہر شمشیر نے رنگیلے کے دل پر بھی اپنا رنگ جمایا اور نواب روشن الدولہ رستم جنگ کے خطاب پر یار وفادار کا لفظ اضافہ ہوا جو یہ کہتے تھے وہی بادشاہ کرتے تھے ان کی شان و تجمل کو دیکھکر بعض ارکان سلطنت جلتے تھے مگر انکا کچھ کر نہ سکتے تھے۔ جب انکی سواری شہر میں نکلتی تھی تو اشرفیون کا بیلا بانٹتے چلتے تھے ان کے سر پر کئی طرہ جواہر ہوتے تھے اسلیئے لوگ انھین طرہ باز خان بھی کہتے تھے انکی سخاوت نے دشمنون کے منہ مین خاک بھردی تھی انکے آگے سب کا سر نیچا اور ہات پھیلا ہوا ہوتا تھا صاحب ماثر الامرا نے لکھا ہے کہ جو کچھ نواب روشن الدولہ کو عروج ہوا وہ حضرت محمد شاہ پیا کی رضاعی بہن کے سبب سے ہوا کیونکہ روشن الدولہ کو محمد شاہ کی رضاعی بہن کے مزاج مین بڑا دخل ہوگیا تھا وہ انکی بادشاہ سے سفارش کرتی تھین اور بادشاہ اوسے قبول کرتے تھے مگر چونکہ صاحب ماثر الامرا صرف مورخ ہین اونھین ہمارے خاندانی حالات معلوم نہین تھے اسلیئے وہ اس کے سوائے اور کیا لکھ سکتے تھے یہ راز اون پر کیونکر کھل سکتا تھا کہ نواب روشن الدولہ کی تین چچیان خواجہ محمد صالح اور خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ موسی کی بیوی اورنگ زیب شاہنشاہ کی نسل سے تھین جن بہن کی سفارش کی طرف وہ اشارہ کرتے ہین وہ نواب روشن الدولہ کی حقیقی چچا زاد بہن یا بھتیجی تھین اسی باعث سے وہ بادشاہ کے زنانہ محلون مین بے تامل آتے جاتے تھے اور بیگمات اون سے پردہ نہ کرتی تھین نواب روشن الدولہ چونکہ اپنے پیر و مرشد کے بڑے معتقد تھے اور

اللہ نے دولت بے قیاس دے رکھی تھی اس لئے آپنے اپنے پیرو مرشد کی روح کو ثواب پہونچانے کے لئے خاص چاندنی چوک میں یہ سنہری مسجد بنائی جو کوتوالی کے قریب واقع ہے ۱۳۴ھ ہجری مین بعد وفات حضرت میران بھیک صاحب کیلئے بنائی اور سر سے پاؤن تک اوسے سونے مین غوطہ دیدیا جب بادشاہ کی سواری چاندنی چوک مین سے گزرتی تھی تو اوسے دیکھکر خوش ہوتی تھی۔ اور ابتک یورپ کے سیاح اسے آکر عبرت اور غور سے دیکھتے ہین اس مسجد مین نادر شاہ انشار لال قلعہ سے نکل کر آبیٹھا تھا اور دہلی کے قتل عام کا حکم دیا تھا اس واقعہ کے سبب سے تمام انگریزی سفرنامہ لکھنے والون نے اپنی تالیف مین اس مسجد کا ذکر کیا ہے مین اس مسجد کی کیا تعریف لکھون عیان را چہ بیان اوس کی پیشانی پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

بہ عہد بادشاہ ہفت کشور ۔۔۔ سلیمان فر محمد شاہ داور

بہ نذر شاہ بھیک آن قطب آفاق ۔۔۔ شد این مسجد بزینت در جہان طاق

خدا ربانی است لیک از روئے احسان ۔۔۔ بنام روشن الدولہ ظفر خان

بہ تاریخش ز ہجرت تا شمار است

ہزار و یکصد و سی و چہار است

اس مسجد کی تیاری کے بعد ۱۱۴۳ھ حضرت نواب روشن الدولہ بہادر نے رفاہ عام کے لئے فیض بازار مین عین سڑک پر دوسری سنہری مسجد بنائی یہ پہلی مسجد سے ۲۳ برس بعد تیار ہوئی ہے اسکی بنا کی یہ تاریخ ہے۔

روشن الدولہ ظفر خان صاحب جود و کرم ۔۔۔ کرد تعمیر طلائی مسجد عرش اشتباہ

مسجدے کاندر فضائے قدس اسما ۔۔۔ کرد از خط شعاعی مہر جاروبی پگاہ

حوض صاف او نشان از چشمہ کوثر دہد ۔۔۔ ہر کہ از آبش وضو سازد شود پاک از گناہ

سال تاریخش رسای یافت از الہام غیبا — مسجد کے چون بیت اقصی مہبط نور الہ

بالفعل یہ مسجد بہت بوسیدہ ہوگئی ہے اور اس کے گنبدون کا خول اوتار کر ۱۱۵۵ھ
چاندنی چوک والی سنہری مسجد کے گنبدون پر چڑھا دیا گیا ہے چونکہ یہ مسجد قاضی
دروازہ مین واقع ہوئی ہے اسلئے یہ قاضیون کی مسجد کہلانے لگی ہے سبحان اللہ
کون مسجد بنائے اور کن کی مسجد کہلائے اگر از روئے شریعت اُن دونوں کی تحقیق
کی جائے تو ان دونون مسجدون کی تولیت اس فقیر فراق کو پہونچتی ہے
کیونکہ ناچیز نواب روشن الدولہ کا وارث باقی ہے، اگرچہ اس مسجد کی تاریخ
مین میران بھیک صاحب کی نذر کا تذکرہ نہین ہے مگر مینے اپنے بزرگون سے
معلوم کیا ہے کہ یہ مسجد بھی میران صاحب کی ایصال ثواب کے لئے نواب
روشن الدولہ صاحب نے بنائی تھی اور یہ بھی مینے سنا ہے کہ ایک مسجد سنہری
لاہور مین بھی نواب روشن الدولہ نے پیر و مرشد کی خوشنودی کے لئے
آپ کے عہد زندگی میں بنائی ہے واللہ اعلم۔

میخانہ درد مین زیادہ حالات لکھنے کی گنجایش نہیں ہے بس اسی پر میں
نواب روشن الدولہ کے بیان کو ختم کرتا ہون کہ آپ نے چورانوے سال پانچ مہینے
کی عمر پائی اور دسوین ذی الحجہ سنہ ۱۱۶۱ ہجری کو طلوع آفتاب کے بعد تکبیر تحریمہ کہتے
ہوئے مرض سرطان میں وفات پائی آپ کی تاریخ وفات **دنیا خوردہ**
و دین بردہ آپ کے ہی عہد کے کسی مؤرخ نے نکالی ہے آپ کا مزار
پر انوار قدم شریف کے احاطہ مین ہے۔ بالفعل مجھے یہان یہ امر بھی لکھنا ضرور
ہے کہ میخانہ درد کے ناظرین اگر سیر المتاخرین کو دیکھین گے تو اس مین
بعض احوال نواب روشن الدولہ کے آپ کی بزرگی کے خلاف ملاحظہ فرمائینگے
اور او نکیں آپ کی طرف سے سوء ظن پیدا ہوگا اسلئے مین جتائے دیتا ہون

کہ سیر المتاخرین کے مؤلف سید غلام حسین صاحب طباطبائی سخت متعصب بزرگ
ہیں انہون نے اپنی کتاب مین اصحاب رسول اللہ سے لیکر اورنگ زیب
عالمگیر محمد شاہ پیا کو برا کہا ہے۔ پھر سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور
اوس عہد کے تمام مشایخ کی توہین کی ہے پھر تمام امرائے توران اور
عملہ توران کو بری طرح یاد فرمایا ہے کیونکہ سب لوگ سنت والجماعت تھے
نواب اعتماد الدولہ محمد امین خان وزیر محمد شاہ کی بارہ مین لکھا ہے کہ
انھین اہل بیت رسول کے سات عداوت تھی اسلئے وہ ایلائوس مین مرے
. . . .

. . . . نواب خاندوران

خان صمصام الدولہ کی متعلق لکھا ہے کہ وہ نمک حرام تھے اور محمد شاہ کی
سلطنت کی بربادی چاہتے تھے صرف وہ اگر راضی ہیں تو نواب برہان الملک
صوبہ دار لکھنؤ اور امیر الامرا نواب حسین علیخان اور نواب قطب الملک عبداللہ
خان جانثار والون سے جو اون کے ہم مذہب تھے اسلئے نواب روشن الدولہ
وغیرہ حضرات کی نسبت سید صاحب کا بیان کوئی صحیح نہ سمجھا جائے۔ نواب
روشن الدولہ کا مزار پر انوار قدم شریف کے احاطہ مین ہے انھین نواب
روشن الدولہ رستم جنگ بار وفادار کے فرزند دلبند خواجہ محمد ناصر صاحب
متخلص بہ عندلیب ہین مناسب ہے کہ مین یہان خواجہ محمد ناصر صاحب کا
نسب نامہ تحریر کردون وہو ہذا۔

نسب نامہ جناب مستطاب خواجہ محمد ناصر صاحب پدر بزرگوار خواجہ میر درد صاحب رحمۃ اللہ علیہما

مسماۃ امانی بیگم بنت	خواجہ ضیاء الناصر معروف بہ جناب صاحب میر الم تخلص	بن خواجہ میر درد	بن خواجہ محمد ناصر عندلیب تخلص	بن نواب روشن الدولہ ظفر اللہ خان رستم جنگ بہادر وفادار	بن نواب سید خواجہ فتح اللہ خان	بن خواجہ محمد طاہر بخاری	بن خواجہ عوض بخاری
بن خواجہ سلطان احمد	بن خواجہ میرک	بن سلطان احمد ثانی	بن خواجہ قاسم	بن خواجہ شعبان	بن خواجہ عبد اللہ	بن خواجہ زین العابدین	بن خواجہ سید بہاؤ الدین نقشبند
بن خواجہ عبد اللہ بخاری	بن سید جلال الدین بخاری	بن سید کمال الدین بخاری	بن سید حسین ملقب بہ محبوب	بن سید حسین اکبر	بن سید عبد اللہ	بن سید فخر الدین	بن سید محمود دمی بن یلاق
بن سید حسین مقبول	بن سید حسین محمد تقی	بن سید عبد اللہ	بن سید محمد جابع	بن سید علی اکبر	بن امام حسن عسکری	بن امام علی تقی	بن امام علی نقی
بن امام موسیٰ رضا	بن امام موسیٰ کاظم	بن امام جعفر صادق	بن امام محمد باقر علیہ السلام	بن امام زین العابدین	بن امام حسین شہید کربلا	بن علی مرتضیٰ علیہ السلام	بن خواجہ ابو طالب
بن خواجہ عبد المطلب	بن ہاشم	بن عبد مناف	بن قصی	بن کلاب	بن مرہ	بن کعب	بن لوی
بن غالب	بن مالک	بن نضر	بن کنانہ	بن خزیمہ	بن مدرکہ	بن الیاس	بن مضر
بن نزار	بن معد	بن عدنان	بن آدد	بن الیسع	بن ملت بن ثابت	بن سلیمان	بن حمل بن قیدار
بن اسمٰعیل	بن ابراہیم	بن آذر بن تارخ	بن ناحور	بن سروع بن ارغو	بن قالغ	بن عابر	بن تارخ شارخ
بن ارفخشد	بن سام	بن نوح علیہ السلام	بن مالک	بن متوسلخ	بن ادریس	بن یزد	بن مہلیل مہلائیل
بن قینان	بن انوش	بن شیث علیہ السلام	بن حضرت ابو البشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام				

یہ نسب نامہ جو مین نے خواجہ محمد ناصر صاحب کا لکھا ہے اسی کے قریب قریب سید عبدالرزاق صاحب باقری بہاری نے اپنی کتاب مین حضرت موصوف کا نسب نامہ لکھا ہے اس کتاب کا نام **کنز الانساب** ہے جو مطبع صفدری مین بمقام بمبئی چھپکر شائع ہوچکی ہے ناظرین باتمکین تطبیق فرمائیں اس کی تائید کیلئے میں یہان خواجہ میر اثر بن خواجہ محمد ناصر صاحب کی **کتاب بیان واقع** کے چند اشعار نقل کرتا ہون ان اشعار کے پڑھنے سے واضح ہوجائے گا کہ خواجہ **محمد ناصر** صاحب اور آپکے بزرگون کا نسب کسقدر کھرا اور خالص ہے اور اس کے علاوہ اور بہت سے نکتہ ان اشعار سے ناظرین کو معلوم ہونگے اور وہ اشعار یہ ہین۔

اشعار بیان واقع میر اثرؒ

آن نسب نامہ کہ از عہد بعید
ثبت بر وے بود بہر اعتبار
از شریف مکہ ہم گشتہ نہند
شاہ توران کز مریدان بودہ است
از بخارا ہمرہ جد کلان
شاہ اینجا ہم چو تحقیقش نمود

تا بوقت ما معنعن می رسید
دستخط و مہر شہان نامدار
وز رئیسان مدینہ ایستند
خوب تحقیقات شان فرمودہ است
آمدہ پیش شہ ہندوستان
مہر خود را نیز بر وے کردہ بود

بندہ نقل از روئے آن مرقوم کرد　　آن نسب نامہ چنین منظوم کرد

حضرت نواب ظفر اسد خان　　صاحب فوج وحشم والا نشان

صاحب نسبت ولیے کاملے　　عالم واہل عزیمت عاملے

قبلہ گاہے حضرت ایشان ما　　اوست یعنی جد عالیشان ما

یک ہزار ویکصد وثامن عشر　　در محرم کرد از دنیا سفر

قید تاریخش بود ثانی عشر　　در محرم کرد از دنیا سفر

والدش نواب فتح اللہ خان　　آنکہ ایشان را شہید آمد نشان

دختر شاہان این ہندوستان　　چند تا در قبضہ اخوان شان

او بذات خود نکرد این را قبول　　تا نگردد مختلط آل رسول

شکر سد تا ہنوز از بینش　　ہیچ جانب اندرین ذریتش

غیر سادات صحیح الانتساب　　سر کشی پیدا نکردہ ہیچ باب

حسب استدعاء سلطان زمان　　آمد اینجا آخر شاہجہان

والد او حضرت خواجہ عوض　　بر درش شاہنشہ آوردہ عرض

او ابًا جدًا لقصیر عازمان　　بر مزار حضرت خواجہ کلان

صاحب سجادہ در اولاد بود　　جانشین مسند ارشاد بود

. . . .

جد سلطان باز سلطان احمد ست　　خواجہ مہرک راسمی او جد است

والد ایشان محمد بن علی ... بوده است آن هر یکی کامل ولی
خواجه و میر اول این هر دو نام ... یافته از وضع واضع الضخام
این علی اولاد حضرت نقشبند ... آنکه بوده بیکسان را دردمند
سید بر حق خداوند حسب ... جمله اباد صحیح اندر نسب
حضرت خواجه ابو الخیرست نام ... بر مزار خواجه شد قایم مقام
وان لقب خاص او مزارے یافته ... فضل کلی بر حصادی یافته
هم به ظاهر هم بباطن انتساب ... کافی آمد تا به آن عالی جناب
ذره یاتش را شرف باشد ازان ... آنکه او را نقشبند آمد نشان
والدش سید جلال الدین بود ... حضرت برهان دین جد مسعود
تا امام عسکری ابائی شان ... بر سر اسم از اسماء شان
لفظ سید روشن حرف امیر ... آمده لازم تو هم لایق بگیر
هست عبد الله و زین العابدین ... قاسم و شعبان دگر برهان دین
والدش محمود رومی بن یلاق ... پس نقیب و صوفی صاحب وفاق
باز محی الدین و محمود آخرست ... بالقی نامش علی اکبرست
والدش حضرت امام عسکری ست ... والد ایشان نقی بن نقی ست
پس رضای کاظم ابن جعفرست ... باقر و سجاده والدش اطهرست
والد ایشان حسین بن علی ست ... مادر او فاطمه بنت نبی ست

آن نسب نامہ دریںجا شد تمام
بر محمد باد و بر آلش سلام

نواب روشن الدولہ کی شادی سید لطف اللہ بن سید شبیر محمد قادری نبیرہ حضرت سید تاج الدین ابوبکر بن عبد الرزاق بن غوث الثقلین محی الدین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی دختر سے ہوئی اور انکے بطن سے نواب روشن الدولہ کے گھر مین آفتاب سیادت و شرافت خواجہ محمد ناصر صاحب عندلیب نے ۱۱۰۵ہجری مین طلوع فرمایا شاہ بیدار نے جو خواجہ محمد ناصر صاحب کے شاگرد صاحب علم وہنر تھے اور حضور او بھین بیدار دل کہا کرتے تھے آپکی تاریخ ولادت یہ لکھی۔

قطعہ

در وجود آمد چو ذات آن ولی
شد کمالات امامت از جلی
سال تاریخش مرا الہام شد
وارث علم امامین و علی
۱۱۰۵

مولوی سید محبوب علی صاحب مرحوم اپنی یادداشت میں تحریر فرماتے ہیں کہ مزار سید لطف اللہ صاحب کا جو خواجہ محمد ناصر صاحب کے نانا تھے خواجہ محمد ناصر صاحب کے مزار سے جانب شمال شاہ جیو نظام الدین کے باغ میں واقع ہوا ہے یہ باغ شاہ لطف اللہ صاحب کے پوتے شاہ نظام الدین صاحب صدر کی ملکیت کہلاتا ہے۔ حضرت شاہ لطف اللہ صاحب بھی ولی کامل اور عارف باللہ تھے رحمۃ اللہ علیہ۔

خواجہ محمد ناصر صاحب جس گھر میں پیدا ہوئے اوس میں زر و جواہر کے ڈھیر تھے کیونکہ آپ کے پدر بزرگوار منصب دار تھے آپنے بادشاہزادوں کی طرح ناز و نعمت کے سات پرورش پائی آپ نہایت حسین و خوبصورت تھے جب آپ سوار ہو کر نکلتے تھے تو آپ کی سواری کے چاروں طرف تماشائیوں اور مشتاقوں کا ہجوم ہوتا تھا اور بڑے بڑے رئیس اور امیر اور اجنبی آپ کے سلام کے لئے جاتے جاتے ٹھیر جاتے تھے اور آداب بجالاتے تھے۔ آپنے علوم و فنون عربیہ کو اپنے والد بزرگوار اور اپنے دادا خواجہ فتح اللہ خانصاحب سے حاصل کیا تھا۔ باپ دادا چونکہ عہدہ دار تھے اس لئے سپہ گری کے ہنر کو آپ نے کمال خوبی سے سیکھا۔ آپکی عمر ابھی بیس برس کو نہیں پہونچی تھی جو سرکار شاہی میں آپ کی ناخن بندی ہو گئی اور آپ ایک لشکر کے سردار بنائے گئے آپنے عرصہ تک یہ خدمت خوبی سے انجام دی اور دنیاوی شان و شوکت میں اپنے دادا کے منصب کو پہونچ گئے۔ مگر چونکہ بنی فاطمہ اور خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند کے پوتے تھے اس لئے آپ ظاہری عیش و آرام سے محظوظ نہ ہوتے تھے۔ اور بات بات میں آپکا دل پکڑا جاتا تھا دادا باوا کو بھی بظاہر امیر اور باطن میں فقیر پاتے تھے۔ مکلف لباس پہنتے تھے تو رسول کی گدڑی یاد آجاتی تھی۔ قالین پر بیٹھے تھے تو حضرت فاطمہ کا بوریا آنکھوں میں بس جاتا تھا۔ مزعفر اور بریانی کا نوالہ اٹھاتے تھے مولی علی کے جو کے سوکھے ٹکڑے دھیان پر چڑھتے تھے۔ برف کی قفلیاں نوش فرماتے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی

تین دن کی پیاس کا تصور بندھتا اس کشمکش میں دن گزر رہے تھے جو پہلے دادا صاحب نواب فتح اللہ خانصاحب نے جام شہادت نوش کیا اور اس کے بعد نواب روشن الدولہ آپ کے والد بزرگوار نے بعارضہ سرطان انتقال کیا۔ اب کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ تھا نوکری کو استعفا دیا۔ محمد شاہ صاحب نے بہت منع کیا کہ صاحبزادہ یہ کیا کرتے ہو مگر انہوں نے دست بستہ عرض کی کہ حضرت اب برائے خدا ہم فقیروں کو معاف فرمائیے یہ خدمت مجھ سے سرانجام نہیں پاسکتی۔ قلعہ معلے سے گھر آئے اور گھر میں جو کچھ نقد و جنس اپنی اور اپنے بڑوں کی کمائی کا تھا خدا کی راہ میں سب کا سب لٹا کر فقیر ہو گئے اور محل چھوڑ کر اور بیوی بچوں کو لیکر ایک کھنڈر میں جا بیٹھے۔

خواجہ محمد ناصر صاحب کے سات گھر کے سب چھوٹے بڑے الا اللہ کہکر فقیر ہونے کے لئے اوٹھ کھڑے ہوئے اور فقر فاقہ کو اپنا فخر سمجھنے لگے۔ خواجہ محمد ناصر صاحب تلافی مافات میں مشغول ہوئے اور رات دن ریاضت اور عبادت میں گذارنے لگے۔ سب سے پہلے آپ نے درگاہ الٰہی میں یہ دعا کی کہ اگر میں سچ مچ بنی فاطمہ ہوں تو مجھے اتنا رزق نہ ملے کہ میں لگاتار دو وقت کھانا کھاؤں۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا مقبول ہوئی اور تمام عمر آپ کے ہاں ایک وقت فاقہ ضرور ہوتا رہا اور کبھی کبھی دو دو دن اور دو دو رات بھی آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کو کھانے کے لئے کچھ میسر نہ آتا۔ آپ ابھی کسی بزرگ کے مرید ہوئے تھے مگر مجاہدہ کا یہ حال تھا کہ روزہ پر روزہ رکھتے تھے چلوں پر چلہ کھینچتے تھے۔ یاد الٰہی میں سردی کی پہاڑ سی راتیں کاٹ کاٹ کر دن نکالدیتے تھے اور معبود کی بندگی میں گرمی کے لمبے لمبے دنوں کو شام کر دیتے تھے۔ عشا کی نماز سے فارغ ہو کر حجرہ میں داخل ہوتے اور حجرہ کا دروازہ بند کر لیتے اور دو زانو بیٹھ کر اپنے دونوں پاؤں کیا لوں رسی سے مضبوط باندھ لیتے تھے تاکہ اصلا جگہ سے جنبش نہو اور اوٹھنا چاہیں تو بھی نہ اوٹھا جائے۔ یاد الٰہی میں

بیٹھے بیٹھے صبح کر دیتے ایک رول لکڑی کا اپنے پہلو میں رکھ لیتے اور احیاناً نیند کا جھونکا آجاتا تو اوس رول سے اپنے بدن کو مارتے اور نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے اے خطاکار تو کیوں سو گیا تھا آنکھ کیوں لگی۔ خدا کی یاد سے کیوں غافل ہوا کبھی حجرہ میں بیٹھے بیٹھے ایسا استغراق طاری ہوتا کہ چار چار پانچ پانچ دن تک کھانے پینے کا تو کیا ذکر ہے آپ کو دنیا و مافیہا بھی فراموش ہو جاتی اور حجرہ سے باہر تشریف نہ لاتے باہر سے مسجد کے نمازی اور آپ کے بچے حجرہ میں جھانک کر دیکھتے کہ مبادا مر کے مرے تو نہیں رہ گئے تو دیکھتے کہ آپ باطمینان نماز میں ہیں یا مراقبہ میں اس سخت ریاضت اور شاقہ محنت میں آپ نے برسوں گزار دئے اسی طرح ایک بار آپ کو حجرہ کے اندر بیٹھے بیٹھے سات دن اور چھ راتیں گزر گئیں اور ساتویں رات بھی آدھی گزر چکی تھی جو موسم کی گرمی اور بھوک اور پیاس کی سختی سے آپ پر ضعف طاری ہوا آپ کی طاقت نے جواب دیدیا۔ ناتوانی کے سبب سے آپ کی آنکھ جھپکی تھی کہ اپنے رول اٹھا کر اپنے سراپا کو زدوکوب کرنا شروع کیا اسی حال میں وہ تاریک حجرہ غیر معمولی روشنی سے منور ہو گیا اور ایک نوجوان خورشید طلعت نے جو ایک حلّہ بہشتی پہنے ہوئے اور جواہر نگار تاج سر پر دھرے ہوئے تھے۔ خواجہ محمد ناصر کا وہ ہات پکڑ لیا جس میں رول تھا اور ارشاد کیا اے محمد ناصر یہ کیا جبر و ستم ہے جو تو اپنے نفس پر کرتا ہے تجھے معلوم نہیں ہے کہ تو ہمارا لختِ جگر ہے اور تیرے بدن کی چوٹیں ہمارے دل پر پڑتی ہیں اور تیری تکلیف اور اذیت ہمارے جد علیہ التحیۃ والثنا کو تکلیف اور اذیت پہونچاتی ہے زنہار زنہار اب ایسا نکرنا اور یہ محنت اور جفا تو نے اپنے اوپر کیوں انگیزی ہے۔ خواجہ محمد ناصر صاحب یہ جلوہ دیکھکر تھرّا گئے اور آپ نے دست بستہ عرض کی کہ حضور صرف اس غرض سے کہ عرفان الٰہی حاصل ہو جائے گا اور خواجہ محمد ناصر صاحب کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور جو دولت آپ کے سینہ میں تھی وہ خواجہ

محمد ناصر صاحب کے سینہ میں ڈالدی اور پھر اون بزرگوار نے حجرہ میں بیٹھ کر خواجہ محمد ناصر صاحب کو بیعت بھی کیا جو مراد اولیاء اللہ برسوں کی ریاضت اور محنت سے پاتے ہیں وہ آن کی آن میں خواجہ محمد ناصر صاحب کو حاصل ہو گئی۔ خواجہ محمد ناصر نے حیران ہو کر عرض کی حضور اپنے نام مبارک سے اس ناچیز کو آگاہ فرمایئے۔ فرمایا میں حسن مجتبےٰ بن علی مرتضیٰ ہوں اور نانا جان نے مجھے خاص اس لئے تیرے پاس بھیجا تھا کہ میں تجھے معرفت اور ولایت سے مالا مال کر دوں۔ یہ ایک خاص نعمت تھی جو خانوادہ نبوت نے تیرے واسطہ محفوظ رکھی تھی اس کی ابتدا تجھپر ہوئی ہے اور انجام اس کا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوگا ہم خوشی سے تجھے اجازت دیتے ہیں کہ اس نعمت سے تو جہان کو سیراب کر اور جو تجھ سے طالب ہو اوسکو فیض پہونچا تاکہ یہ سلسلہ پھیلے مگر یہ ساعت جو ابھی کچھ دیر اور باقی رہے گی نہایت ہی مبارک ہے۔ اسوقت تو جس شخص کو اپنے ہات پر بیعت کریگا اوسے بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہوگا اور قیامت تک اسکا نام آفتاب کی طرح دنیا میں چمکتا رہیگا۔

خواجہ محمد ناصر صاحب نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی روح پاک سے التماس کیا کہ حضور یہ طریقہ جو آپ نے اس خاکسار کو مرحمت فرمایا ہے اگر اجازت ہو تو اس کا نام طریقہ حسنیہ رکھا جائے اور اس نام سے اسے مشہور کیا جائے کیونکہ آپ کی ذات والا صفات سے خصوصیت رکھتا ہے حضرت امام حسن علیہ السلام کی روح مقدس نے اپنی انگلی دانتوں میں دبا کر فرمایا اے فرزند یہ اوروں کا کام ہے کہ اپنی نام و نمود کے لئے اپنے طریقہ کا نام بھی نرالا رکھیں اگر ہمکو اپنی شہرت جدا منظور ہوتی تو ہم دنیا کی زندگانی میں کوئی سلسلہ اپنے نام سے علیحدہ منسوب کرتے اور اُسے جدا شہرت دیتے۔ مگر ہم سب فرزندان رسول اللہ دریائے عینیت میں گم ہیں اور دریائے محمدیت میں غرق ہیں ہمارا نام محمد ہے ہمارا نشان محمد ہے ہماری ذات ذات محمد اور ہماری صفات صفات محمد ہیں اسلئے

اس طریقہ کا نام محمدیہ طریقہ ہے جسے لیکر دنیا میں محمد علیہ السلام آئے تھے ہم نے اس طریقہ میں اپنی طرف سے کچھ گھٹایا بڑھایا نہیں ہے۔ ہمارا سلوک سلوک نبوی اور ہمارا طریق طریق مصطفوی ہے اگرچہ تم اپنی مراد کو پہونچ گئے ہو اور تمہیں کسی شیخ اور استاد کی حاجت نہیں ہے مگر چونکہ دنیاوی زندگی میں بیعت کرنی بھی ایک سنت محمدیہ ہے اس لئے تم عالم ظاہر میں بھی کسی بزرگ سے بیعت کر لینا تاکہ حجت اللہ اور حجت مومنین پوری ہو جائے اور طریقت شریعت کے خلاف نہ سمجھی جائے۔ اس تعلیم و تلقین کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کی روحانیت عالم بالا کو چلی گئی۔ خواجہ محمد ناصر صاحب نے مسجد کے حجرہ میں بیٹھے بیٹھے یہ نعمت حاصل کی تھی اور آپ کے گھر میں سب آپ کے غم میں رو پیٹ رہے تھے کیونکہ سات رات سات دن حجرہ کو بند ہوئے گزر لئے تھے اور آپ کے کھانسنے کھنکارنے کی آواز بھی نہ آتی تھی۔ رہ رہ کر یہ وہم ہوتا تھا کہ خدانخواستہ دشمنوں کا انتقال تو نہیں ہو گیا سب سے زیادہ بیقرار آپ کے منجھلے صاحبزادہ خواجہ میر درد صاحب تھے۔ جن کی عمر تیرہ برس سے زیادہ نہ تھی آپ کو اپنے والد بزرگوار سے دلی تعلق تھا۔ جس دن سے خواجہ محمد ناصر صاحب حجرہ میں داخل ہوئے تھے آپ کے حجرہ کے دروازہ پر بیٹھے دن رات پہرا دیتے تھے اگر رات کو کسی وقت نیند آجاتی تو حجرہ کی چوکھٹ پر اپنا سر رکھ کر زمین پر پڑ رہتے اور گھڑی دو گھڑی میں ہوشیار ہو کر پھر بیٹھ جاتے اور خیال فرماتے کہ ایسا نہ ہو ابا جان کسی ضرورت سے مجھے پکاریں اور میں پڑا سوتا ہوں کھانا پینا آپ نے بھی چھوڑ دیا تھا جب کھانے کا وقت ہوتا اور آپ محل میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس نہ جاتے تو وہ بیتاب ہو جاتیں کسی عزیز یا ماما سے کہتیں ذرا خواجہ میر کو تو باہر سے پکڑ لاؤ آپ جب گھر میں آتے تو انھیں دیکھ کر دھاروں روتیں اور فرماتیں بھلا بیٹا تمہارے باپ نے تو دنیا کو خوب سا برت کر اور سب طرح کے عیش آرام اوڈھا کر پکی عمر میں چھوڑا تم ایسے کہاں کے وہ آگئے جو

تیرہ برس کی عمر میں فقیر ہوئے جاتے ہو اور تو اور کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں فاقہ کرتے کرتے میرے لعل کی رنگت زرد پڑی جاتی ہے لو آؤ میرے سامنے بیٹھ کر کھانا کھالو میں پنکھا جھلتی جاؤں گی خواجہ میر درد صاحب ناچار کھانے کے لئے بیٹھ جاتے۔ مگر آنکھوں سے زار و قطار آنسو ٹپکتے اور آخر کہدیتے۔ بی اماں جان ماریئے یا چھوڑیئے میرے منہ میں تو بغیر ابا جان کے نوالہ چلتا ہی نہیں۔ جس طور سے خواجہ میر درد صاحب کو خواجہ محمد ناصر سے دلی محبت تھی اسی طرح خواجہ محمد ناصر صاحب کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور کلیجہ کی کور خواجہ میر درد صاحب بھی تھے۔ یہی سبب تھا کہ جس وقت حضرت امام حسن علیہ السلام نے خواجہ محمد ناصر صاحب سے فرمایا کہ اس ساعت سعید میں جس شخص کو تو مرید کرے گا اوسکا اور تیرا نام تمام عمر آفتاب سے زیادہ روشن رہیگا اور تا قیامت اوسے دنیا یاد کرے گی۔ خواجہ محمد ناصر صاحب کو خیال آیا کہ اسوقت میرا منجھلا یعنی میر درد میرے پاس ہوتا تو میں اسے بیعت کرکے یہ نعمت محمدیہ سینہ میں ڈالدیتا مگر وہ تیرہ[۱۳] برس کی نوجوان ہے اس وقت یہاں کہاں اپنی ماں کے پاس محل میں پڑا سوتا ہوگا۔ خیر میں محل میں جاکر اوسے لاؤں اور مراد کو پہونچادوں۔ یہ سوچ کر آپ نے حجرہ کا دروازہ کھولا اور حجرہ کے دروازہ کے نیچے جو سیڑھی پر پاؤں رکھا تو یہ معلوم ہوا کوئی شخص پڑا سوتا ہے اور پاؤں اوس کے سر پر پڑا ہے مگر اندھیرا گھپ تھا اس لئے کچھ دکھائی نہ دیا آپ نے فرمایا کون سوتا ہے۔

سونے والا۔ حضور میں ہوں خواجہ میر یہ کہکر خواجہ میر درد تڑپ کر کھڑے ہوئے اور آداب بجالائے اور اپنے پیارے باپ کو زندہ دیکھ کر خوشی کے جوش میں رونے لگے۔

خواجہ محمد ناصر صاحب۔ جانمن روتے کیوں ہو۔ خدا نے ہمیں ایک خاص عنایت سے عزت بخشی ہے۔ حجرہ میں آؤ خواجہ میر درد صاحب اپنے والد ماجد

کے سات حجرہ میں تشریف لے گئے اور خواجہ محمد ناصر صاحب نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی روحانیت کے قدم رنجہ فرمانے اور دست فقر عطا کرنے کا سارا قصہ بیان کیا۔ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی اتنا ہی سنا تھا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی روح پاک تھوڑی دیر میں تعلیم فرماکر خواجہ محمد ناصر صاحب سے رخصت ہو گئے تھے مگر خواجہ میر درد صاحب علم الکتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جد نا امام حسن علیہ السلام کی روح مقدس سات دن تک میرے والد ماجد کے پاس حجرہ میں رہی اور سلوک محمدیہ خالصہ کا تکملہ کرواکر جنت الفردوس کو سدھاری۔ زہے نصیب ایسے مرشد کامل کے اور زہی قسمت خواجہ محمد ناصر صاحب جیسے مرید خاص کی جنہوں نے سات شبانہ روز اسرار معرفت سکھائے اور انہوں نے سیکھے۔ خواجہ محمد ناصر صاحب نے اوس وقت خواجہ میر درد صاحب کو اپنا مرید کیا اور محمدیت خالص کے فیضان سے آپ کا سینہ عرش اعظم بنا دیا اس حال کو خواجہ میر اثر صاحب نے اپنی کتاب بیان واقع میں بھی تحریر فرمایا ہے۔ اسکا یہاں لکھنا مناسب ہے۔

فیض خاصے یافت از روح حسن | تخم آں را کشت اندر ایں چمن
ہفت روز و شب میاں حجرہ بود | پیش چشمش عالمے دیگر کشود
گشت نازل عالم روحانیاں | در شہادت خارج از وہم و گماں
ہمچناں بر یک عبادت باوضو | اندریں مدت نشستہ قید او
جز برائے پنج مکتوبی نماز | گہ در حجرہ نمی فرمود باز
گوش چوں صوت اقامت می شنود | آمدہ بیروں امامت می نمود
چوں صلوۃ فرض را دادے سلام | می شد اندر حجرہ نے حرف و کلام
آشنائے خواب و خور اصلا نشد | ملتفت سوئے دگر اشیاں نشد
گوئیا او قید جسمانی نبود | جز ظہور نور رحمانی نبود

روز ہفتم چونکہ در را باز کرد | پور خود را واقف این راز کرد
صادق آمد راست بروے این خبر | آنکہ می باشد پسر مہ پدر
کامیٔ سعادتمند بشنو این سخن | داشت تشریف شریف این حسن
این سبب پیوستہ بودم در نماز | حسب حکم عالیش کردم نماز
نسبتے خاصے عنایت کردہ است | راہ پیغمبر ہدایت کردہ است
امر شد تا دعوت امت کنم | خلق را برامر حق دعوت کنم

دین ما دین محمد ہست وبس
خالص آئین محمد ہست وبس

یہ قصہ بردہ کی نالہ کا ہے بڑہ کا نالہ ایک محلہ کا نام تھا جو اس شاہجہان آباد کے باہر پہاڑ گنج سے جانب غرب آباد تھا اس محلہ میں تمام سادات خوافیہ رہتے تھے اور سید محمد صاحب قادری جو خواجہ میر درد صاحب کے نانا جان تھے اور انکا لقب میر عمدہ تھا۔ اس محلہ کے پاس ایک نالہ بھی تھا اس لئے اس محلہ کا نام نالہ اور میر عمدہ صاحب کے نام کے سات ملکر میر عمدہ کا نالہ مشہور ہو گیا تھا۔ پھر کثرت استعمال سے بگڑ کر بیر مدہ کا نام کہلانے لگا اسی محلہ میں نواب روشن الدولہ کا فیل خانہ اور شتر خانہ۔ اور طویلہ اور دیوان خانہ اور زنانہ محل تھے اور اسی محلہ میں یہ حضرات بستے تھے اور خواجہ محمد ناصر صاحب اور آپ کی اولاد کی پیدائش بھی اس محلہ کی تھی اس محلہ کا نام پھر برف خانہ ہو گیا تھا اب یہ محلہ ویران ہو گیا ہے اور اسکا نشان بھی باقی نہیں ہے۔ اسی محلہ کے متصل خواجہ محمد ناصر صاحب کے بزرگوں کی ہڑواڑ تھی جس میں سوائے روشن الدولہ صاحب کے اور تمام بزرگ اور خواجہ محمد ناصر صاحب کے خسر سید محمد قادری اور اونکی والدہ وغیرہ اور آپ کی والدہ اور نانی دادی صاحبہ سب مدفون ہیں مگر اب فقیر فراق اونکا پتہ نہیں لگا سکتا ہے۔ کیونکہ صدیاں گزر گئیں

اور زمانہ کے انقلاب نے قصر و ایوان کو اجاڑ کر ویرانہ اور ویرانوں کو کاشانہ بنا دیا ہے
جب خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب کی درویشی اور کمالات کا شہرہ
ہوا تو بادشاہ وقت نے بردہ کے نالہ پہونچکر دونوں صاحبوں کی زیارت کی اور کہا
آپ اس ویران مقام کو چھوڑ دیجے مگر آپ نے پسند نہ فرمایا کیونکہ اوسوقت تک
شاہجہاں آباد میں آکر بسنا سادات اور مشائخ معیوب سمجھتے تھے اور کہتے تھے یہی وہ
شہر ہیں بادشاہی چھاونی ہے چھاونیوں میں شریف اور اون کی بہو بیٹیوں کا کیا کام
مگر چند ہی روز میں ہندو اور مسلمان رعایا پرانی دلی کو چھوڑ کر شاہجہاں آباد میں آگئی
اور پرانی دلی میں آلو بولنے لگا۔ جن بازاروں میں رات دن کٹورہ بجتا تھا وہاں گیدڑ
آکر رہنے لگے اور بہیروں الاپنے لگے مگر جو وضع دار لوگ تھے اپنے محلوں میں آباد تھے۔
اونھیں سخت تکلیف ہونے لگی سقہ نہیں جو پانی لائے حلال خوری نہیں جو کمائے بنیے
بقال کنجڑہ قصائی نہیں جو کھانے پینے کا سامان ملے اب ناچار ہوکر سادات اور مشائخ
بھی شاہجہاں آباد میں آئے۔ اورنگ زیب کی بہو

مہر پرور بیگم جو خواجہ میر درد صاحب کی مرید اور معتقد تھی نہایت مصر
ہوئی اور اس نے اس قدر التجا کی کہ آپ ناچار ہوگئے اور آپ نے شاہجہاں آباد
کی سکونت کا وعدہ کر لیا مگر یہ فرمایا کہ ہم تمہاری لال حویلی یا شاہجہاں آباد کے کسی
امیرانہ محلسرا میں جاکر ہرگز نہیں رہیں گے جیسے جھونپڑہ ہمارے اس بردہ کے نالہ
میں بنے ہوئے ہیں ویسے ہی مکانوں کی ہمیں نئے شہر میں بھی ضرورت ہوگی۔ مہر پرور
نے کہا بہتر ہے حضور کی مرضی کے خلاف نہیں کروں گی اور بیگم موصوفہ نے چیلوں کے
کوچہ میں زمین کا ایک قطعہ لیکر نو مکان چھوٹے بڑے اور ایک بارہ دری جس کے
آگے بہت بڑا صحن تھا اور ایک مسجد تیار کروائی آٹھ مکان آپ کے عزیز اور آپکے
بال بچوں کے لئے تجویز کئے اور نواں مکان بارہ دری کے پہلو میں آپ کے تخلیہ کیلئے

بنوایا اور وہ آپ کو بردہ کے نالہ سے ان مکانوں میں شاہجہاں آباد کے اندر لے آئے
یہ خواجہ صاحب کی سکونت کا حال یہاں بطور جملہ معترضہ کے لئے لکھدیا ہے ورنہ سلسلہ
کلام یہ ہے کہ جس شب کو خواجہ محمد ناصر حضرت امام حسن علیہ السلام کی بیعت سے مشرف
ہوئے اور آپ نے اپنے صاحبزادہ خواجہ میر درد صاحب سے طریقہ محمدیہ میں بیعت لی ہے
اوس کی صبح کو بردہ کے نالہ ایک شخص مسلمان پہونچا جس کے سات ایک زنانی ڈولی
بھی آیا اور اوس نے لوگوں سے پوچھا خواجہ میر درد صاحب کا مکان کونسا ہے بردہ کے
نالہ والوں نے کہا یہاں اس نام کا کوئی شخص نہیں رہتا ہے کہا وہ ولی اللہ اور مشہور
بزرگ ہیں محلہ والوں نے پھر یہی جواب دیا کہ یہاں نہ کوئی بزرگ رہتے ہیں نہ ولی اللہ
مگر وہ شخص تکرار کے سات پوچھے جاتا تھا۔ سوچتے سوچتے ایک محلہ والے نے کہا
بھائی ولی اللہ یا بزرگ تو خواجہ میر درد یہاں ہیں نہیں البتہ ایک سیدزادہ یہاں
ضرور رہتا ہے جس کا نام خواجہ میر ہے اور اس کی عمر ۱۳-۱۴ برس سے زیادہ نہیں
ہے اوس نے کہا جی ہیں اونھیں خواجہ میر درد کو پوچھتا ہوں۔ لوگوں نے آپ کے
مکان کا پتہ دیا اور وہ شخص آپ کے مکان پر آیا اور اوسے معلوم ہوا کہ آپ اور آپکے
والد بزرگوار مسجد میں تشریف رکھتے ہیں۔ وہ شخص مسجد میں آیا اور سلام کرکے مودب
بیٹھ گیا۔ خواجہ محمد ناصر صاحب نے اُس شخص سے فرمایا آپ کون ہیں کہاں سے تشریف
لائے ہیں اوس نے کہا میں شاہجہاں آباد کا رہنے والا ہوں میرا قصہ یہ ہے کہ میری
زوجہ منکوحہ بہت خوبصورت اور حسین ہے اور مجھے اوس کے سات دلی محبت ہے
برس دن سے وہ سل اور دق میں مبتلا ہے۔ سوکھ کر کانٹا ہوگئی اور ضعف کے مارے
کروٹ بھی نہیں لے سکتی ہے۔ شہر کے سارے حکیموں نے اوسے جواب دیدیا ہے اور
ان کا جواب سنکر میرے دل میں بڑا اضطراب پیدا ہوگیا ہے۔ راتوں کو روتا رہتا ہوں
اور دعا کرتے کرتے دن نکال دیتا ہوں۔ آج رات کو بھی درود شریف پڑھتے پڑھتے

اور دعا مانگتے مانگتے صبح تک جاگتا رہا مگر یکایک مجھپر غنودگی طاری ہوئی اور میں نے ایسا ایک بزرگ جنکی عمر ہیں پچیس برس سے زیادہ نہیں ہے نورانی لباس پہنے میرے سرہانے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں اے شخص تو اتنا کیوں بیقرار ہے۔ تیری بیوی خواجہ میر درد کی دعا سے اچھی ہوجائے گی۔

مین نے کہا خواجہ میر درد صاحب کون بزرگ ہیں اور کہاں رہتے ہیں اون بزرگ نے فرمایا وہ ہمارے فرزند دلبند ہیں اور بردہ کے نالہ شہر سے باہر رہتے ہیں۔ یہ ماجرا دیکھکر میں ہوشیار ہوگیا اور اپنے تمام مکان کو معطر پایا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ میرا خواب سچا ہے۔ اور یہ غیبی بشارت ہے باقی رات کاٹنی مجھے دو بھر ہوگئی اور صبح ہوتے ہی میں بیوی کو ڈولی میں ڈال کر چلدیا اور اس کی ڈولی مسجد کے دروازہ کے باہر رکھی ہے عند اللہ اوس کے لئے دعا فرمایئے اور کچھ تعویذ گنڈہ عنایت کیجئے۔ خواجہ میر درد صاحب نے تو یہ قصہ سنکر اپنی گردن نیچی کرلی مگر خواجہ محمد ناصر صاحب نے مسکرا کر اوس شخص سے دریافت کیا کہ اون بزرگ کی شکل صورت کیسی تھی اوس شخص نے جب حلیہ بیان کیا تو وہی تھا جو شب کو آپ حضرت امام حسن علیہ السلام کا جمال دیکھ چکے تھے۔

اوس طالب سے خواجہ محمد ناصر صاحب نے کہا آپ بیٹھئے اور خواجہ میر درد صاحب سے فرمایا برخوردار تم نے اپنے دادا جان کی نوازش دیکھی خدا کا شکر بجا لاؤ اور مریضہ کیلئے دعا کرو اور کچھ تعویذ بھی لکھدو۔ خواجہ میر درد صاحب نے فرمایا حضور مجھے تو تعویذ لکھنا نہیں آتا خواجہ محمد ناصر صاحب نے فرمایا اللہ کا نام تمہیں یاد ہے اس سے بڑھ کر اور تعویذ کیا ہوگا یہی لکھدو الغرض وہ طالب تعویذ لیکر گھر گیا اور اس کی بیوی اچھی ہوگئی اور آپ حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب کے فقر اور باطنی کمالات کی شہرت دلّی سے بنگالہ اور تمام ہندوستان میں پہونچی۔ ایک عالم آپ کا گرویدہ ہوگیا چونکہ جناب امام حسن علیہ السلام کا ارشاد تھا کہ عالم ظاہر میں کسی کامل فقیر سے بیعت کرلینا اس لئے آپ کو مرشد کامل کی

تلاش ہوئی اور ساتھ ہی یہ دھیان آیا کہ ہم خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ کی
اولاد میں ہیں اس لئے ہمیں اپنے بزرگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اپنے گم کردہ سلسلہ
درویشی کو پھر ڈھونڈ کر حاصل کرنا لازم ہے۔ پرکھنے اور جستجو سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ گلشن
صاحب مجددی نقشبندی اسوقت دہلی میں سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت کامل رکھتے ہیں
اپنا آبائی سلسلہ انسے سیکھئے چنانچہ آپ اون کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپنے اونسے
بیعت کی درخواست کی۔ شاہ صاحب نے جو کچھ اس کے جواب میں ارشاد کیا وہ ہم
دوسرے جام میں لکھتے ہیں۔

دوسرا جام

حضرت شیخ سعد اللہ صاحب عرف شاہ گلشن صاحب مجددی نقشبندی حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب کے پیر صحبت اور فن شعروشاعری کے اوستاد رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمد ناصر صاحب نے حضرت شاہ گلشن صاحب سے طریقہ محمدیہ کے حاصل ہونے
اور اپنے جد اعلیٰ حضرت امام حسن علیہ السلام کی بیعت کا حال آپ پر ظاہر کیا تو آپنے خواجہ
محمد ناصر صاحب کا بڑا ادب کیا اور فرمایا اول تو آپ ہمارے صاحبزادہ خواجہ بزرگ سیدنا
بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے پھر جناب امام حسن علیہ السلام کے
ادب سے میری کیا مجال ہے کہ میں آپ کو اپنا مرید بناؤں تیسرے آپکے دادا جان
جب ایک اُن میں آپ کو فقر محمدیہ کی نعمت عطا فرما چکے ہیں تو اس پر کسی اور نسبت کا
رنگ چڑھنا مشکل مگر چونکہ آپ مرشد زادہ ہیں میں آپ کے فرمودہ کو ٹال بھی نہیں سکتا

ہوں مجھے جو کچھ آتا ہے میں بغیر بیعت کے آپ کو بتا دونگا اور کیا عجب ہے کہ کچھ مدۃ میں کوئی مشورہ نیک میں آپ کو دوں آپ گاہ گاہ فقیر خانہ پر تشریف لایا کیجیئے۔ علاوہ اس کسب درویشی کے آپ صاحب مذاق شعر و شاعری کے بھی ہیں اور فقیر بھی موزوں طبع ہیں نظم و نثر کی مشق بھی ہو گی خواجہ صاحب نے شاہ صاحب کے اس مشورہ کو دل وجان سے پسند کیا اور آپ کی صحبت میں داخل ہو گئے اور اب معلوم ہوا کہ تمام امیرزادہ بادشاہزادہ اور شاہجہاں آباد کے علما فضلا حکما شعرا ادنی اعلی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے ہیں میرزا عبد القادر بیدل تخلص آپ کے پاس مودب بیٹھتے ہیں اور شمس ولی اللہ جو ولی تخلص کرتے ہیں جنھیں ابحیات میں میرے اوستاد شمس العلما آزاد دہلوی نے اُردو کا باوا آدم کہا ہے حضرت شاہ صاحب کے مرید ہیں اور شاگرد بھی۔ مگر اوستاد نے جو یہ لاعلمی ظاہر کی ہے کہ نہیں معلوم ولی کس امر میں شیخ سعد اللہ گلشن اسد کے شاگرد تھے یہ حضرت کی لاعلمی بالکل بجا ہے کیونکہ جس امر میں وہ شاہ گلشن صاحب کے شاگرد ہوئے تھے وہ امر اوس زمانہ میں شاہجہاں آباد والوں کی نظر میں بہت سبک تھا۔ ولی صاحب ریختہ گوئی میں شاہ گلشن صاحب کے شاگرد ہوے تھے ولی اللہ بالیقین احمد آباد گجرات کے رہنے والے تھے اور شاہ وجیہہ الدین علوی رحمۃ اللہ علیہ سے اونکا نسبی واسطہ تھا۔ شاہ وجیہہ الدین صاحب علوی کا نسب محمد عریض ابن امام ہمام محمد جواد قدس سرہ العزیز سے علی مرتضی علیہ السلام تک پہونچتا ہے۔ شاہ وجیہہ الدین علوی کے مورث سید بہاؤ الدین اعلی سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں عرب سے گجرات میں تشریف لائے تھے۔ چونکہ ولی کی طبیعت موزوں تھی مگر فارسی زبان دانی اونکی چونکہ اس قابل نہ تھی کہ وہ اپنے ہمسروں کے سات بیٹھ کر بیدل یا خواجہ محمد ناصر صاحب کی طرح فارسی غزل سرائی کریں اسواسطے اونہوں نے شاہجہاں آباد کے اردو بازار کی بولی میں غزل گوئی شروع کی حضرت

شاہ گلشن صاحب کو اصلاح دینی کیا مشکل تھی کیونکہ فارسی زبان کے سامنے اردو
بیچاری کیا چیز تھی ان کے اس ایجاد کی دلی یا شاہجہاں آباد میں دہوم مچگئی اور لوگوں
نے غور سے ان کے کلام کو سنا اور تعجب سے کہا کہ اللہ اللہ اردو بازار کی بولی کو بھی
اب یہ دن لگے کہ فارسی عربی کے مقابلہ میں بن سنور کر مشاعروں میں آنے لگی یہ کہدینا
کہ چونکہ ولی کے دیوان میں شہر سورت کی تعریف لکھی ہوئی ہے اس لئے قیاس ہوتا
ہے کہ ولی دلی آنے سے پہلے اردو میں شعر کہنے لگے تھے۔ مگر یہ قیاس سراسر غلط ہے
اگر حضرت ولی شہر دہلی کبھی آتے ہی نہیں اور دلی میں آکر نہ رہتے سہتے اور حضرت شاہ
گلشن صاحب کے مرید اور شاگرد نہوتے اور ان کا دیوان جلد بندھا بندھایا آجاتا تو البتہ
ہم اسے انکی کرامت کیا معجزہ مان لیتے اور آج ہم دلی والے اردو زبان میں اونکے شاگرد
سمجھے جاتے مگر جبکہ اردو بازار ہماری دلی میں تھا جبکہ ولی مدتوں دلی میں رہے جبکہ وہ
حضرت شاہ گلشن کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے پھر اردو کی ابتدا گجرات یا دکن سے کیونکر
مانی جائے گی دوسری دلیل اردو زبان کی دہلی کے سات خصوصیت کی یہ ہے کہ
اردو کے ایجاد سے اسوقت تک تین سو برس کا زمانہ گزر گیا ہے احمد آباد گجرات کا
آنا جانا دلی سے ریل موٹر میں بہت آسان ہے لوگ آتے بھی ہیں جاتے بھی ہیں مگر
احمد آباد والوں میں سے کسی ایک کو بھی اردو ایسی نہیں آئی جیسی غالب مومن ذوق
شاہ نصیر وغیرہ دلی کے شاعروں کو آئے احمد آباد گجرات سے اردو زبان کا کوئی لگاؤ
یا واسطہ نہیں ہے اردو یا ریختہ گوئی کا ایجاد جو ولی نے کیا وہ محض حضرت شاہ گلشن
صاحب کا فیضان تھا۔ یہ بھی غلط ہے کہ ولی صاحب اورنگ آباد دکن کے رہنے والے
تھے دکنی او نہیں محض اسلئے کہا گیا ہے کہ شاہی زمانہ میں گجرات بھی دکن کے صوبہ کے
سات منسوب تھا۔ اسلئے سارا گجرات دکن میں شمار کیا جاتا تھا جیسا کہ غدر ۱۸۵۷ء
کے بعد دلی صوبہ پنجاب میں داخل کردی گئی تھی شاہ وجیہہ الدین صاحب علوی کا

کوئی خاندانی آدمی اورنگ آباد دکن میں نہیں جاکر رہا اور نہ اب شاہ وجیہہ الدین صاحب علوی کی اولاد میں کوئی اورنگ آباد میں رہتا ہے۔حضرت شاہ وجیہہ الدین صاحب علوی جلال الدین اکبر کے ...... عہد میں تھے اور حضرت خواجہ محمد غوث گوالیاری سے بیعت رکھتے تھے اور خواجہ محمد غوث گوالیاری صاحب اور شیخ علی متقی صاحب کا جھگڑا معراج نامہ کے متعلق جو ہوا وہ مشہور رہا ہے۔

شاہ وجیہہ الدین صاحب علوی کو جلال الدین اکبر نے اپنے دربار میں بھی بلایا تھا اور اس بلانے کی وجہ یہ تھی کہ جب عزیز میرزا کو کلتاش کو اکبر نے فتح پور سے ۹ دن کے بخار میں احمد آباد پہونچکر باغیوں سے بچایا تو عزیز میرزا نے شاہ وجیہہ الدین کی یہ شکایت کی کہ انہوں نے باغیوں کو اپنے گھر میں پناہ دی اور ان کا مال اسباب اپنے ہاں رکھا۔شہنشاہ اکبر نے شاہ صاحب کو طلب کیا اور پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔شاہ صاحب نے فرمایا میں خوب جانتا تھا کہ حضور کا اقبال باغیوں کو بغیر تباہ کئے نہ چھوڑیگا اس لئے میں نے پرانی راہ رسم کو دس پانچ دن کے لئے توڑنا مصلحت نہ سمجھا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انہوں نے اپنے کئے کی سزا پائی شاہنشاہ نے شاہ وجیہہ الدین کی سچ سچ باتوں کو بہت غور سے سنا اور آپ کو بڑے احترام سے رخصت کیا آپ نے ۹۹۸ ہجری کو احمد آباد میں ہی رحلت فرمائی اور محلہ خانپور میں دفن ہوئے۔آپ کی خانقاہ بہت اچھی بنی ہوئی ہے۔فقیر فراق نے آپ کے مزار کی زیارت کی ہے۔آپ کی خانقاہ کے صحن میں ایک حوض ہے جو پانی سے لبریز رہتا ہے اور حوض کے کنارہ ناریل کا آدھا چھلکا پیالہ کی صورت میں رکھا رہتا ہے۔طالب علم آتے ہیں اور اس ناریل کے پیالہ سے حوض کا پانی پی جاتے ہیں۔سنا ہے اس پانی کی برکت سے ذہن کھل جاتا ہے اور طالب علم ذکی ہوجاتا ہے اس ناچیز فراق نے بھی چند قطرہ اوس آب حیات کے نوش کئے ہیں میں نے اس بات کو محض اسلئے طول دیا ہے کہ ناظرین

یہ نہ سمجھیں کہ فراق دہلوی نے سنے سنائے قصہ لکھدئے ہیں بلکہ حضرات معلوم فرمائیں کہ فقیر نے چل پھر کر چھان بین اور تحقیق کی ہے دوسرے یہ جتانا بھی منظور تھا کہ حضرت شاہ گلشن صاحب ایسے اوستاد باکمال اور بے نظیر پیر تھے جن کی تاثیر صحبت نے شمس ولی اللہ اور حضرت خواجہ محمد ناصر جیسے صوفی باخدا اور شاعر اور ناثر عالی درجہ بنادئے شاہ گلشن صاحب ایسے پرگو شاعر تھے کہ آپ کے دیوان میں دو لاکھ بیت کا اندازہ کیا جاتا ہے آپ عرصہ تک مکہ معظمہ میں رہے تھے اور متعدد حج کئے تھے اور مدینہ شریف میں روضہ اقدس پر حاضر رہکر برکات حاصل فرمائے تھے علم موسیقی کے بھی ماہر تھے علوم ظاہری میں بھی فضیلت رکھتے تھے۔ آپ گلشن اس لئے تخلص کرتے تھے کہ آپ کے اوستاد اور پیر حضرت شیخ عبد الاحد متخلص بہ وحدت کا لقب گل تھا حضرت شاہ گلشن صاحب کا دیوان میری نظر سے نہیں گزرا کچھ اشعار تذکروں میں اسکے پائے ہیں منجملہ اون کے دو تین شعر تیمناً و تبرکاً یہاں لکھے دیتا ہوں ؎

کلک من صورت کش صد معنی رنگیں رواست | گر کند گلشن تخلص بلبل طبعم رواست

ولہ

سخت جانان نیستند از چارہ سازاں کامیاب | مومیائی نفع کے بخشند شکست سنگ را

ولہ

بدر ش رفتہ سجدہ ہا کردم | منتِ پائے ماست بر سر ما

ولہ

من واہ و کمان شوخے کہ عالم کشتۂ نخچیرش | چو میل سرمہ جا در چشم دل ہا میکند تیرش

حضرت شاہ گلشن صاحب کا وصال ۱۱۴۰ھ ہجری کو ہوا

حضرت شاہ گلشن صاحب کو حضرت شیخ عبدالاحد بن حضرت خواجہ محمد سعید مجددی بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے بیعت تھی۔ شیخ عبدالاحد صاحب کا لقب گل تھا کیونکہ آپکے عارض رنگیں تازگی وخوشبو میں گلاب کے پھول جیسے تھے آپ کا تخلص وحدت ہے اسی گل کے پاس عقیدت سے شاہ گلشن صاحب نے گلشن تخلص کیا اور اسی گلشن کے لحاظ سے خواجہ محمد ناصر صاحب نے اپنا تخلص عندلیب رکھا کیونکہ جہاں گل وگلشن کی بہار ہو وہاں عندلیب کیوں نہو اس عندلیب کے لحاظ سے خواجہ میر درد صاحب نے اپنا تخلص درد رکھا عندلیب کے لیئے درد پیدا کرنا ضرور ہے اور اس درد کے خیال سے خواجہ محمد میر خواجہ میر درد صاحب کے چھوٹے بھائی نے اپنا تخلص اثر مناسب سمجھا تاکہ زمانہ کو معلوم ہو کہ درد میں اثر بھی ہوتا ہے ان تخلصوں کا پاس آپکی اولاد اور ذریات نے ابتک رکھا ہے جس کا ذکر موقع موقع سے آئیگا انشاء اللہ الناصر۔ خواجہ میر درد صاحب ان چاروں تخلصوں کو اپنی غزل کے ایک مقطع میں اسطرح ادا فرماتے ہیں۔

ے

درد از بس عندلیب گلشن وحدت شدست — جلوہ روئے گلے او را غزل خواں میکند

ایک مطلع میں خواجہ میر درد صاحب شاہ گلشن صاحب کے حال کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

ے

باغباں ہر جا کہ باشم خیر خواہ گلشنم — از فقیری بہرہ مند از فیض شاہ گلشنم

اور ایک مطلع میں خواجہ میر درد صاحب شاہ گلشن صاحب کا ذکر ادب سے لاتے ہیں۔

مطلع درد

از بسکہ عندلیب غزل خوان گلشن ست — صحن چمن چو صفحہ دیوان گلشن ست

پھر درد دل میں درد نمبر ۲۵ میں ارشاد کرتے ہیں۔

قدر این ناچیز را داند جناب عندلیب گرچہ جز کا ہے نیم اما گیا ہے گلشنم

ایک بیت الغزالی میں تحریر فرماتے ہیں۔

۵

بسکہ رنگین ست ہریک حرف موزونم چو گل در سخن سنجان سراپا جلوہ گاہ گلشنم

حضرت شاہ گل صاحب نقشبندی نسبت میں اپنے بزرگوں کی طرح کامل تھے ایک عورت کا لڑکا آپ سے مرید ہوکر مجذوب ہوگیا دیوانہ وار پھرا کرتا تھا اوس عورت کو اپنے بچہ کی باولے پن کا بڑا صدمہ تھا ایک روز وہ بکتی جھکتی حضرت شاہ گل صاحب کے مکان پر آکر کہنے لگی اوس بندی کے لال کو آپ نے ناحق باولا بنا دیا پھر وہ آپ کو کوسنے کاٹنے لگی اور آپ کی شان میں کچھ گستاخانہ لفظ اوس نے کہے۔ آپ نے اپنے مرید سے کہا یہ کیوں بک بک کر رہی ہے ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارو مرید نے تھپڑ مارنے میں تامل کیا عورت دہم سے زمین پر گری اور اس کی جان پرواز کر گئی آپ نے مرید سے کہا افسوس تونے اس عورت کی جان گنوائی اگر تو اس عورت کے منہ پر میرے کہنے سے تھپڑ لگا دیتا تو اس بے ادبی کا معاوضہ ہوجاتا اور اس کی جان بچ جاتی مگر جب تونے اوسکے سزا دینے میں دیر کی تو خدا نے اس گستاخی کا بدلہ اوس سے موت کے ساتھ لیا شاہ گل صاحب نے ایک کتاب **لطایف مدینہ** نام لکھی ہے اس میں اپنے والد بزرگوار خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ کی مدینہ شریف کی حاضری اور وہاں کے فیضان وغیرہ کا حال لکھا ہے۔

خواجہ محمد سعید صاحب کی ولادت ۵ شعبان ۱۰۰۵ھ میں پیدا ہوئے ۱۷ برس کی عمر میں ظاہری اور باطنی علوم حاصل کرکے آپ فاضل اور کامل ہوگئے تھے۔ آپ کو فن تجوید بھی خوب آتا تھا۔ آپ محدث بھی بہت بڑے تھے جب حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو کسی مسئلہ کی زیادہ چھان بین مدنظر ہوتی تھی تو خواجہ محمد سعید صاحب سے دریافت کیا کرتے تھے

جب آپ مدینہ میں حاضر ہوئے تو مسجد نبوی میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد ادا کرنے لگے حضور پر نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے قبر میں سے فرمایا العجل العجل انا منتظر الیک یعنی اے محمد سعید تم ہمارے پاس جلدی آؤ جلدی آؤ ہم دیر سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ اورنگ زیب عالمگیر کے بلانے سے دہلی تشریف لائے مگر آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور سرہند کی طرف چلے سنبھالکو کے مقام پر پہونچکر ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۰۷۰ھ ہجری کو آپ نے رحلت فرمائی اور نعش مبارک پینس میں سرہند لے گئے۔

تیسرا جام

خواجہ محمد ناصر صاحب عالم ظاہر میں حضرت قبلہ عالم خواجہ محمد زبیر نقشبندی مجددی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرتے ہیں

حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب نے کچھ دن بعد پھر حضرت شیخ سعد اللہ صاحب گلشن سے کہا کہ مجھسے حضرت امام حسن علیہ السلام کی روح پاک نے تاکید کی تھی کہ ظاہر میں بھی تم کسی بزرگ سے بیعت ضرور کر لینا اس لئے مجھے بے چینی رہتی ہے آپ اپنے مریدوں میں مجھے داخل فرمائیں شیخ صاحب نے فرمایا میں نے آپ سے پہلے دن کہہ دیا تھا کہ میں آپ جیسے کامل مکمل کو کیونکر بیعت کر سکتا ہوں مگر میری یہ رائے ہے کہ آپ ہمارے مرشد زادہ خواجہ محمد زبیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور میں آپ کو حضرت کی خدمت میں لئے چلتا ہوں اور شیخ سعد اللہ صاحب آپکو خواجہ محمد زبیر صاحب کے دولت خانہ پر لے گئے اور قبلہ عالم خواجہ محمد ناصر صاحب کو

دیکھ کر مسکرائے اور فوراً آپ کا ہات پکڑ کر بیعت کر لیا اور فرمایا آپ ہمارے صاحبزادہ ہیں ہمارے ہاں درویشی کا سلسلہ آپ کے جد بزرگوار خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ سے ہی پہونچا ہے اور خواجہ محمد ناصر صاحب کو اوسی وقت مرید کرنے کی اجازت بھی دیدی چونکہ خواجہ محمد ناصر صاحب حضرت امام حسن علیہ السلام کی توجہ سے روشن دل روشن ضمیر ہو چکے تھے اور مقام محمدیہ خالصہ کو طے فرما چکے تھے اس لئے اپ نے سلوک نقشبندیہ مجددیہ کو بہت آسانی سے چند ہی روز میں حاصل کر کے اوس میں کمال پیدا کر لیا۔ یہ معلوم کرنا ضرور ہے کہ حضرت قبلہ عالم **شیخ ابوالعلی صاحب** فرزند ہیں **حضرت حجۃ اللہ نقشبند ثانی رحمۃ اللہ علیہ** کے اور وہ بیٹے ہیں **حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز** کے اور حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم رضی فرزند ارجمند ہیں **حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ** کے۔ قبلہ عالم شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں ۵۔ ذیقعدہ سنہ ۱۰۹۳ ہجری کو پیدا ہوئے مگر آپ نے بیعت کی اپنے دادا حضرت حجۃ اللہ نقشبند ثانی رحمۃ سے اور اون کے جانشین بنے۔ آپ کی اصلی سکونت تو سرہند شریف میں ہی تھی مگر بادشاہان دہلی کے کہنے سننے سے دہلی میں بھی اکثر آپ رہتے تھے بعد حضرت مجدد الف ثانی کے قبلہ عالم ہی اس سلسلہ میں ایسے کامل گزرے جن کے فیض سے ہندوستان اور توران بھر گیا آپ کے لاکھوں مرید ہوئے اور ہزاروں ولی اللہ اور خلیفہ آپ کے نامی اور نامدار ہوئے آپ قطب وقت اور قیوم چہارم تھے چھوٹی سی عمر میں آپ نے کلام اللہ حفظ کر کے عربی کے علوم و فنون سب حاصل کر لئے تھے ریاضت کا یہ عالم تھا کہ دن کے بارہ گھنٹہ میں ۲۴ ہزار بار نفی و اثبات ادا کر لیتے تھے اور پندرہ ہزار بار اسم ذات حبس دم میں بلاناغہ روزانہ معمول تھا آپ بہت کم بولتے تھے اور زیادہ گوئی سے منع کرتے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد نماز اوابین میں ہر روز دس پارہ قرآن

پاک کے پڑھ لیتے تھے۔ تہجد کی نماز میں کبھی چالیس بار اور کبھی ساٹھہ بار سورہ یٰسین پڑھتے
تھے اشراق سے چاشت تک مراقبہ کرتے تھے اور چاشت کی نماز پڑھ کر مریدوں کو تکبیر
حلقہ کرتے تھے جس میں ادنیٰ اعلیٰ مرید یہانتک کہ محمد شاہ پیا اور لال قلعہ کے بے شمار
بادشاہزادے ہوتے تھے اور اسیطرح رات دن میں کوئی گھڑی کوئی دم آپ مجاہدہ
سے خالی نہ رہتے تھے کھانا پینا اور سونا برائے نام تھا ہر وقت یاد خدا سے کام تھا آپ کی
ظاہری شان وشوکت شاہانہ تھی۔ جب آپ محلسرا سے برآمد ہوتے تھے تو رستہ میں
مخمل اور کمخواب کا فرش کر دیا جاتا تھا۔ بادشاہزادہ اپنے دوشالہ اور جواہر نگار پگڑیاں
بچھا دیتے تھے کہ قبلہ عالم اس پر پاؤں رکھ کر چلیں آپ کی سواری کی دھوم اور تجمل
بادشاہ دہلی کی سواری سے کچھ کم نہوتا تھا۔ حضور نے اونسٹھ سال کی عمر پائی۔ شہر دہلی
کے محل مغلپورہ میں جو سبزی منڈی کا ایک جزو ہے۔ ۴ ذیقعدہ ۱۱۵۲ہجری کو محمد شاہ
پیا کے وقت میں رحلت فرمائی اور جنازہ آپ کا دہلی سے سرہند گیا جب آپ کے
جانشین اور پوتے حضرت شاہ افاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کا وقت
قریب آیا تو آپ نے اپنی اولاد اور مریدوں سے کہا دیکھو اسی مقام پر حضرت قبلہ عالم
خواجہ محمد زبیر صاحب کو غسل میت دیا گیا تھا میرے مرنے کے بعد اس لحد کو تم کھود کر
قبر بنانا اور اس میں مجھے دفن کرنا کیونکہ اس زمین کے اندر میری جد کی نہانے کی وجہ سے
بہت سی برکتیں اور کرامتیں پیدا ہو گئی ہیں جو میں اس کے اندر جا کر حاصل کرونگا۔ ایسا
ہی کیا گیا اور شاہ آفاق صاحب اوسی لحد میں دفن ہیں۔ حضرت قبلہ عالم کے ہات پر
خواجہ محمد ناصر صاحب کی بیعت سونے میں سہاگہ ہو گئی حضرت خواجہ محمد ناصر کو جو کچھ کمالات
اپنے جد امام حسن علیہ السلام کی اہلبیت سے حاصل ہوئے ہیں اونکے بیان کرنے سے
اس فقیر فراق کی زبان قلم عاجز ہے تاہم تیمناً وتبرکاً کچھ یہاں مذکور ہوتے ہیں تاکہ حضرات
صوفیہ اور علماء کو اندازہ ہو کہ آپ کی ولایت اور علمیت کس درجہ کی تھی۔

چوتھا جام

حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب کے ملفوظات

جز عہ

خدا بے نام اور بے نشان ہے حکیموں یا عالموں یا صوفیوں نے جو اللہ یا رحمن اس کا اسم ذات سمجھا ہے مصلحت سے کوسوں دور ہے کیونکہ اسم ذات کا خاصہ ہے کہ وہ ماہیت ذات کے لیئے دلیل ہوا کرتا ہے اللہ یا رحمن سے خدا کی کیا ماہیت ظاہر ہوتی ہے اگر خدا کی ماہیت معلوم ہو سکتی تو حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ما عرفناک حق معرفتک کبھی ارشاد نہ فرماتے اگر خدا کی ماہیت کسی نبی کو معلوم ہو جاتی تو وہ ہم کو بھی سمجھا جاتے اور فقیروں کو پھر اون جانگداز مجاہدوں کی کچھ حاجت نہ تھی مخلوق خالق کی ماہیت اور ذات کو نہیں معلوم کر سکتی تھی اسی لیئے مرشد برحق محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا تفکروا فی آلاء اللہ لا تفکروا فی ذات اللہ کیونکہ فکر و فراست سے بندہ خدا کی ذات اور ماہیت معلوم نہیں کر سکتا ہے اگر غور سے کام لیا جاتا تو سمجھ میں آجاتا کہ حدیث شریف میں جو خدا کے اسم اعظم کا ذکر آیا ہے اور اسم ذات آپ نے کبھی نہیں فرمایا ہے اس میں یہی حکمت ہے کہ خدا کی ذات و ماہیت لا معلوم ہے اور اسی لیئے حضور نے دعا میں فرمایا اللھم اسئلک باسم المکنون المخزون قرآن میں جو جابجا اللہ اور رحمن آیا تو حضرات یہی سمجھے کہ دونوں خدا کے اسم ذات خدا کا اصطلاحی نام ہے جو علما یا حکمائے نے رکھ لیا ہے ورنہ خدائے پاک نے بھی اپنے کسی نام کو اسم ذات نہیں کہا بلکہ فلہ الاسماء الحسنیٰ کہا فی الحقیقت اللہ یا رحمن یا قدوس یا اور جو اوسکے نام ہیں وہ سب صفاتی ہیں جنکے معنی قاموس صراح میں

مرقوم ہیں مگر جسکا آجتک نشان نہ ملا اوسکا ذاتی نام کوئی کیا جانیگا اور اس کی تعریف کس لغت و فرہنگ میں ملے گی۔ مگر بات یہ ہے کہ جس کی جیسی استعداد تھی اوسنے اوسیکے بھروسہ پر اوس بے نام و نشان کے نام قایم کر لئے ایک کی رائے ہے کہ خدا کے نام چار قسم کے ہوتے ہیں قدوسی۔ صفاتی۔ جمالی۔ جلالی۔ دوسرا کہتا ہے خدا کے نام تین جنس کے ہوتے ہیں۔ ذاتی صفاتی فعلی۔ صوفیہ کے علم اور ادراک میں جب طاقت پرواز نہ رہی تو اونہوں نے اپنے دماغ سے خدا کے متعدد نام تراش لئے وجود مطلق۔ لاتعین۔ احدیت مطلقہ۔ احدیت ذاتیہ۔ ازل الآزال غیب الغیب۔ وجود البحت۔ مجہول النعت۔ عین الکافور۔ ذات ساذج۔ منقطع الوجدان۔ غیب الہویت۔ عین المطلق۔ ذات بلا اعتبار مرتبہ الوہیت۔ عنقائے مغرب۔ ہستی بحت۔ عدم صرف معقول محض۔

عرب اسلام سے پہلے خدا کو ابوالمکارم اور ابیض الوجوہ کہتے تھے۔ عیسائی قومیں خدا کو یا ابا المسیح کہہ کر پکارتی تھیں حکماء نے خدا کا نام علت اولی رکھا مگر ہم محمدیان خالص یہ کہتے ہیں کہ اسماء توقیفیہ یعنی اوسکے نام سننے پر منحصر ہیں حضرت شارع علیہ السلام نے جو خدا کے نام ہمیں سنائے ہیں وہی مناسب ہیں اور جو لوگوں نے گھڑ گھڑ کر تجویز کر لئے ہیں اندیشہ ہے کہ اونکے مصنف اس دلیری سے پکڑے نجائیں اور ہمارے اس عقیدہ کے لئے یہ قرآن کی آیت کافی ہے وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ سیجزون ما کانوا یعملون۝

جرعہ

جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ واجب الوجود اور ممکن الوجود میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ واجب الوجود کو مرتبہ وجوبی من حیث الکلی اور ممکن الوجود کو مرتبہ وجوبی

من حیث الجزی حاصل ہے اور مرتبہ وجود عین ذات باری تعالیٰ ہے اور وہ ذات ہر شے میں جاری ساری ہے تو گویا تمام مخلوق من وجہ اوس کی ذات میں شریک ہے اور یہ سراسر بے ادبی اور گستاخی ہے ایسے عقیدہ کے لئے جابجا قرآن میں وعید آئی ہے ان اللہ لا یغفران یشرك به ویغفر مادون ذٰلك لمن یشاء ومن یشرك باللہ فقد ضل ضلالاً بعیدا دوسری آیۃ ومن یشرك باللہ فقد افتری اثماً مبینا اگر وحدۃ الوجود اسی مسئلہ کا نام ہے تو ہمارے صوفیہ نے ہدف نہیں مارا ان سے پہلے حکما ء یونان بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے اور اونھیں بھی اس عرفان کا دعویٰ تھا کہ ساری موجودات صرف ایک مرتبہ جود بحت سے پہچانی گئی ہے ہندؤں کے ویدانت کا بھی منشا یہی ہے سب کچھ وہی الشیر وہے کبیر داس بھی یہی مشرب رکھتے تھے اگر خدا تک رسائی اور خدا کی معرفت اسی معمولی اور موٹی بات تک محدود ہے تو پھر تمام انبیاء مرسلین اور اولیاء کاملین اور علمائے راسخین نے کیوں اپنی نادانی اور حیرانی کا عاجزی کے سات اقرار کیا ان مشرکین طریقت کے مقابلہ میں محمدیان خالص یہ کہتے ہیں کہ خداوند رب العزت کی ذات مقدس بیچون تمام عالم اور عالمیان سے مستغنی اور بے پرواہے اللہ غنی العلمین انما ادعوا ربی ولا اشرك به احداً یعنی ہم اوسی کی پرستش کرتے ہیں اور اس کے سات کسی اور کو شریک نہیں کرتے ہیں۔

جس ۱۳

حکیم اور صوفی کہتے ہیں حقیقت اور ماہیت اور ذات ایک ہی چیز ہوتی ہے یعنی وہ چیز کہ بغیر اوس چیز کے متصور نہو سکے خواہ وہ خارج میں ہو یا ذہن میں اسی کا نام ماہیت اور حقیقت اور ذات ہے مگر محمدیان خالص کے نزدیک ذات اوسے کہتے ہیں کہ وہ خود بخود قایم ہو اور اپنے قیام کے لئے کسی دوسرے کی محتاج نہو مگر ایسی بے نیازی اور بے پروائی سواے باری تعالیٰ کسی شے میں نہیں پائی جاتی اسلئے ذات کا

مرتبہ اور ذات کا اطلاق سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی پہ صادق نہیں آتا اسی لئے خدائے فرمایا ہے اللہ غنی وانتم الفقرا۔

جُن عنہٗ

گنتی کا ایک عدد جسے عربی میں واحد کہتے ہیں اوس میں کوئی دوسرا عدد نہ شامل ہے نہ داخل ہے مگر وہ موجد ہے اپنے سوا سب اعداد کا اوسے لیکر لاکھوں اور کروڑوں اور پدموں تک گنتے چلے جاؤ اُن سب میں اوس واحد کا تصرف ضرور پاؤگے اسی طرح واحد حقیقی میں کسی غیر کی اصلا شرکت نہیں ہے اور نہ کسی اور کی اوس میں مداخلت ہے مگر اوس کی صفت ایجاد سے جہان کا ایک ذرّہ بھی خالی نہیں ہے۔

جُن عنہٗ

خدائے پاک نہ عرض ہے نہ جوہر ہے نہ مصور ہے نہ مرکب ہے۔

جُن عنہٗ

ظہور صفات کا مرتبہ ظہور ذات کے مرتبہ کی رضا جوئی کیا کرتا ہے اسی لئے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اے محمد مرکز فرش سے عرش تک ہر شئے میری رضا کی جستجو میں ہے اور میں تیری رضا کا طالب ہوں۔

جُن عنہٗ

سدرۃ المنتہیٰ کا نام ہندی میں اجان ہے جس کے معنی ہیں نجانتا جب صوفی اس سرحد توحید تک پہونچتا ہے تو جان سے اجان ہوتا ہے عقل و فہم دونوں قاصر ہو جاتے ہیں۔

جُن عنہٗ

ولنفسک علیک حق یعنی تیرے نفس کا بھی تیرے اوپر تھوڑا سا حق ہے

اگر سوار اپنے گھوڑے کو دانہ گھانس نہ دے گا تو کمزور ہو جائے گا اور منزل پر کیونکر پہونچائیگا۔ صوفی اگر کھانا اچھا کھائے تو اوسے مجاہدہ بھی خوب کرنا چاہیئے۔

جُزِ عَدَد

جو بڑا مقبول اناج ہے تندرست تو تندرست یہ بیماروں کے لئے بھی نفیس غذا ہے آش جو کی تعریف سے حکیموں کی کتابیں بھری پڑی ہیں جو کی قدر و منزلت کو دیکھکر گیہوں جل گیا اور رشک کے مارے اوسنے اپنا سینہ چاک کر لیا چانول بھی جو کی آبرو سے شرمندہ ہو کر پانی میں ڈوب گیا اور اس ماتم میں اُس نے ایسا موٹا لباس پہننا اختیار کیا جو ٹاٹ سے بھی زیادہ سخت و درشت ہے۔

جُزِ عَدَد

نائب کی بیعت حقیقت میں منوب کی بیعت ہے جیسا کہ خدائے تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ ومن اوفیٰ بما عاھد علیہ فسیوتیہ اجراً عظیما ترجمہ اس لئے جو لوگ درویشوں کے ہات پر بیعت کرتے ہیں بموجب اس آیۃ رسول اللہ کے ہات پر بیعت کرتے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ کے ہات پر بیعت کرتے ہیں اونکے جنتی ہونے میں کیا شبہ ہے۔

جُزِ عَدَد

صوفی محمدی کو لازم ہے کہ پچھلی رات کو اوٹھ بیٹھے اور عبادات بدنی و نفسی اور جسمانی ریاضتیں بجالائے تہجد کی نماز قرات کو طول دیکر نہایت خشوع و خضوع سے پڑہے اور جس رات تہجد کی نماز قضا ہو جائے دن بھر اوسکا قلق کرے اور استغفار پڑہے بہت کھانا اور بہت سونا دینا اور آخرت کے معاملات خراب کر دیتا ہے مگر جو بہت سونے اور بہت کھانے کا عادی ہو گیا ہو اگر وہ انھیں چھوڑنا چاہے تو ایکدم سے نہ چھوڑے

آہستہ آہستہ دونوں میں کمی کرے تاکہ مزاج میں خلل نہ پیدا ہو دن میں دوپہر کو تھوڑی دیر سونا بہت مفید ہے۔ صبح کا اور شام کے قریب سونا بڑا ضرر پہونچاتا ہے۔ اگر کبھی زیادہ کھانے یا زیادہ پہننے یا اور کسی باعث سے طبیعت میں سستی پیدا ہو اور نیند غالب ہو تو ہم محمدیان خالص کی اصطلاح میں جس عمل کو اشارہ بیداری کہتے ہیں شروع کردے فوراً سستی اور نیند دور ہو جائیگی اور اگر اس عمل اشارہ بیداری کو صوفی بلاناغہ بجالائے گا تو آنکھوں کی روشنی بڑھ جائیگی۔ چہرہ ترو تازہ رہے گا۔ بدن کی اور پسینہ کی بدبو جاتی رہیگی اور اس کے علاوہ بہت سے نفع ظاہر ہو جائینگے جن کے لکھنے کی کچھ حاجت نہیں عاقل خود بخود سمجھ جائے گا کہ یہ اشارہ بیداری کی برکتیں ہیں۔ محمدی خالص کو لازم ہے کہ عمل صلوٰۃ دایمی۔ **تصفیہ بدنی۔ تصفیہ قلبی۔ تزکیہ نفسی۔ محافظت انفاس۔ دم کشی۔** جو قدیم صوفیہ کے پاس انفاس اور جوگیوں کے حبس دم سے الگ ہے اور جنھیں محمدیان خالص نے آیات قرآنی اور حدیث نبوی سے حاصل کیا ہے اپنے اوپر لازم کرلے اور وہ عمل دید و شنید جو صوفیہ کے معاملہ مشاہدہ سے جدا اور جوگیوں کے انہد سے بالکل علیحدہ ہے پابندی کے سات کرے اور خطروں اور وسوسوں کے روکنے کے لئے اور دریافت حقیقت اور دریافت نیّت اور ارادوں کی آگاہی کے لئے اور صحت بدن جمعیت باطن اور چہرہ کی نورانیت اور اخلاق کی درستی اور کشف کونی اور خطرات قلبی وغیرہ کے معلوم کرنے کے واسطہ اور نہ امور عجیبہ وغریبہ کے حصول کے لئے جو سیر انفسی و افاقی سے تعلق رکھتے ہیں یہ بارہ عمل اپنے اوپر لازم جانے۔ بارہ عمل کے یہ نام ہیں۔

کشادن۔ بستن۔ برخاستن نشستن۔ برآوردن۔ درآوردن گرفتن۔ گذاشتن سنجیدن۔ پیمودن۔ کندن۔ پیوستن۔

جماعت

پانچوں فرض نمازیں جماعت کے سات مسجد میں ادا کرنی چاہئیں کیونکہ جماعت
میں سے اگر ایک شخص کی نماز قبولیت کے لایق ہوتی ہے تو اوس کی برکت سے
اوروں کی نماز بھی قبول کر لی جاتی ہے دوسری برکت جماعت کی نماز میں یہ ہے کہ جن
لوگوں کا دل نماز میں نہیں لگتا ہے اور وہ رکوع اور سجود بے خبری اور غفلت میں
کرتے ہیں جماعت کے سات اونکے دل میں بیداری پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خواہ مخواہ
ہوش کے سات نماز پڑھنے لگتے ہیں اور ایسی نماز اونھیں جنت میں پہونچا دیتی ہے
اور نماز میں ان بارہ امور کا لحاظ محمدی خالص کو لازم ہے۔ فرمان برداری۔
عدم فرمان برداری۔ امید بیم تعظیم تحقیر یاد۔ فراموشی۔ رنج
راحت۔ می بینم۔ می بیند۔ فرماں برداری سے یہ مراد ہے کہ بندہ نمازی یہ خیال
کرے کہ میں خدا کے حکم بجا لاتا ہوں اور اوسکے رسول کے حکم بجا لاتا ہوں اور میں نافرمانی
کرتا ہوں اپنی طبیعت کی برائیوں کی اور نفس کی اور شیطان کی امید و بیم سے یہ
مراد ہے کہ میں نجات کی امید کرتا ہوں اور مغفرت کی اور دولت آخرت کی اور طلب
اور قرب الہی کی اور میں ڈرتا ہوں دوزخ سے آخرت کے عذاب سے خدا کے
قہر و جلال سے خدا کی مہجوری اور دوری سے اور تعظیم و تحقیر سے یہ مراد ہے کہ میں نماز میں
کبھی کھڑا ہوتا ہوں کبھی جھک جاتا ہوں کبھی اپنے منہ کو خاک پر رکھ دیتا ہوں خدا کی
عظمت کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے نفس کی حقارت کرتا ہوں اور یاد و فراموشی سے
یہ مراد ہے کہ اس کام کے ذریعہ سے میں خدا کو ہر وقت یاد کرنا چاہتا ہوں اور اس
یاد کے ذریعہ سے میں خدا کو ہر وقت یاد کرنا چاہتا ہوں اور اس یاد کے ذریعہ سے
دونوں جہان اور ما سوی کو بھولنا چاہتا ہوں رنج و راحت سے یہ مراد ہے کہ نماز

اس طرح پڑھنی چاہیئے کہ نفس اور قالب کو اس سے کسی قدر رنج اور تکلیف پہونچے اور روح کو اوس سے سرور اور فرحت حاصل ہو۔

می بینم اور می بیند سے یہ مراد ہے کہ نماز اس حضوری اور خبرداری سے ادا کرے کہ نمازی کو یقین ہو کہ میں اسوقت خدا کو دیکھ رہا ہوں اور وہ حاضر و ناظر ہے اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور اگر نمازی خدا کو نہ دیکھ سکے تو اوسے اس کا یقین کامل ہو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

جز ششم

انا اللہ کہنا ضرور کفر ہے مگر انا الحق کہنے سے تکفیر لازم نہیں آتی ہے کیونکہ لفظ حق باطل کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے باطل کے معنی فنا قبول کرنے والے کے ہیں روح انسانی اگرچہ قدیم اور ازلی نہیں ہے لیکن ابدی ضرور ہے اور نہ فنا پذیر ہے۔ جب سالک کثافت جسمی کے مرتبے گذر کر لطافت روحی حاصل کرتا ہے تو اپنے تئیں ابدی صفت میں پاکر انا الحق کہہ اٹھتا ہے۔

اگر کسی شئے کو انا الحق کہنا کفر ہوتا تو علما یہ نہ فرماتے کہ حقایق الاشیاء ثابتۃ اور یہی عقاید کی کتابوں میں موجود ہے۔ الجنۃ حق والنار حق وھما مخلوقتان یعنی جنت بھی حق ہے اور دوزخ بھی حق ہے اور وہ دونوں چیزیں مخلوق ہیں اور انہیں حق کہنا کفر نہیں اور اس قسم کے کلمات جو بعض صوفیہ کی زبان سے نکل جاتے ہیں اوسکا سبب یہ ہے کہ محیط عرش سے مرکز فرش تک ہر چیز میں حضرت وجود کا فیضان ہے اور اوس کے اندر ایک امانت انانیت کی پنہاں ہے جب اوسکا جوش ہوتا ہے تو ہنکارنے کی نوبت آجاتی ہے ان من شئی الا یسبح بحمدہٖ کی ضمیر ھلشئے کی طرف راجع ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شئے اپنی ہی مدح و ثنا کر رہی ہے اگر کان ہوں تو سن لیجیے پتھر کیا دعویٰ کر رہے ہیں۔ ہر چند کہ دریا

بلندی سے پستی کی طرف مایل ہے مگر اس کی ہر موج ایک زبان ہے جو اپنے اوصاف
کے قصہ کہہ رہی ہے اور ہر ذرہ نور خودی سے اپنے تئیں آفتاب سمجھتا ہے فرشتوں
نے باوجود معصومیت کے نحن تسبیح بحمدک کہہ کر خودستائی کی۔ آدمی بھی جب تک
لطیفوں کی سیر کے سات عروج میں رہتا ہے یہ بھی بڑے بڑے دعویٰ منہ سے
نکالتا ہے اور اپنی قدوسیت جتاتا ہے۔

رباعی

این بزم جنوں نازنینے دارد — غوغائے قیامت آفرینے دارد
بر وزف کر نوائے منصور مرو — ہر پشہ برائے خود طنینے دارد

مگر جب مقام کثافت و لطافت سے گزر کر عروج و نزول کو پورا کر لیتا ہے
اور لطیف حقیقی اور بیچون صرف تک پہونچ جاتا ہے تو ربنا ظلمنا انفسنا کہتا ہے
اور خدا کی تسبیح اور تحمید صدق کے سات بجا لاتا ہے اور یہ مقام حضرات انبیاء
علیہم السلام کو اور انکے طفیل سے کاملین اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے۔

جنت

ایک جنت صرف نہیں ہے جس کے آٹھ حصہ ہیں اور اون میں سے کسی حصہ
کا نام فردوس اور کسی کا نام نعیم وغیرہ ہے بلکہ تین جداگانہ ہیں اور اون میں سے
ہر ایک اپنے رنگ ڈھنگ میں نرالی ہے ایک کا نام جنت مجازی۔ دوسری کا نام
جنت نوری۔ تیسری کا جنت صوری ہے۔ جنت مجازی یہ دنیا ہے جس کی
نسبت رسول علیہ السلام فرماتے ہیں الدنیا جنت الکافرین وسجن المومنین
یہ جنت محض بے اعتبار اور بے حقیقت ہے اس کے عیش اس کے مزے اسکی بہاریں
بے اصل اور بے ثبات ہیں اور اس جنت کا ذکر قرآن میں اس طرح آیا ہے۔
والارض وضعها للانام فيها فاكهة والنخل ذات الاكمام والحب ذو العصف

والریحان فبای الاء ربکما تکذبان - کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام -

اور جنت نوری اور صوری جو مومنین کے لئے بنائی گئی ہیں اون کا ذکر قرآن پاک میں اسطرح آیا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتن - فیہما عینن تجرین فیہما من کل فاکہۃ زوجن - فیہن قصرات الطرف لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان فبای الاء ربکما تکذبان ان نوری اور صوری جنتوں سے آگے جنت معنوی اور حقیقی بھی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اخص الخواص اولیاء اللہ کے لئے بنائی گئی ہے جس کی نسبت حدیث میں آیا ہے لا فیہا حور ولا قصور بل ربی ضاحک اس جنت میں جس کے دو حصہ ہیں معنوی اور حقیقی یہ دونوں حصہ از بس شریف اور لطیف مقام ہیں اور یہ دونوں مقام اوس واجب الوجود کی تجلی ذاتی اور صفاتی کی جلوہ گاہ ہیں اب معلوم ہوگیا کہ ایک جنت اسکا مز جنت الکافرین اور ایک جنت المومنین اور ایک جنت الابرار اور ایک جنت المقربین ہے

جن عمہ

حکما کا محض قیاس ہے کہ آدم کی پیدائش حشرات الارض اور حیوانوں کی طرح ارضی بخارات اور سماوی حرکات سے ہوئی ہے اور معمولی جانوروں کی مانند عناصر اور چاروں خلطوں کے ملنے جلنے سے ایک مزاج قائم ہوگیا اور حیات حیوانی نے اوس میں تصرف کیا اور آدم بنگیا مگر اہل باطن کہتے ہیں کہ آدم خلقت ان حیوانات اور حشرات کی خلقت سے بالکل متغایر ہے اس خالق برحق نے اپنے کمال کرم سے اوس کی طینت کو خمیر کیا اور اپنی ید قدرت سے اوس کے جسد کو اوس ہیت اور نقشہ پر جو اوس کی علم اور عالم مثال میں محفوظ تھا بنایا سنوارا ان اللہ خلق ادم علی صورتہ سے یہی مراد ہے اور خلقت آدم

بیدی کے معنے یہی ہیں کہ آدم اور حیوانات کی طرح ستاروں اور آسمانونکی
تاثیرات سے خلق نہیں ہوا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں فانی اور کم زور ہیں بلکہ اسکے
جسم مقدس کو اپنی آیات کبریٰ کے آثار سے کہ وہ ازلی اور ابدی ہیں تخلیق فرمایا
اور اسی باعث سے اوس کی خلقت کو اپنی طرف منسوب کرکے فرمایا خلقت بیدی
یعنی میں نے خاص اپنے ہات سے اوس عالم بالا اور لطیف میں آدم کو بنایا جس طرح
کُن کہنے سے تمام عالم ارواح اور عالم امر کو ہستی بخشی ہے چنانچہ آسمانوں کو بھی
اوسنے اپنے مرتبہ الہیات باقیات سے قایم کیا ہے اس لئے آسمانوں کی خلقت کو
بھی اپنی ید قدرت کی کاریگری بتاتا ہے والسماء بنینٰھا باید وانا لموسعون

جن

جو لوگ ظاہر بیں ظاہر پرست اور اپنی کمزور عقل کے تابع ہیں اونہیں جو
چیز آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی ہے اوس کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔
اسی سبب سے وہ جنوں کی ہستی کو بھی نہیں مانتے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں صریح طور پر
آگیا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کوتاہ فہم اس آیۃ کے معنی پر
یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب خدا نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیئے پیدا کیا
تھا تو وہ خدا کی عبادت کیوں نہیں بجالاتے جنوں کو تو ہم نے دیکھا نہیں اسلئے
ہمیں اونکی عبادت کرنے نہ کرنے کا حال بھی معلوم نہیں مگر ہم انسان لاکھوں
ایسے دیکھتے ہیں جو عبادت کیسی سرے سے مسلمان ہی نہیں مگر وہ لوگ عبادت کے
معنی صرف بندگی سمجھے حالانکہ عبادت کے معنی فرمانبرداری کے بھی ہیں اور
غور کی جائے تو معلوم ہو جائے کہ اوس کی فرمانبرداری سے کوئی مخلوق خالی
نہیں ہے طوعاً کرھاً سب اوس کی اطاعت میں مشغول ہیں اور خالق نے

جس کام کے لئے جس شے کو پیدا کیا ہے وہ شے بے عذر و تامل اوس کام کو کر رہی ہے اور
اوسے نافرمانی و مخالفت کی اصلا مجال نہیں ہے آسمان قاعدہ کے ساتھ دورہ کر رہی
ہیں ستارہ طلوع غروب میں مشغول ہیں۔ ملایکہ اپنی اپنی خدمتوں میں منہمک ہیں۔
شیطان بہکانے پر کمر باندہے ہوے ہے صنم پرست دیوتا کے سامنے گردن جھکا رہا
ہے جو پرندہ دانہ کھاتے ہیں وہ دانہ کی تلاش کرتے ہیں پرندوں کو خونخوار بناتا ہے
تو وہ درندات شکار کرتے ہیں چنانچہ جناب امیر المومنین علی مرتضی علیہ السلام فرماتے ہیں
سبحان من اطاعہ العاصی بعصیانہ و سبحان من تذکرہ الناس

رباعی

آنانکہ عقیدہ تباہے دارند ۔۔۔ در آتش کفر دود آہے دارند
ہر کہ راہ بے رہی مے پوید ۔۔۔ از ہر بن موسوئے تو راہے دارند

یہاں ایک نکتہ یہ بھی لکھنے کے قابل ہے کہ ہر شئے کا وجود اور ظہور خدائے تعالی
کے تاثیر اسماء کے مقتضیات سے ہوا کرتا ہے اور اس کے اسما بعض جمالی ہیں بعض جلالی
ہیں پس جو مخلوق خدا کے جس اسم اور نام کے تحت میں بسبب اوس کی ربوبیت کے
آجاتی ہے وہ اپنے رب کے تصرف کے بموجب کام کرتی ہے اگر کسیکا رب جبار و قہار
ہے تو اوس کے حال پر تجلی بھی جباری اور قہاری کی شان کریگی اور اگر اوس کا
رب رحیم و کریم ہے تو اوس پر تجلی بھی رحیمی اور کریمی کی ہوگی۔ پس جو آدمی اسم ہادی کا
تابع اور فرماں بردار ہے وہ گمراہی کی طرف مایل نہوگا اور جو مضل کے نام کے سات
تعلق پیدا کر چکا ہے تو وہ ہدایت کبھی نہیں پائیگا چنانچہ خدائے تعالی فرماتا ہے۔
ھو الذی خلقکم فمنکم مومن و منکم کافر و اللہ بما تعملون بصیرہ

جُزعہ

خدا کے جلالی ناموں سے جمالی نام زیادہ ہیں اس لئے اوس نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے سبقت رحمتی علے غضبی یعنی میری رحمت میرے غصہ پر سبقت لیگئی ہے یہی صورت ہم گناہگاروں کے بچاؤ کی ہے کیونکہ جو اسمائے جمالی کا تقاضہ ہے وہ پورا ہوگا اور ہمارے لئے سپر بنجائے گا۔

جُزعہ

جو لوگ اسمائے جلالی کے پرتوہ میں آکر دوزخ میں ڈالے جائیں گے وہ اسوقت تک دوزخ کے عذابوں میں مبتلا رہیں گے جبتک اوس مرتبہ کے سات مناسبت پیدا کرینگے اور اوسے نہیں پہچانیں گے۔ اور جب اونہیں مرتبہ موصوف کے سات مناسبت اور شناخت حاصل ہوجائیگی تو اونہیں اوس ذات رب الارباب پر ایمان اور یقین حاصل ہوجائیگا اور وہ اپنی مرادات اور نفسانی خواہشوں اور شیطانی اور حیوانی ارمانوں کو چھوڑ کر اپنے مطلوب اور اپنے خالق سے راضی ہوجائیں گے اور اس کے سات اون میں خالص محبت پیدا ہوجائے گی اور وہ اوس تکلیف کو راحت اور عذاب کو آرام سمجھیں گے اور اہل جنت پر طعن کرینگے کہ تم نے خدا سے کوئی واسطہ نہیں رکھا ہے تم حوروں کے حسن وجمال اور شراب کباب کے مزوں میں پڑکر........ اوسے بالکل بھول گئے اور ہمیں آب جہنم اور زقوم کی بدمزہ غذا نے بیدار کردیا ہے ہم اوسے ہر وقت یاد کرتے ہیں اور اس کی یاد کے مزے لیتے ہیں ؎

اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا　　سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

جُ عٓہ

اس خاکدان میں خدا بیشتر انبیا اور اولیا اور نیک بندوں پر اسمائے جلالی کی تجلی ڈالتا ہے اس لئے وہ دنیا میں بڑی تکلیفیں جھیلتے ہیں اور مصائب اٹھاتے ہیں چنانچہ فرمایا ہے اشد بلاء علی الانبیاء ثم الامثل فالامثل اور عاقبت میں اونپر اسمائے جمالی کی تجلی ہوگی اس لئے جو آرام و عیش اونھیں نصیب ہوں کے اونکی شرح زبان اور قلم ادا نہیں کر سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے کفار پر دنیا میں خدا کے اسمائے جمالی کی تجلی ہوتی ہے اس لئے دنیا اونکے لئے بہشت ہوجاتی ہے اور عاقبت کے سب مزہ یہاں اٹھا کر جاتے ہیں اور عاقبت میں اونپر تجلی اسمائے جلالی کی لازمی ہے اسلئے وہ طرح طرح کے سخت عذاب اوٹھائینگے۔

جُ عٓہ

گوشت کھانے سے آدمی کے مزاج میں حرارت بڑھتی ہے اور گوشت بہت کھانے سے بنی آدم میں درندگی پیدا ہوجاتی ہے اور اگر گوشت اعتدال سے کھایا جاتا ہے تو ذکاوت اور طبیعت میں جودت غیرت حمیت شجاعت پیدا ہوتی ہے اور گوشت بالکل نہ کھانے سے سستی کاہلی کمزوری کم ہمتی بزدلی نامردی لاحق ہوتی ہے اسی لئے انبیا علیہ السلام نے کہ درحقیقت حکما الہی ہیں گوشت کھانا تجویز کیا ہے تاکہ کمزور اور کم ہمت اور بے غیرت انسان اپنی اپنی...... بیماریوں سے صحت پائیں اور شکار میں بھی تھوڑی سی مشغولی رکھیں تاکہ چلنے پھرنے اور دوڑ دہوپ سے اون کی سستی اور کاہلی رفع ہوجائے اور اون کے ہات پاؤں کام دینے لگیں جب ایسا موقع آجائے اور شکار ہات لگے تو تندکاری کو

لازم ہے کہ اوسے جلد تر تیز چھری سے ذبح کر ڈالے کیونکہ مجروح شکار کو زخم کی سخت اذیت ہوتی ہے جس قدر اوسے جلد ذبح کیا جائیگا اور جانکندنی کی مصیبت سے اوتنا ہی جلد چھوٹ جائیگا خصوصًا بادشاہوں اور امیروں کو زیبا نہیں ہے کہ اپنا وقت شکار میں ضائع کریں اور کاروبار سلطنت سے غافل ہوں خدا جس کسی کو بادشاہ صاحب قدرت بناتا ہے اوسکا منشا یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ چھوٹی بڑی چڑیوں اور ہرن چکاروں کی جان لینے کے پیچھے پڑا رہیگا بلکہ اوسے یہ قدرت محض اس لئے عطا کی گئی ہے کہ وہ مفسد اور بیٹ مار چور ڈاکو اور ظالم انسانوں کا شکار کرکے اپنے ملک کو ان درندوں سے بچائے اور بغیر جرم و گناہ کے کسی انسان کو قتل نہ کرے کیونکہ خدائے تعالیٰ تنبیہ فرماتا ہے انه من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعًا ومن احیاها فکانما احی الناس جمیعا۔

اور ایک شخص کا بے وجہ تمام بنی آدم کا ہلاک کرنا کیوں مانا گیا اس کا راز یہ ہے آدم علیہ السلام ایک شخص تھے جن کی ذات سے تمام زمین بھری ہوئی ہے اور یہی صلاحیت ابو البشر ہونے کی ہر انسان میں موجود ہے اسواسطے جس نے ایک انسان کو ہلاک کیا گویا اوس نے ایک عالم کے انسانوں کو تہ تیغ کر دیا۔

جس علہ

جس شکار کی اباحت یا جس شکار کا جواز کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے ثابت ہوتا ہے اوس کی خاص صورت ہے اور اوس کے لئے نیت بھی درست درکار ہے یہ ہرگز اجازت نہیں ہے کہ ضرورت اور بے ضرورت جیل کوا گیدڑ لومڑی جو سامنے آیا اوسے مار ڈالا نہ یہ حکم ہے کہ شکرہ باشہ باز جرہ عقاب کو پکڑ کرا ونکی آنکھیں سی کر اونھیں شکار کے لائق بناؤ اور نہ زندہ جاندار کو چیر کر اوس کی بادی دو

یہ سراسر ظلم ہے اسلام کی بنیاد رحمت اور عنایت پر رکھی گئی ہے۔ کبوتروں کو دوڑانے اور اڑانے اور مرغوں کی لڑائی کی ممانعت ہے تو اون کا شکار اس بیبا کی کے ساتھ کب جایز ہوسکتا ہے۔

جنٓ عہٓ

قال علی مرتضی علیہ السلام العلم نقطة کثرھا الجاھلون وقال اسرار الکلام اللہ فی القران واسرار القران فی الفاتحة واسرار الفاتحہ فی بسم اللہ الرحمن الرحیم واسرار بسم اللہ الرحمن الرحیم فی با بسم اللہ واسرار الباء فی نقطة الباء وانا نقطہ تحت الباء یعنی جناب مرتضی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ اگلی آسمانی کتابوں میں آیا تھا وہ قرآن مجید میں ہے اور جو تمام قرآن مجید میں ہے وہ سورہ فاتحہ میں ہے اور جو اسرار بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہیں وہ بسم اللہ کی بے کے نقطہ میں ہے اور میں اوس بے کے نیچے کا نقطہ ہوں اور بسم اللہ کی بے سے مراد رسول کریم کی ذات پاک ہے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

جنٓ عہٓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جن لوگوں سے وحی لکھوائی وہ نو۹ شخص تھے۔ علیؓ بن ابی طالب عثمانؓ بن عفان۔ زیدؓ بن ثابت۔ ابیؓ بن کعب ابانؓ بن سعد۔ خالدؓ بن سعید بن العاص۔ علاءؓ بن الحضرمی۔ حنظلہؓ بن ر۔ بیع۔ معاویہ بن ابوسفیان۔

جن ۲

ہر جسد کے لئے ایک روح ہے اور اجساد ذو الروح کی چار قسمیں ہیں اونمیں سے دو قسمیں حیوانات تولدی اور توالدی ہیں اور دو جن و بشر پس حیوانات تولدی کہ حشرات الارض ہیں محض چار عنصروں کے بخارات سے پیدا ہوتے ہیں اور حیوانات توالدی کی خلقت باوجود بخارات ارضی کے تصرف اور انوار اور آثار سبع سیارہ کی مشارکت کے نطفہ سے ہوتی ہے اس لئے حیوانات تولدی جب مٹ جاتے ہیں تو اون میں دوبارہ زندہ ہونے کی صلاحیت بالکل نہیں ہوتی برخلاف اسکے حیوانات توالدی جو نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں اگرچہ مرنے کے بعد وہ فنا ہو جاتے ہیں لیکن چونکہ ان میں آثار اور انوار عالم علوی کے تھے اون میں استعداد دوبارہ پیدا ہونے کی اور لیاقت حشر و نشر کی ضرور ہوتی ہے ان دو کے مقابلہ میں دو قسمیں اجساد ذوی الروح کی جن و بشر ہیں جن میں علاوہ قوائے تولدی اور توالدی اور تصرفات عالم علوی کے بقائے حقیقی کا فیضان شامل ہوتا ہے اگرچہ مرگ کے وقت اپنے علم حصولی کو جو حواس ظاہری سے حاصل کیا تھا برباد کر دیتے ہیں اور بظاہر اون کے وجود بھی بے نشان اور ناپید ہو جاتے ہیں مگر بقائے حقیقی کے تصرف اور فیضان سے اون کے وجود عالم برزخ اور عالم ارواح میں قائم رہتے ہیں اور دنیا میں جو کچھ کر کے آئے تھے اس عالم میں اوسکا اجر عذاب یا ثواب حاصل کرتے رہتے ہیں اور اسی باعث سے قیامت کے دن اونکی گلی سڑی ہڈیاں اور خاک میں ملے ہوئے اجزا مل ملاکر اپنی ہیئت قدیم پر آجائیں گے۔

جن ۳

ایک بار صبح کی نماز کے وقت حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ

سے مسجد میں تشریف نہ لائے صحابہ نماز کے واسطے حاضر تھے اور نماز کا وقت فوت ہو رہا تھا ان لوگوں میں اتنی جرات نہ تھی کہ دستک دیکر یا آواز دے کر آپکو بلائیں اس فکر میں مبتلا تھے کہ حضور اقدس کیوں نہیں آتے ہیں ایسا نہ ہو نماز کا وقت گزر جائے۔ ناگہاں حضور زنانہ سے برآمد ہوئے صحابہ نے دیکھا کہ چہرہ نورانی سے وضو کے پانی کی بوندیں ریش مبارک سے نیچے ٹپک رہی ہیں اور حضور جلد جلد قدم اوٹھا رہے ہیں اور آپ نماز میں مشغول ہوگئے اور آپنے ہلکی قرأت کے ساتھ نماز ختم کی اور معمول کے موافق صحابہ کی طرف منہ کرکے بیٹھ گئے اور آپنے فرمایا تم لوگ ادہر میرے انتظار میں تھے اور نماز کا وقت گزر رہا تھا اور ادہر خدائے رب العزت آج رات سے نزول بے کیف کے ساتھ مہمان تھا اوسنے اپنا ید قدرت میری پشت پر رکھ چھوڑا تھا اور میں سجدہ میں تھا ید قدرت کی ٹھنڈک اور کیفیت میں ابتک اپنے سینہ میں پاتا ہوں اسی باعث سے میرے آنے میں تاخیر ہوئی جب وہ مہمان عزیز سدھار لیا ہے تو میں تم تک پہونچا ہوں۔

جسں ۱۵

اس درود شریف کی کثرت اور مزاولت سے طریقہ محمدیہ کے معارف پڑھنے والے پر کھلتے ہیں اور اس کی برکت سے قلب میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اوس کی تحریر کا موقع نہیں ہے۔ درود شریف یہ ہے۔ اللھم صلی علی سیدنا محمد صلوٰۃ بعدد کل صفات کمالک اللھم صل علی سیدنا محمد صلوٰۃ بعدد کل انوار جمالک اللھم صل علی سیدنا محمد صلوٰۃ بعدد کل آثار جلالک اللھم صل علی سیدنا محمد صلوٰۃ بعدد کل اسمائک اللھم صل علی سیدنا محمد صلوٰۃ بعدد

کل مقتضیات اسمائک اللھم صل علی سیدنا محمد صلوٰۃ بعدد نقایص جمیع کمالاتک اللھم صل علی سیدنا محمد صلوٰۃ بعدد کل مخلوقاتک وعلی الہ واصحابہ وجمیع احبابہ۔

جس عہ

عالم پاک کا فیضان عالم خاک کی طرف مایل ہے ابر آسمان پر رہتا ہے مگر زمین پر برستا ہے بدبخت وہ ہے جو اس فیض کو چھوڑے اور اوس سے منہ موڑے

جس عہ

جس طرح گلہ بان گلہ کی وہول سے نہیں گھبراتا ہے اور اپنے ریوڑ کی ہر بھیڑ کو پالتا ہے اسی طرح خدا اپنے بندوں کی معصیت پر نظر نہیں فرماتا ہے اور اونہیں کھلاتا پلاتا ہے۔

جس عہ

عدم کا وجود بشریت کی طرف عود کرسکتا ہے مگر فنا کا وجود بشریت کے وجود کی طرف عود نہیں کرسکتا۔

جس عہ

ارباب السکر معذورون۔

جس عہ

جن وانسان کے علاوہ حیوانات بھی خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کے قایل ہیں اور یہ بھی امت ہیں قیامت کے دن جس طرح جن وانس سے حساب

کتاب ہوگا حیوانات سے حساب کتاب لیا جائیگا اور میدان قیامت میں انھیں بلایا جائیگا اس کا ثبوت قرآن میں صاف ہے۔ ومامن دابۃ فی الارض ولاطایر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ما فرطنا فی الکتب من شیئ ثم الی ربھم یحشرون۔

جس عہ

عام قسم کی شے آگ میں جلکر راکھ ہو جاتی ہے اور بکھر کے بے نشان بنجاتی ہے مگر جس مٹی کا نام کٹالی ہے اور کھریا ہے جس کی سنار کھٹالی بناتے ہیں اور فارسی میں اوسے بوتہ کہتے ہیں آگ اپنے جلانیکا تصرف اوس میں نہیں کرسکتی ہے اسیطرح مومن جس کان کی مٹی سے بنائے جاتے ہیں اون میں جہنم کی آگ اپنا کام نہیں کرسکتی ہے بلکہ یہ حضرات آگ میں داخل ہو جائیں تو آگ کو فنا کردیں اور اونکا بال بیکا نہو۔

جس عہ

آدمی زاد کو تین عمریں عطا کی گئی ہیں ایک عمر دنیا کی دوسری عمر عالم برزخ کی تیسری عمر جہان آخرت کی۔

جس عہ

عارفوں نے سب علوم کے لئے کلیہ اور مدار اور اپنے سب حساب کا قاعدہ نو کے عدد اور اٹھائیس حروف سے جو سمجھا ہے اون حروف کو ان نو کلموں میں قایم کیا ہے۔ ایقغ۔ بکر۔ جلتش۔ دمت۔ سنث۔ وسخ۔ رغذ۔ حقیض۔ طفظ۔

جس عہ

امت محمدیہ کے امام کا نام عالم علوی میں نون ہے اور نون مچھلی کو کہتے ہیں

چونکہ وہ دریائے وحدت کی مچھلی ہے اسکا نام نون مقرر کیا گیا ہے۔

جُزْ عَمَلْ

خدا کے مشہورہ سات صفات کے پرتو سے سات پیغمبر اولوالعزم پیدا ہوئے چنانچہ خدا کی صفت حیات سے حضرت عیسیٰ اور خدا کی صفت علم کے پرتوہ سے حضرت ابراہیم اور خدا کی صفت قدرت کے پرتوہ سے حضرت نوح اور خدا کی صفت ارادہ کے پرتوہ سے حضرت آدم اور خدا کی صفت اجر کے پرتوہ سے حضرت یعقوب اور خدا کی صفت کلام کے پرتوہ سے حضرت موسیٰ اور خدا کی صفت سمع کے پرتوہ سے حضرت داؤد اور رسم محمدیان خالص کی تحقیق یہ ہے کہ خدا کی آٹھویں صفت کہ جماعت ماتریدیہ کے نزدیک قدرت تکوین ہے اوسکے پرتو سے حضرت آدم اور خدا کی صفت فہم جسکا نام ہے اور وہ خدا کی سب صفتوں سے پہلی صفت ہے اوس سے حضور پرنور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔

جُزْ عَمَلْ

سالک کو چاہیئے کہ اللہ کے لفظ کو نورانی حرفوں کے ساتھ اپنے دل کے صفحہ پر لکھے اگرچہ یہ امر پہلے دشوار ہوگا مگر جب عرصہ تک یہ تصور اور خیال قایم کریگا تو وہ اللہ نورانی اور چمکدار حرفوں میں اپنے دل پر لکھا پائیگا اور سالک کو معلوم ہوگا اس نورانی اسم کے نیچے یا دہنے بائیں میں بھی موجود ہوں پھر اسوقت سالک کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنے تئیں اس نام مبارک کے پاس پہونچا دے اسی کو صوفیہ سیر الی اللہ کہتے ہیں اور جب سالک اس اسم کے پاس پہونچکر اپنے تئیں الف اور لام کے درمیان پائے تو ترقی کی کوشش کرے اور اپنے

تئیں لام اور ہاکے درمیان پہونچائے مگر یہاں پہونچکر ہمت بلند سے کام لے
اور اپنی تین ہائے ہوز کے حلقہ میں داخل کرے۔ سیر وسلوک کی ابتدا میں سالک
صرف اپنے سرکو اس ہائے ہوز کے حلقہ میں پاتا ہے مگر جب یہ اولوالعزمی سے کام
لیتا ہے تو سراپا اللہ کے ہائے مدور میں داخل ہوجاتا ہے اور اسوقت خلق کو محیط
اور اپنے کو محاط پاتا ہے اور سب بلیات اور آفات اور خطرات سے مبرا ہوجاتا
ہے اور اسی کو صوفیہ سیر الی اللہ کہتے ہیں مگر جسوقت پانی کی بوند دریا میں ملجاتی ہے
اور ذرہ آفتاب کے انوار میں غائب ہوجاتا ہے تو اوس مقام عالی سے پھر اپنی
اصلیت کی طرف رجوع کرتا ہے اور بموجب حکم اور مشیت ازلی کے نزول کرکے
اپنے ابنائے جنس کو اپنے ساتھ عروج کرواتا ہے اور اس آمد ورفت کو سیر عن اللہ
باللہ کہتے ہیں۔

جسؔ عہ

مکہ اور بیت اللہ زمین کی ناف اور افلاک کے دائروں کا مرکز ہے اسلئے
فیضان وجود وانوار بقا کے عالم بالا اور عالم باقی کے اول اس مقدس زمین
اوترتے ہیں اور یہاں سے تمام جہان پر تقسیم ہوتے ہیں اس لئے بیت اللہ قطب
مدار ہے اور آدم اور بنی آدم قطب ارشاد ہیں۔

جسؔ عہ

اس سرزمین ہندوستان میں یہاں کی شریف قوموں میں سے انبیاء
اور رسول پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے خدا کی توحید کی دعوت کی ہے وما
ارسلنا من رسول الا بلسان قومه یبین لهم فیضل الله من یشاء

یھدی من یشاء وھو العزیز الحکیم۔ اون انبیا کی رحلت کے بعد یہاں کے باشندوں نے اونکی گفتار اور کردار کو بھلا دیا اور جس طرح عرب شام کی امتیں موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو بھول گئیں اور آسمانی کتابوں کو اولٹ پلٹ کر غافل ہو گئیں اسی طرح یہاں والے بھی اپنے ہادیوں کے صراط مستقیم کو چھوڑ بیٹھے۔

جُن عَلہ

لوائے محمدی فقیر کے ترکیب دئے ہوئے ایک حربہ کا نام ہے اوسکے بنانے کا یہ قاعدہ ہے ایک سیف لی جائے جو بہت بھاری اور موٹی ہو اوسکے دنبالہ میں جہاں لاکھ لگا کر قبضہ جڑتے ہیں تین چار سوراخ کئے جائیں اور ایک دستہ لکڑی کا قد آدم اس طور سے بنایا جائے کہ جو تلواروں کی چکلان کے مناسب اور اُسے کاریگر خراط پر اوتار کر یا سوہن سے ریت کر اپنا سڈول کرے کہ جو تلوار کی چکلان کے مناسب ہو جائے گویا چھری کا ایک دستہ تیار کرے جو بالکل ٹھوس ہو اس دستہ کی ساخت میں یہ بھی شرط ہے کہ لکڑی بہت لچکدار اور استوار ہو اور حرب وضرب کے وقت ٹوٹ نہ جائے۔ جب دستہ قد آدم حسب مراد بنجائے تو اوس دستہ میں وہ تلوار جو اس دستہ کے لئے تیار کی گئی ہے دستہ کے بیچ میں چیر کر پھنسا دے اور کیلیں آہنی جڑ دے اور اس مقام پر ایک قبضہ بھی لگا دے بس لوائے محمدی تیار ہو گیا۔ الامان یہ وہ حربہ ہے کہ اگر کسی جی دار اور بہادر آدمی کے ہات میں ہو اور اوس کے مقابل میں شیر ہاتی، ارنا بھینسا۔ اژدہا۔ مست اونٹ یا موذی گھوڑا یا اور کوئی بلائے ناگہانی آجائے تو اسکی ایک ہی ضرب سے پارہ پارہ ہو جائیگا کیونکہ تلوار قبضہ کے سامنے ہوتی ہے

اور ایک ہات سے چلائی جاتی ہے۔ تو جو کچھ وہ میدان کارزار میں جوہر دکھاتی ہے اوسے فردوسی طوسی اور مولانا نظامی گنجوی نے خوب ظاہر کیا ہے اور جب اس تلوار میں آدمی کے قد کے برابر دستہ جڑا گیا اور اوسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر اور پیادہ ہوکر کام لیا جائیگا تو بیشک مگرمچھ۔ ہاتی وغیرہ کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ ڈالیگا **فراق دہلوی** لوائی محمدی گی کی صورت حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سرہانے لوح میں کندہ ہے جس کی نقل فقیر یہاں نقل کرتا ہے۔ وہو ہذا۔

لوائے محمدی کی سیف پر ہمیشہ تلوار کی طرح غلاف ہونا چاہیے ضرورت کیوقت اوسے اوتار لیا جائے اس لوائے محمدی میں قبضہ لگانے کی یہ مصلحت ہے کہ اگر حریف کے حملہ کو روکنا مدنظر ہو تو اوسکے قبضہ میں ایک ہات ڈال لیا جائے اور سپر کا کام لیا جائے یا حریف کو زندہ پکڑنا منظور ہو اور اوسے زخمی کرنیکا ارادہ نہو تو اس قبضہ میں اپنا ہات ڈال کر اوسے روک سکینگے۔

جلسہ

محمدیان خالص کا یہ دستور ہے کہ اگر وہ اکیلے ہوتے ہیں تو قبلہ کی طرف بیٹھتے ہیں اور اگر دو ہوتے ہیں تو ایک قبلہ رو اور ایک اپنے یار محمدی کیطرف منہ کرکے بیٹھتا ہے کیونکہ المقابلہ خیر من المفارقۃ اور اگر تین محمدی ہوتے ہیں تو مثلث بیٹھتے ہیں اور اگر چار محمدی ہوتے ہیں تو مربع بیٹھتے ہیں اور اگر چار سے زیادہ ہوتے ہیں تو حلقہ بناکر بیٹھتے ہیں اور کسی حال میں اپنی مجلس و صحبت کو ناموزوں نہیں ہونے دیتے ہیں اور جانوروں کی طرح اپنی بزم کو پریشان اور بیڈول نہیں بناتے ہیں۔

جزعہ

نسبت دو قسم کی ہوتی ہے نسبت عینیت اور نسبت معیت نسبت عینی
اولیاء اللہ کے واسطے ہے خدا کے سات اور نسبت معیت انبیاء مرسلین کو ہوتی ہے
خدا کے سات مگر نسبت عینی اولیاء اللہ کو خدا کے سات اعتباری اور مجازی ہوتی
ہے اور جب یہ نسبت عینی اولیاء اللہ کے ذوق شوق سے زیادہ ہو جاتی ہے تو وہ
مغلوب الحال ہو کر حد ادب سے باہر ہو جاتی ہیں اور کچھ کا کچھ کہنے لگتے ہیں چنانچہ
لیلی کی محبت جب قیس عامری کے دل میں حد سے زیادہ ہوگئی تو وہ انا لیلی کہنے
لگا تھا اور چونکہ یہ نسبت مجازی اور اعتباری ہوتی ہے اس لئے جب وہ کیفیت
فرو ہو جاتی ہے تو جو کچھ اون کے منہ سے نکل رہا تھا اوس سے توبہ کرتے ہیں
برخلاف اس کے انبیاء علیہ السلام کی نسبت معیت ابتدا سے انتہا تک ایک
طور پر قایم رہتی ہے اور نسبت عینیت اولاد کو اپنے باپ دادا کے سات ہوتی
ہے اور نسبت معیت دوستوں کو دوستوں کے سات ہوتی ہے چنانچہ نسبت
عینیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات آپ کی اولاد اور آپ کی
اہلبیت کو ہے اور ان سب میں اعلی نسبت عینیت کی حضور کے سات جناب
فاطمہ اور حسنین علیہ السلام کو ہے اور نسبت معیت اگرچہ سب صحابہ کو حاصل ہے
مگر خاص نسبت عینی آپ کے سات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی ہے
اور نسبت عینی مرتبہ انسانی سے واسطہ رکھتی ہے اور نسبت معیت تقرب الہی
سے تعلق رکھتی ہے فہم من فہم

جزعہ

تعظیم چار قسم کی ہوتی ہے تعظیم دولت تعظیم صولت تعظیم معیت تعظیم محبت پہلی تعظیم

حرام ہے، دوسری مکروہ ہے تیسری واجب ہے چوتھی سنت ہے یعنی تعظیم اہل دولت کی دولت کے لحاظ سے حرام ہے اور تعظیم متکبروں کی جو صاحب قدرت ہوں ایذا کے خوف سے مکروہ اور جائز ہے اور تعظیم ادن حضرات کی جو علم اور معرفت اور نجابت اور شرافت اور عمر درازی وغیرہ صفات انسانی رکھتے ہوں واجب ہے اور تعظیم اپنی اولاد ورلایق فرزندوں کی از روئے شفقت اور قدردانی کے سنت ہے کیونکہ جناب رسالت مآب ہمیشہ حضرت فاطمہ زہرا کی تعظیم فرماتے تھے اور خدائے تعالیٰ قرآن میں اس قسم کی تعظیم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد کیا ہے واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین۔

جُسْتَہ

الشیخ فی القوم کالنبی فی الامۃ

جُسْتَہ

اگر کسی شخص کو ضرب شدید پہونچے تو اوسے کھانڈ کھلانی چاہیئے مومیائی کا کام دیتی ہے اور وہ رگوں اور سینہ میں خون کو جمنے نہیں دیتی ہے۔

جُسْتَہ

اگر پھٹکری باریک پسی ہوئی تازہ زخموں پر چھڑک دی جائے تو فوراً خون بند ہوجائے اور زخم بغیر پکے اور بغیر بگڑے اچھے ہوجاتے ہیں۔

جُسْتَہ

سفیدہ کاشغری ایک جزو۔ روغن کنجد چار جزو لے کر پہلے تیل کو لوہے کے

برتن میں گرم کریں اور سفیدہ پیس کر اوس تیل میں ڈال کر اتنا پکائیں کہ کالا ہو جائے پکانے کے وقت لوہے کے آلہ سے برابر چلاتے جائیں جب یہ سیاہ ہو کر تیار ہو جائے تو رکھ چھوڑیں ہر قسم کے دمّل اور ناصور اور زخموں اور آگ کے جلے ہوئے کے لئے مجرب ہے۔

جرعہ

بگلہ کی بغلوں اور بازوؤں کے نیچے بے ریشہ اور نہایت باریک پر ہوتے ہیں اور وہ فرط نزاکت سے مڑ کر گولی بنجاتے ہیں اونہیں احتیاط سے لیلیا جائے اور محفوظ رکھا جائے اگر شریان میں نشتر پہونچگیا ہو یا کسی زخم کا خون بند نہوتا ہو تو ان پروں کو اوس موضع پر چسپاں کر دیا جائے فوراً خون بند ہوجائیگا۔

جرعہ

معلوم کیا جائے کہ سانس سیدھے نتھنے سے آتا جاتا یا اولٹے سے اگر سیدھے سے آتا ہے تو علامت گرمی کی ہے اور اگر اولٹے سے ہوتا ہے تو علامت سردی کی ہے طبیب کو چاہیئے اس بات کو معلوم کر کے علاج بالضد کرے تاکہ صحت جلد حاصل ہو اور غذا بھی بالضد کھلائے۔ جو لوگ اس طریقہ سے سیر النفسی و تزکیہ بدنی اور تصفیہ قلبی کرتے ہیں اونھیں دواؤں کی ضرورت بہت کم پڑتی ہے کیونکہ گرمی سردی کو اپنے اشتغال سے اپنی جسم میں پیدا کر لیتے ہیں اور اپنی ریاضت اور نشست سے اپنے وجود کی ریاح اور بلغم کو دفع کرتے ہیں اور تحلیل کر ڈالتے ہیں اور اپنے سارے بدن اور اخلاط اور حواس ظاہری اور باطنی پر قادر اور مختار ہو جاتے ہیں۔

جُ عہ

اگر تصفیہ بدنی اور کار دید اور عمل شنید جو محمدیان خالص کے کسب باطن ہیں کیا جائے تو ضعف پیری جا کر جوانی کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے بھوک بڑھ جاتی ہے عینک کی حاجت نہیں رہتی بہراپن جاتا رہتا ہے۔

جُ عہ

صوفی محمدی کو لازم ہے کہ ان چند کلموں کے ورد کو اپنے اوپر لازم سمجھے اونمیں سے ایک کلمہ ردکفر دوسرا کلمہ استغفار تیسرا کلمہ شہادت چوتھا کلمہ توحید پانچواں کلمہ تمجید چھٹا کلمہ طیبہ ہے۔ ان کی کثرت سے چھوں طرف کی بلا کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور چھوں طرف سے نور اور ہدایت وارد ہوتے ہیں اور علاوہ ان چھ کلموں کے ساتواں کلمہ درود ہے جو رسول اللہ اور آپ کی آل اور اصحاب پہ بھیجا جاتا ہے اور جس کی کثرت محمدی کو ضرور ہے

جُ عہ

اگر کوئی حاجت یا مطلب ہو تو اللہ کے نو دونہ ناموں میں سے جو نام اوس حاجت اور طلب کے سات نسبت رکھتا ہو صبح اور شام اوسکا ورد کرے مگر اول آخر درود شریف چند بار ضرور پڑھے اور عام مقاصد اور مشکلات کے واسطے نو دو نہ نام خدا کے بلا ناغہ پڑھتا رہے۔

جُ عہ

اگر محمدی مشرب کو روزانہ غسل میسر ہو تو اوس کے لئے بہت مفید ہے

کیونکہ نہانے سے بیشتر جسمانی اور روحانی فائدہ حاصل ہوتے ہیں اور آدمی نہانے
کی برکت سے دنیا اور دین کی بہبودی حاصل کرتا ہے۔

جُمعہ

مچھر اور مکھیوں کو خدا نے بے حکمت کے پیدا نہیں کیا یہ دونوں حقیر جانور
رطوبات پر بیٹھکر ان مادوں کو جذب کر لیتے ہیں جنسے ہوا خراب ہو جاتی ہے
دوسری حکمت ان کی پیدائش میں یہ ہے کہ بہت سے جاندار ایسے ہیں جن کی غذا
پسو مچھر مکھیاں ہیں اگر یہ نہوں وہ جانور کیا کھائیں۔ مچھر اور پسو اپنے نیش سے
فاسد خون کو جسم انسانی سے نکال لیتے ہیں اور ان کے کاٹنے سے جذام برص
اور جلدی بیماریوں سے امن حاصل ہوتا ہے۔ اگر غور کی جائے تو یہ بھی اوسکی
بڑی حکمت ہے کہ یہ ذلیل اور حقیر جانور جو ناپاک جگہ پہ بیٹھتے ہیں بادشاہوں
اور تاجداروں کے منہ پر اپنے قدم رکھتے ہیں۔

مچھر اور پسو کے ستانے کا یہ علاج ہے کہ اگر ایک ماشہ سیماب میں تین ماشہ
سونے کے ورق ملا کر گولی بنالی جائے اور اوسے تعویذ کر کے گلے میں ڈالا جائے
مچھر۔ پسو۔ کھٹمل اور جوں ہرگز ہرگز نہ کاٹینگے اور کوئی شخص اوجاع باردہ میں مبتلا
ہو یا مزاج میں سردی آگئی ہو یا پیٹ میں گرانی ہو یا رہتی ہو تو اس تعویذ میں سے
تھوڑی سی دوا نکال کر کھائیں بالکل صحت ہو جائیگی اور اگر اس تعویذ کو کھانے
پکانے کے وقت ایک دوڑہ کے ذریعہ سے چینی میں لٹکا دیا جائے اور کھانے
کے بعد تعویذ الگ کر لیا جائے تو یہ کھانا بہت خوش ذائقہ اور زود ہضم ہو جائیگا
اور اگر تعویذ کو پانی کی صراحی میں ڈالدیا جائے اور اس کا پانی پیا جائے تو
ٹھنڈے مرض دور ہو جائیں گے۔ بلغم ناقص کی تولید نہ ہو گی اور آب ہوا کی

تبدیلی سے کچھ نقصان نہ پہونچیگا۔ پیٹ میں جو کیڑے پیدا ہوتے ہیں مرجائیں گے
اور اس تعویز کو پاس رکھنے سے اوس کے رکھنے والے کو ہر مجلس میں قبولیت
اور عزت حاصل ہو گی اور حریف اور دشمن زبوں ہوں گے اور اگر اس تعویز کو
منہ میں رکھا جائیگا تو گندہ دہنی دور ہو جائیگی۔ پارہ کو اگر چنبیلی یا کسی عطر میں چند
روز ڈالے رکھا جائے اور اوس تیل یا عطر کو بدن پر ملا جائے۔ مکھی مچھر کھٹمل
وغیرہ حشرات الارض پاس نہ پھٹکینگے اور ایذا نہ پہونچا سکینگے۔ کپڑوں
میں جوئیں نہ پڑیں گی۔

جُعَہ

خارجیوں میں ایک گروہ کا نام کوزیہ کہلاتا ہے کیونکہ وہ اس احتیاط
کے لئے کہ پیشاب کی چھینٹیں اُڑیں اور کپڑہ اور بدن ناپاک نہو اپنے سات
ایک کوزہ رکھتے ہیں اور اس میں پیشاب کرتے ہیں مگر اونھیں اب تک یہ
معلوم نہیں ہوا ہے کہ اس فعل میں نقصان اور مضرت کس قدر ہے کیونکہ
پیشاب کے سات سات پیٹ کے بہت سے ردی اور فاسد بخارات دفع
ہوتے ہیں۔ جب آدمی کوزہ میں پیشاب کرتا ہے تو وہ بخارات فاسدہ نایژہ کے
رستہ سے پھر مثانہ میں چلے جاتے ہیں اور بیماریاں پیدا کرتے ہیں اگر آدمی کو
سخت یا ناہموار زمین یا پتھروں کے اوپر پیشاب کرنے کا موقع ہو جائے اور یہ
اندیشہ ہو کہ پیشاب کی چھینٹوں سے میرا لباس اور بدن ناپاک ہو جائے گا تو
اوسے چاہیئے کہ ایک ڈھیلا یا ڈھیلے کے برابر پتھر اوٹھا کر اوسے قرینہ سے رکھ
لے اور اس پر پیشاب کرے چھینٹ نہیں اوڑے گی اور لباس پاک رہیگا
اور اگر کوئی ڈھیلا یا پتھر نہ ملے تو اس طور سے ٹانگیں چیر کر بیٹھے کہ پیشابگاہ زمین سے

پاس پہونچ جائے اور حاجت کو رفع کرے چھینٹیں نہیں اوڑینگی اور لباس و بدن پاک رہے گا۔

جسں عہ

معجزہ نبی کی اوس خرق عادت کا نام ہے جس میں نبی علیہ السلام کی ذاتی قوۃ کو اصلا دخل اور شمولیت نہو اور صرف تائید الہی اور ارادۃ اللہ سے وہ ظہور پائے یعنی جب قوم نبی سے معجزہ طلب کرتی ہے تو نبی اپنی قوت کو کام میں نہیں لاتا ہے اور دعا کرتا ہے درگاہ الہی میں قبول ہوتی ہے اور معجزہ ظاہر ہوجاتا ہے اور کرامت ولی کی خرق عادت کا نام ہے جس میں ولی کے تصفیہ قلبی کو دخل ہوتا ہے اور وہ بالارادہ کوئی عجیب و غریب کام کر دکھاتا ہے اور استدراج کافر کی خرق عادت کا نام ہے جو اوس کے تزکیہ نفس اور قوت ناطقہ کی مدد سے اور بعض اعمال و اشغال کی تاثیر سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ تمام انبیا علیہم السلام اور کاملین اولیاء اللہ اپنے قوس عروجی اور نزول کو نہایت تک پہونچا لیتے ہیں اور اپنے دائرہ سلوک کو پورا کر لیتے ہیں اور اپنے مرکز طبعی پر قایم ہوجاتے ہیں تو بہت کم معجزے اور بہت کم کرامتیں اون سے ظہور میں آتی ہیں کیونکہ یہ حضرات بوجہ کمال کے اپنی قوت قلبی اور زور نفس سے کام نہیں لیتے ہیں اور اللہ کی مشیت اور ارادہ کے تابع رہتے ہیں اور عام آدمیوں کی طرح بے حس بنجاتے ہیں اسکے خلاف وہ اولیاء اللہ کہ حالت عروج او ترقی میں ہوتے ہیں اور اُن کے قلب و نفس نے پورا پورا تصفیہ اور تزکیہ کرلیا ہوتا ہے اور اون کے نفس اور قلب میں باطنی طاقت پیدا ہوجاتی ہے تو اون سے بے شمار کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور جب اپنے یہ قوس عروجی کو آخر تک پہونچا لیتے ہیں تو یہ بھی اپنے نبی کی طرح اون تمام اعمال اور اُن تمام کار کرامات اور تصرفات سے جو اون سے

ظاہر اور آشکار ہوتے ہیں اور اپنی اون تمام اقوال اور بدمستی کی باتوں سے نادم ہوتے ہیں اور عام مسلمانوں کی طرح ناتوانی اور ہیچدانی کے سات اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور النہایت ہی الرجوع الی البدایت سے یہی مراد ہے مگر کافر کے استدراج اوسکے آخر وقت تک ترقی پر ہوتے ہیں اور اوسے دوزخ میں لیجاتے ہیں۔

جمرعہ

صدیق دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مجازی دوسرے حقیقی۔ صدیق مجازی وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی نبوت کی سب سے پہلے تصدیق کریں اور انبیاء علیہ السلام کے ذریعہ سے خدا کی وحدانیت کی تصدیق کریں اور جو لوگ پہلے بغیر واسطہ اور وسیلہ کے خدا کی وحدانیت کی تصدیق کرتے ہیں اور اوس کی شناخت حاصل کرتے ہیں یہ صدیق حقیقی ہیں اور یہ صدیقیت انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص ہے۔

جس عہ

ایک لفظ مخلِص کسر لام کے سات ہے اور ایک لفظ مخلَص فتح لام کے سات ہے مخلص جو بالکسر ہے وہ مراد ہے مسلمان سالک محب سے اور مخلص جو فتح لام کے سات ہے وہ مجذوب اور محبوب اور انبیا ہیں اور یہ لوگ ہمیشہ ہی خوف وخطر میں مبتلا رہتے ہیں جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے والمخلصون علی خطر عظیم۔

جمعہ

السراذا جاوز الاثنین شاع یعنی جب بھید دو آدمیوں سے گزرتا ہے تو اوسکا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔

جمعہ

رتبہ نبوت عروجی اور نزولی ہوتا ہے جیسے ولایت اور نبوت کہتے ہیں اس لئے جو امور کہ مناسبت حالت عروج اور نسبت ولایت نبی سے رکھتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد میں کہ صاحب باطن ہیں خوب آتے ہیں اور امام شافعی اوس نسبت ولایت نبی اور حالت عروج نبوت کی پیروی کرتے ہیں۔

جمعہ

حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد بہت باریک اور لطیف ہوتا ہے اوس کی کنہ کو آدمی فوراً نہیں پہونچ سکتا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ مناسبت حالت نزول اور نبوت نبی سے رکھتے ہیں اور ان دو مقامات کے معاملات کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ مقامات کمالات نبوت سے پورا حصہ لئے ہوئے ہیں پس جو اہل اللہ کمالات نبوت کے مقامات سے بہرہ یاب ہیں امام ابوحنیفہؒ کی پیروی کرتے ہیں۔

جمعہ

جب تک سالک سیر افاقی میں رہتا ہے اور مختلف رنگ آیات الٰہی کے

اوس پر جلوہ گر ہوتے ہیں سالک بیچارہ گیند کی طرح ایک حال سے دوسرے حال کی طرف داخل ہوتا ہے اور جب سیر افاقی سے گزر کر سیر انفسی میں آتا ہے اور تلوینات لطیف انوار باطن کے پیش ہوتے ہیں تو پہلے تمام تلوینات کثیف سے اپنی تمکین کو سمجھتا ہے بعض ناواقف کہ اوس پہلے مقام کو تلوین اور اوس دوسرے مقام کو مرتبہ تمکین سمجھتے ہیں بالکل غلط ہے کیونکہ وہ سیر ظلال اسماء کے مراتب میں سے ہی کہ اصل سیر اسماء کی ہے کہ اوسے سیر فی اللہ کہا جائے اور تمکین کامل اوس میں پائی جائے میرے نزدیک بعد ان دو سیر کے ہے۔

جُز عہ

جو لوگ مذہب وحدت الوجود کے قایل ہیں اونکے دو گروہ ہیں۔ پہلا گروہ محبت الٰہی کے غلبہ سے اور ذکر خدا اور اشغال کی کثرت سے اور اپنی ظاہر اور باطن کو عبادت میں خرچ کرنے کے باعث سے کوئی قول اور فعل بغیر یاد کے نہیں گزرتا ہے اور اوسے سوائے خدا طلبی کوئی نیت نہیں ہے وہ گروہ غلبہ ذوق و شوق کی وجہ سے ہمہ اوست کہدیتا ہے مجازی عاشقوں پر بھی یہ کیفیت طاری ہوئی ہے مجنون انا لیلی کہنے لگا تھا اور اپنی ہستی کو عین لیلی سمجھنے لگا تھا حالانکہ حقیقت میں وہ الگ تھا اور لیلی الگ تھی مگر مجنوں کو اس بارہ میں جھوٹا نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ اپنے حال اور اپنی دید کے بموجب جو کچھ کہتا تھا سچ کہتا تھا۔ اسی طرح جو حضرات غلبہ اشتیاق سے ایسا فرمائیں اونپر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے اور انہیں مجذوب الٰہی سمجھ لینا چاہیئے مگر ان لوگوں کی آزمایش کی کسوٹی یہی ہے کہ کاروبار امتحان میں انہیں دنیا سے کچھ لگاؤ نہو اور اونھیں جب آزمایا جائے برخلاف اس نیک گروہ کے دوسرا گروہ حال اور ذوق شوق کچھ نہیں کہتا ہے

اور نماز اور وظایف واشغال سے اوسے کچھ سروکار نہیں ہے اور اون کی روشنی کا مدار زبانی ہمہ اوست کہدینے پر ہے یہ گروہ بالکل ناپاک ہے اور اسے اسلام کے ظاہر باطن کسی فرقہ سے لگاؤ نہیں ہے اس گروہ سے ہر مسلمان کو بچنا واجب ہے اور اس کی گفتار کو محض بے اعتبار جاننا ضرور ہے۔

جس دم

ہندوستان کے جوگی سیر باطن اور بدن کا تصفیہ جو سیر انفسی اور آفاقی سے وابستہ ہے مسلمان صوفیوں سے زیادہ تفصیل اور جامعیت کے سات رکھتے ہیں یہ لوگ اپنے سب اعضا اور قوائے ظاہر و باطن کو اپنے قبضہ اور اختیار میں کر لیتے ہیں یہانتک کہ جب تک چاہتے ہیں سانس نہیں لیتے ہیں اگر چاہتے ہیں تو آنکھیں کھلی رکھتے ہیں مگر نظر کو خانہ چشم سے باہر نہیں نکلنے دیتے ہیں اون کے کان کھلے ہوتے ہیں مگر اہند کے شغل کی وجہ سے وہ کسی غیر آواز کو اپنے کان میں نہیں آنے دیتے ہیں۔ بول و براز کے تقاضہ پر بھی وہ حاوی ہو جاتے ہیں جب چاہتے ہیں رفع حاجت نہیں کرتے ہیں اور جب چاہتے ہیں کرتے ہیں سونے جاگنے پر بھی اون کی حکومت ہوتی ہے آسن اور اعمال اور اشغال کے زور سے گرمی اور سردی جس قدر چاہتے ہیں اپنے بدن میں پیدا کر لیتے ہیں۔ بلغم اور اخلاط فاسدہ کو بغیر دوا کے اپنے جسم سے ایسا دفع کرتے ہیں اور اپنے جسم کو ایسا لطیف اور صاف بنا لیتے ہیں کہ وہ پانی میں نہیں ڈوبتا ہے بلکہ لطافت کی وجہ سے پرواز کرنے لگتے ہیں۔ شاغل جوگی جب سانس کو ام الدماغ میں پہونچا لیتا ہے اور اپنی زبان کے ذریعہ سے دماغ میں قفل لگا لیتا ہے تو وہ پھر قادر رہتا ہے کہ جب تک چاہے زندہ رہے ان کے ہاں

چوراسی آسن اعمال اور اشغال کے ہیں اور اُن میں سے سولہ بہت نافع اور پر فوائد ہیں۔ سوستک۔ گؤمکھ۔ بیرآسن۔ کورم آسن۔ کرکوٹ۔ اتھان کرم دہنک۔ اگرکہن۔ مچھندر پیٹھ پچھم۔ تان۔ میور آسن۔ کپالی آسن سدھ آسن سنکھ آسن۔ پدم آسن۔ بھدر آسن۔ پھر اون میں سے منتخب اور بہت ضروری چار آسن ہیں۔ سدھ آسن۔ پدم آسن۔ سنکھ آسن۔ بھدر آسن۔ اون کے اشغال و اعمال یہ ہیں پرانایام دہوتی۔ نیوتی بستی۔ نولی۔ بھانتی۔ تراٹک بجری اور پرانایام کی آٹھ قسمیں ہیں۔ سورج بھیدن۔ اوجالی ستبکاری سیتلی بھستر کا۔ بھرمولی مور۔ چناکول۔ پورکھ۔ کونبک ایجک اور یہ۔ آٹھ مودر یعنی آٹھ کنجیاں ہیں تہا مودر۔ دو مہا بند۔ مہا بید۔ کھیچری۔ دو دیان بند مول بند۔ جالندہر بند۔ بیربت۔ کرنی پھر۔ بجرہوی۔ امرولی سہجولی۔ بات یہ ہے کہ اپنے اپنے دور ہیں۔ ہندوستان کے جوگی۔ اور ہندوستان کے علاوہ اور ملکوں میں بھی اہل باطن اور صاحب معرفت گزرے ہیں اور اون کے کشف و کرامات کی باتیں اور نقلیں جو کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں وہ بالکل سچی ہیں مگر یہ دور۔ دور محمدی ہے اور خاتم المرسلین کے آفتاب رسالت نے تمام دنیا کے چراغ گل کر دیے ہیں اسلئے باوجود ان اشغال اور اعمال کے اگلے سے جوگی دیکھنے میں نہیں آتے اور پہلے سے صاحب کشف و کرامات اور ولایتوں میں بھی نہیں پائے جاتے ہیں۔ اگر کسی کو معرفت الہی حاصل کرنے ہو تو محمد عربی کا غاشیہ اپنے کندہے پر ڈالے بیڑا پار ہے۔

جُستہ

جو کچھ فواید جوگیوں کے اعمال اور اشغال میں ہیں وہ ایک مسلمان صوفی

کے لئے کم کھانے اور مسواک کرنے میں ہیں۔ کم کھانے کا قاعدہ پہلے بیان کر دیا گیا اور مسواک کا قاعدہ یہ ہے کہ صبح اُٹھ کر مسلمان حدیث کے موافق مسواک سے کام لے جو مشکوٰۃ شریف میں مرقوم ہے یعنی مسواک کو زیادہ دانتوں پر نہ رگڑے کیونکہ دانتوں پر زیادہ مسواک رگڑنے سے دانتوں کو نقصان پہونچتا ہے بلکہ مسواک کے نرم ریشوں کو حلق تک پہونچائے۔ مسواک کی اسی تحریک سے قعر معدہ تک خبر ہوتی ہے اور طبیعت اون فضلات اور اخلاط فاسدہ کو (جو بدن میں رہیں تو نقصان پہونچائیں اور صحت کو خراب کریں) او بکائی کے ذریعہ سے اوپر پھینکتی ہے اونکے دفعہ ہو جانے سے صوفی کی مراد حاصل ہوتی ہے۔ اس حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسواک کرتے تھے تو آپ کے حلق مبارک سے عق عق کی آواز آیا کرتی تھی اوس میں یہی راز تہا کہ حضور انور اپنے جسم نازنین کو مسواک کے اس شغل سے لطیف تر بناتے تھے اور اپنی امت کو معرفت سکھاتے تھے اور حدیثوں میں جو آیا ہے مسواک بہتر مرضوں کی دوا ہے وہ بالکل بجا ہے کیونکہ جب اخلاط ردی سے بدن پاک ہو جائیگا۔ ضرور بہت سے امراض اوس کے پاس نہ پھٹکینگے۔

جُ عَہ

جب سالک محمدی نماز کو طول قرات اور تعدیل ارکان سے پڑھتا ہے تو جوگیوں کے تمام آسن اور شغلوں کے نتیجہ اور اس سے بڑھکر ہزاروں نتیجہ خوب اور پاک حاصل ہو جاتے ہیں۔

جُ عَہ

اگر سالک محمدی صرف ایک جلسہ محمدی کی مداومت کرے تو جوگیوں کے

تمام آسن اور اشغال کی حکمتیں اوسکے آگے بے حقیقت ہوجائینگی اور وہ نشست صرف دو زانو نشست ہے اسطور پر کہ دو زانو بیٹھکر رگ سکھمنا کو پکڑے اور کمر کو سیدہا رکھے تاکہ سستی اور کاہلی کو دخل نہواور جو کچھ اس نشست کے فائدہ ہوں گے وہ سالک آپ معلوم کریگا کہیں کی حاجت نہیں ہے۔

جزو ۱۸

کلاہ چارترکی پہننے والے کو لازم ہے کہ لذت دنیا ہوائے نفسانی دنیا کی عشرت عاقبت کے عیش کو ترک کردے۔

جزو ۱۹

جب سالکوں کی طبیعت میں قبض اور بدمزگی پیدا ہوئی ہے تو انہوں نے اوس کے ماتم میں نیلے سیاہ۔ زرد لباس پہنے ہیں اور جسوقت اونکو معرفت میں بسط وکشادگی حاصل ہوئی ہے تو انہوں نے اوس کی جوش خوشی میں سبز اور لال رنگ کے کپڑے استعمال کئے ہیں مگر بعض ظاہر پرست فقیروں نے جو باطن سے بے بہرہ ہیں محض افلاس اور ناداری کی وجہ سے ایسے رنگ کے لباس پہنے ہیں جو میلے کم ہوتے ہیں اور پردہ پوشی کرتے ہیں مگر اونہیں نفس درویشی سے کچھ تعلق نہیں ہے بعض درویش کامل جنکے قوائے زندگی ریاضت اور مجاہدہ سے فنا ہوگئے ہیں کفن پہن لیتے ہیں تاکہ اونہیں ہروقت یہ یاد رہے کہ ہم زندہ نہیں مردہ ہیں قبر میں لیٹنے کی دیر ہے۔

جھوٹ عدد ۱۸

خدا نے آدم اور حوّا کو اس طرح جوڑواں پیدا کیا تھا جس طرح بادام کے
ایک چھلکہ میں دو مغز ہوتے ہیں جب اونکے جدا ہونے کا وقت آگیا تو ملائکہ نے
آدم کو حوّا سے الگ کر دیا اور آدم نے حوا کو اپنے پہلو میں موجود پایا اور تعجب کیا یہ بات
درست نہیں ہے کہ آدم کی پسلی چیر کر حوا نکالی گئیں۔

جھوٹ عدد ۱۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا صدمہ صحابہ نے ایسا اوٹھایا کہ
عرصہ تک اونکے حواس ہی بجا نہ ہوئے اور جب ہوش بجا ہوئے تو مارے رنج و
قلق کے ایک نے دوسرے سے نہ پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کس تاریخ ہوئی اور ان حضرات کے خوف سے کسی منافق یا کافر کا بھی اتنا حوصلہ نہ تھا
کہ وہ یہ دو لکھتا کہ مسلمانوں کے نبی نے رحلت کی ہے۔ اس لئے آپ کے انتقال
کی تاریخ میں اختلاف پڑ گیا چونکہ مسلمان رسول پاک کی موت کو عام آدمیوں جیسی
موت نہیں سمجھتے ہیں بلکہ اُنکا اعتقاد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف
ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو کر مرقد شریف میں چلے گئے ہیں اور اپنے مرقد
مبارک میں زندہ اور قائم ہیں اس لئے انکی موت پر اظہار غم اور ماتم اور مرثیہ خوانی
بھی نہیں کی ہے کیونکہ آپ حیات النبی ہیں بلکہ جب اونکی رحلت کا زمانہ آتا ہے
تو بجائے مرثیہ خوانی کے میلاد کی محفلیں کی جاتی ہیں اور آپ کی ولادت کی خوشی
کی جاتی ہے گویا کہ وہ آج ہی پیدا ہوئے ہیں اور آپ کے انتقال کو جو بارہ وفات
کہا جاتا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ جب تک بارہ امام ذریات نبوت کے فوت نہ ہوینگے

قیامت نہ آئے گی چنانچہ گیارہ امام دنیا میں تشریف لائے اور رحلت فرما چکے
بارویں امام جو مہدی علیہ السلام ہوں گے دنیا میں رونق افروز ہو کر اور حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے ساتھ دین محمدی کی خاطر خواہ خدمت کرکے انتقال کرینگے اوسوقت
بارہ وفائیں پوری ہوں گی چونکہ حضور کا انتقال ایک قسم کی ہجرت عالم فانی سے
عالم باقی کی طرف ہے اسلئے مسلمانوں نے سن ہجری کو پسند کیا اور سن وفات جاری کیا

پانچواں جام

حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب قدس سرہ العزیز کے عام حالات اور آپ کی کرامات خرق عادات

آپ اور آپ کے صاحبزادہ اپنی تصانیف میں سینکڑوں جگہ لکھتے ہیں
ما محمدیان خالص ہستیم۔ فراق کی اتنی استعداد نہیں ہے کہ ان حضرات کے مقامات
درویشی اور مراتب فقر کی تفصیل لکھ سکے مگر حضرت خواجہ میر درد صاحب نے خواجہ
محمد ناصر کی مقامات درویشی اور کمالات باطنی کی نسبت چند سطریں علم الکتاب میں
ارقام فرمائی ہیں میں انہیں یہاں نقل کئے دیتا ہوں۔ ناظرین باتمکین اونھیں پڑھ کر
سمجھ لیں گے کہ حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب کیا درجہ رکھتے تھے اور وہ علم الکتاب
کی سطریں یہ ہیں۔

نسبت خالص محمدیہ کہ در زمان آں سرور علیہ السلام بود تا
حضرت امام حسن عسکری علی جدہ علیہ السلام بطنًا بعد بطن رسیدہ
می آمد و بعد ازیں او باختفا آوردہ بود باز از سر نو بعد یکہزار و

یک صد و چند سال ہجری ازیں فیض خاص از منبع باطن سید بحق و مقتدائے احق آفتاب عالم تاب فلک سیادت نیر اعظم سپہر ولایت وارث منصب کمالات نبوت خلیفہ مرتبہ الوہیت صاحب سجادہ قرب امامت مظہر انوار محمدیہ صاحب شریعت و اصل حقیقت واقف طریقت کاشف معرفت خداوند حکمت الہیہ حامی ملت مصطفویہ۔ اولوالعزم عالی جاہ بے نیاز کبریا دستگاہ رضی اللہ عنہ سلالہ دودمان نقشبندیہ و قادریہ قدر افزائے طریقہ محمدیہ ناصر دین نبوی حضرت خواجہ محمد ناصر رضی اللہ عنہ ظہور فرمود۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خواجہ محمد ناصر صاحب کے باطنی کمالات ایسے ہی ہیں کہ اگر آپ کو بارویں صدی کا مجدد کہا جائے تو کچھ بیجا نہیں ہے۔ آپ محمدیت خالص کے سچے دعویدار تھے۔ آپ نے جو کچھ دعویٰ کیا اوسے اپنے زور ظاہری اور باطنی سے زمانہ پر ثابت کر دیا ہندوستان کے جملہ حضرات طریقت نے آپ کی تقریروں کو سنا اور آپ کی تحریروں کو دیکھا اور حیرت و ادب کے سات خاموش ہو گئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور اون کے لایق فایق بھائی حضرت فخر جہاں فخر زماں محب النبی مولانا محمد فخر الدین وغیرہ رضی اللہ عنہم ان کے ہم عصر تھے اور ایک ہی شہر کے اور ایک ہی محلہ کے رہنے والے تھے جو ظاہری علوم کے دریائے محیط اور فقر و طریقت کے چاند سورج تھے اگر خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب کے کمالات اور دعوؤں میں ذرا بھی نقص دیکھتے تو رد و قدح کے لئے قلم اوٹھا لیتے حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب اور مولانا فخر صاحب سے تو ایک قسم کی خصوصیت ملفوظات سے ثابت ہو رہی ہے مولانا فخر صاحب دو ایک بار خواجہ صاحب سے ملنے بارہ دری میں تشریف لائے ہیں چنانچہ ہمارے گھر میں مولانا

فخر صاحب کی تشریف کا ایک قصہ مشہور ہے کہ حضرت موصوف کی خدمت میں ایک سیاح صاحب حال باہر سے شاہجہان آباد میں وارد ہوئے اور مولانا صاحب کے دولت خانہ پر قیام کیا ایک دو روز کے بعد سیاح نے مولانا صاحب سے کہا کہ ہمنے اس شہر میں چشتیہ نظامیہ طریقہ کا آپ کو آفتاب عالمتاب پایا مگر یہ تو فرمایئے شاہجہان آباد میں کوئی نقشبندیہ طریقہ کا بھی فقیر کامل ہے مولانا فخر صاحب نے فرمایا کیوں نہیں خواجہ محمد ناصر صاحب اس طریقہ کے یکتا درویش یہاں موجود ہیں آپ اون سے ملکر اور اون کے حال کو دیکھکر بہت خوش ہوں گے سیاح نے کہا آپ کی اون سے راہ ورسم ہے مولانا نے فرمایا ہے سیاح نے کہا آپ میرے ساتھ چلیں اور مجھے اون سے ملا لائیں مولانا نے فرمایا بہتر ہے تشریف لے چلئے مگر اب دوپہر کے کھانہ کا وقت قریب آگیا ہے اور خواجہ صاحب کی یہ عادت ہے کہ اگر اون کے ہاں کوئی صاحب کھانہ کے وقت تشریف لے آئیں تو اون کے لئے جداگانہ دسترخوان بچھوا کر کھانہ کھلواتے ہیں مگر اپنے ہمراہ کھانا نہیں کھلاتے ہیں۔ آپ کو یہ امر ناگوار نہ گزرے۔ سیاح نے کہا میں تو اون کی روشن ضمیری کے ہی امتحان کے لئے جارہا ہوں اور میں نے دو منصوبہ اپنے دل میں قایم کر لئے ہیں اگر فی الواقع وہ صاحب باطن ہوں گے تو میرے دونوں منصوبوں کو پورا کر دینگے مولانا فخر صاحب نے فرمایا وہ کیا منصوبہ ہیں سیاح نے کہا ایک یہ ہے کہ میں اونکے مکان پر پہونچوں تو وہ کھانہ نوش فرماتے ہوں اور مجھے بھی اپنے ساتھ کھانہ کھلائیں دوسرے مجھے ایک تربوز بھی کھلائیں یہ کہہ کر سیاح مولانا صاحب کے ساتھ خواجہ صاحب کے مکان کو روانہ ہوئے جب بارہ دری میں پہنچے تو دیکھا دسترخوان بچھا ہوا ہے اور خواجہ صاحب کھانہ نوش فرمارہے ہیں خواجہ صاحب نے مولانا کی تعظیم کے لئے اپنے کندھے پر سے چادر اوتار کر بچھا دی حالانکہ بارہ دری میں

دری اور چاندنی کا فرش تھا اور مولانا صاحب سے فرمایا آپ اس چادر کے اوپر تشریف
رکھیں تاکہ فقیر کی عزت افزائی ہو مولانا صاحب نے فرمایا سبحان اللہ اور چادر
شریف اوٹھا کر اپنے سر مبارک پر رکھ لی جب آپ بیٹھ گئے تو سیاح صاحب سے
کہا آپ کھانا نوش فرمایئے سیاح نے قصداً عذر کیا مگر خواجہ صاحب نے زبردستی
اونھیں کھانا میں شریک کر لیا اور ایک خادم سے کہا بازار جاؤ اور شہیدی تربوز
لے آؤ ہمارے ناخوانده مہمان گرمی کے وقت آئے ہیں تربوز کے کھانے سے کچھ
تسکین ہو جائے گی۔ تربوز آ گیا۔ سیاح کھا کر بہت خوش ہوے اور اپنے دلمیں
پانی پانی ہو گئے۔ واپس آ گئے تو مولانا فخر صاحب سے کہا فی الواقع خواجہ محمد ناصر
محمدی روشن دل آدمی ہیں۔

خواجہ میر درد صاحب نے اپنے پدر بزرگوار کے کمالات اور مقامات کی نسبت
جو کچھ ارشاد کیا ہے وہ بالکل بجا ہے اور اوس کی تصدیق خواجہ محمد ناصر صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مستطاب حضرت نالہ عندلیب سے ہوتی ہے جسے دیکھ کر اور
پڑھ کر صوفیہ اور علما کی عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ اتنی ضخیم کتاب جس کا عرض نو انچہ
اور طول تیرہ انچہ جسکے صفحہ ایک ہزار آٹھ سو پندرہ ہوں عجایب و غرایب سے
لبریز ہندوستان کے مکین عالم نے لکھی نہ کسی فقیر نے اسرار تصوف و معرفت کے
اعتبار سے یہ کتاب حدیقہ حکیم سنائی یا مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہما کی ہے
فرق یہ ہے کہ وہ دونوں نظم ہیں اور یہ نثر ہیں مگر اس کی نثر نظم سے کم نہیں ہے
فصاحت بلاغت رنگین صنایع بدایع میں مینا بازار یا انشائے طغرا ہے۔ کتاب
کیا علوم اور فنون اور کمالات کا ایک سمندر ہے۔ چنانچہ حضرت مصنف اوس کے
دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ عرش سے فرش تک جو کچھ کون و مکان میں ہے اوس کی
امثال اور نمونے اس کتاب میں بہم کئے ہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ کتاب

میری الہامی کتاب ہے اور مینے جو کچھ سلوک اور تصوف اور مبداء و مذاہب کی نسبت اسمیں درج کیا ہی وہ مکاشفہ اور معاینہ کے سات کیا ہے اور بالکل اچھوتا ہی اور خوبی یہ ہے کہ تمام مکاشفے اور الہام قرآن پاک اور حدیث صاحب لولاک کے مطابق و موافق ہیں اور مرکز شریعت سے بال برابر اودھر اودھر نہیں ہیں کمالات علمیہ کے سوا اس میں قصہ اور حکایات الہی نایاب اور دل پسند بیان فرمائے ہیں جن کے آگے تمام جہان کے افسانے بے حقیقت ہیں۔ حضرت مصنف بیان فرماتے ہیں کہ نالہ عندلیب کے ہر صفحہ کو خدائے تعالی نے اپنے کرم سے مختلف اسرار اور بھیدوں سے لبریز کردیا ہے اور تفاول کے لیئے ایک خاص اثر اوسے عنایت کیا ہے۔ کسی عقیدت مند کو کوئی حاجت یا مشکل آئے تو اوسے چاہیئے نہایت ادب اور عاجزی کے سات متوجہ الی اللہ ہو اور نہایت اور نیاز کے سات حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کی اولاد اور اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین اور سب مسلمانوں اور خاصکر اون حضرات اور بزرگوں کی ارواح پاک کو سورہ فاتحہ کا ثواب پہونچائے اور بموجب حکم الہی وابتغوا الیہ الوسیلہ ان کی ارواح شریفہ کو درگاہ خداوندی میں وسیلہ گردانے اور اپنے مراد اور مقصد کو اپنے دل میں پنہاں کرے اور کسی پر اوسکا شمہ بھی نہ بتائے اور حضرت نالہ عندلیب کو معمول اور مشہور طریقہ پر بطور فال بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر کھولے اور اس کے پہلے صفحہ کو اول سطر سے پڑہے اللہ تعالے سے امید ہے کہ مافی الضمیر کا جواب شافی پہلی یا آخر سطر تک نظم یا نثر آیت یا حدیث میں ملجائیگا اور قلب کو تسکین حاصل ہوگی اور اگر اچیانا پہلی بار میں مافی الضمیر دریافت نہو تو دوبارہ کتاب کھولے یقین ہے کہ عقدہ کشائی ہوجائیگی اور اگر دوسری مرتبہ بھی مافی الضمیر کا جواب صفحہ کتاب پر عیاں نہو تو پھر کتاب کو ہرگز نہ کھولے اور سمجھ لے کہ دارائے خلق دانائے راز کو اس بھید کا کھولنا منظور نہیں ہے اور

اوس اسی میں بہتری ہے اور رضینا برضا اللہ پر عمل کرے کیونکہ تیسری بار کتاب کے کھولنے میں یہ اندیشہ ہے کہ پھر مافی الضمیر معلوم نہوگا اور صاحب حاجت کے اعتقاد اور ایمان میں ایک قسم کی سستی آجائیگی یا فال نکلے گی تو نامبارک ہوگی اور اوسکا اثر اوسے تباہ کرڈالیگا - خواجہ میر درد صاحب فرماتے ہیں کہ جناب امیر المہدین قبلہ کونین حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب جس طرح حیات میں جہان کو فیض پہونچاتے تھے اسی طرح بعد ممات بھی حاضر و ناظر و ناصر اپنے ہر معتقد کے ہیں اور آپ کی کتاب مستطاب نالہ عندلیب حفظ اللہ و دامت برکاتہ سے ہر شخص دارین کے فواید حاصل کرتا ہے ادنی برکت اس کتاب کی یہ ہے کہ اگر آداب شرع کے سات اوس سے تفادل کیا جائے تو ایسا جواب شافی حاصل ہوتا ہے کہ کوئی زندہ شیخ - صاحب مکاشفہ صحیحہ بھی اس طرح بے دریغ دلیری کے سات پیشین گوئی نکریگا اور جس طرح زمانہ استقبال کے لئے اس سے جواب باصواب حاصل ہوتا ہے اسیطرح زمانہ ماضی و حال کی نسبت بھی صاف صاف اس سے انکشاف ہوتا ہے اور جب سایل کے دل کو اوس کی عبارت پڑھکر راحت حاصل ہوتی ہے تو بے اختیار اوس کے منہ سے نکل جاتا ہے کرامات الاولیا حق -

فی الواقع خواجہ محمد ناصر صاحب قدس سرہ العزیز نے حضرت نالہ عندلیب تصنیف فرماکر حضرات نقشبندیہ اور محمدیہ خالصہ کو سارے جہان کے سلوک اور تصوف کی کتابوں سے بے نیاز فرما گیے - نالہ عندلیب کے ورس کے بعد انسان کو نہ احیاء العلوم کی حاجت باقی رہتی ہے نہ کیمائے فصوص کی چنانچہ حضرت خواجہ میر درد فرماتے ہیں -

رباعی

خواہم نہ عوارف نہ فتوحات و فصوص ۔۔۔ شد نالۂ عندلیب دردم مخصوص

حق ساخت مرا محمدی خالص ۔۔۔ در من نبود چیز دگر غیر خلوص

رباعی دیگر

صوفی بہ تصوف شدہ صرف مطلق ۔۔۔ مُلّا بہ ذکر نحو سیہ کردہ ورق
مادل شدگان بہ مکتب درد و الم ۔۔۔ از نالۂ عندلیب خواندیم سبق

یہ کتاب ایسی مقبول ہوئی کہ آپ کی حیات ظاہری ہی میں اس کی سینکڑوں نقلیں شاہان دہلی امرائے دہلی فقرائے دہلی نے حاصل کیں اور سنہری اور لاجوردی جدولوں کے ساتھ اوس کے اوراق سجائے گئے اور کتب خانوں میں رکھی گئیں۔ شہر دہلی کے علاوہ چہار دانگ ہندوستان میں اس نے اشاعت پائی اور ہر فرقہ کے اہل کمال نے اسے ارمان اور آرزو سے پڑھا اور جن لوگوں کو میسر نہ آئی وہ اشتیاق میں رہے اوسکا وہ خاص نسخہ جو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے عہد میں لکھا گیا تھا میرے والد ماجد کے کتب خانہ میں موجود تھا مگر غدر ۱۸۵۷ء میں وہ بھی اور سارا کتب خانہ اور خواجہ محمد ناصر صاحب کے عہد سے گھر میں جو سامان جو اثاثہ جو تبرکات تھے سب تلف ہو گئے حضرت مخدومی و محترمی خواجہ سید ناصر وزیر صاحب محمدی رحمۃ اللہ علیہ نے جو میرے رشتہ کے ماموں اور خواجہ میر درد صاحب قدس سرہ العزیز کی درگاہ کے سجادہ نشین تھے بعد غدر ایک نسخہ حضرت نالۂ عندلیب کا کہیں سے حاصل کیا تھا۔ میری پانچ برس کی عمر تھی جب میری والدہ صاحبہ محترمہ حضرت نالۂ عندلیب کے قصے اپنی زبان فصاحت ترجمان سے بیان فرما کر میرا دل بہلایا کرتی تھیں جب گل و بلبل کی داستان ختم ہوتی تو فرماتیں بیٹا جس طرح میں تمہارے سامنے یہ قصے کہتی ہوں اسی طرح تمہاری پرنانی جو خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی تھیں

میرے بچپن میں یہ قصے کہا کرتی تھیں پھر ارشاد کرتی تھیں کہ میری والدہ صاحبہ عربی
فارسی میں قابلیت رکھتی تھیں وہ حضرت نالۂ عندلیب مطالعہ میں رکھتی تھیں
اور میں سنا کرتی تھی اور ان دونوں بیویوں کے سوائے بھی ہمارے خاندان کی
سب بیویاں پڑھی لکھی تھیں اور سب کی سب مجھ سمیت فارسی زبان مادری زبان
کی طرح جانتی تھیں۔ والدہ صاحبہ کی زبانی ان قصوں کو سنکر میرے دل میں ایک
ولولہ پیدا ہوتا اور جی چاہتا حضرت نالۂ عندلیب کے مطالعہ سے میں بھی
بہرہ اندوز ہوں مگر پانچ چھ برس کی عمر میں اتنی استعداد کہاں۔ مگر تیرہویں سال
خدا نے مجھے اس قابل بنا دیا کہ میں حضرت نالۂ عندلیب کو پڑھوں اور اوس کے
ظاہری الفاظ سمجھ لوں میں نے والدہ صاحبہ سے کہا اچھی بی امان جان اب تو
میں خدا کے فضل سے فارسی عربی خاصی طرح پڑھ لیتا ہوں آپ ماموں جان
سے کہہ دیجیے کہ حضرت نالۂ عندلیب کتب خانہ سے نکال کر پڑھنے کے لئے
مجھے دیدیں اماں جان نے فرمایا اب بھائی کھانا کھانے کے لئے حویلی میں
آئیں گے تو میں کہدونگی چنانچہ ماموں جان نے اماں جان کے فرمانے
سے حضرت نالۂ عندلیب مجھے مرحمت فرمائی اور میں نے اوسکے مطالعہ سے
اپنی عمر اور حوصلہ کے موافق بہت کچھ فیض اور فائدہ حاصل کئے اور دل میں یہ
خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ کتاب چھپ جائے تو کیا اچھا ہو مگر آپ ہی یہ کہا کہ ہم لوگ
غریب ہیں اتنا روپیہ ہمارے پاس کہاں سے آئیگا جو ہزاروں کی لاگت لگا کر
چھپوائیں گے مگر خدا کسی امیر کبیر کے دل میں ڈالدے اور وہ ہمت کرے تو یہ
کتاب چھپ جائے اور آخر کار میرا یہ خیال پورا ہوا اور جناب مستطاب
نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ رئیسہ بھوپال نے اپنی اولوالعزمی دکھائی اور بہت
خوبی اور خوش اسلوبی کے سات اوسے چھپوا دیا اور محمدیت خالص کی

آبحیات سے ایک جہان کو سیراب کر دیا۔ حضرت امیر المجددین درحقیقت گلشن فصاحت
و بلاغت کے عندلیب تھے اور آپ نے اپنا ایک فارسی دیوان مدون فرمایا
تھا جو غدر میں ہمارے ہاں سے تلف ہو گیا اور پھر کبھی دیکھنے میں نہ آیا مگر یقین
ہے کہ کسی ہندوستانی ریاست کے کتب خانہ میں ہوگا۔ ایک رسالہ آپ نے
ہوش افزا نام فن شطرنج بازی میں تصنیف کیا اور اوسکے تصنیف کی وجہ یہ ہوئی کہ
آپ کی بعض اولاد اور بعض مرید شطرنج کی طرف مایل ہوے اور یہ خبر آپ کے
کان تک بھی پہونچی آپ نے اس فعل نامشروع سے منع فرمایا مگر اون نوجوانوں
نے کچھ دہیان نہ کیا۔ اس لئے آپ نے ایک صوفیانہ شطرنج ایجاد کی اور اوس کے
اصول و قواعد بالکل سلوک و عرفان الہی کے سات قایم کئے اور درویشی کے
عجائب و غرایب راز اس میں بھر دئے اور ایک خوشنویس سے اوسے
لکھوا کر اپنے سجادہ کے نیچے رکھ لیا۔ جب وہ صاحبزادے اور مرید جو شطرنج کے
شایق تھے خدمت فیضدرجت میں حاضر ہوئے تو آپ نے وہ رسالہ اونھیں دیا
اور فرمایا آپ صاحبوں کے شوق کا رخ دیکھکر میں نے اس میں شطرنج کے
کچھ نئے نقشے آپ کی دل لگی کے لئے لکھدئے ہیں اب جو آپ شطرنج کھیلیں تو
ان نقشوں کو ملحوظ رکھیئگا۔ ان حضرات نے جو رسالہ ہوش افزا کو لیجاکر مطالعہ کیا تو
اوسکی پر عبرت بازیوں کے نقشہ دیکھکر اور پڑھ کر قدیمی شطرنج اور اس قبیل کے
سب کھیلوں سے نفرت ہو گئی اور سب نے توبۃ النصوح کر لی یہ رسالہ ہوش افزا
بھی غدر میں تلف ہو گیا تھا اور خواجہ سید ناصر وزیر صاحب نے اوس کی جستجو بھی کی
مگر کہیں نہ ملا اگر حسن اتفاق میرے پھوپا منشی سید احمد حسین صاحب مرحوم جو حضرت
سید آدم بنوڑی نقشبندی مجددی کی اولاد میں تھے ایک مقدمہ کی پیروی کے
واسطے سنہ ۱۸۶۶ء میں الہ آباد تشریف لے گئے اور رسالہ ہوش افزا سر بازار میں بکتا ہوا اونھیں ملا

ملگیا اور وہ اوسے لے آئے اور خواجہ سید ناصر وزیر صاحب کو دیدیا کہ یہ آپکی خاندانی کتاب ہے میں نے ماموں جان سے لیکر اوسے پڑھا اور اوسے جلدی جلدی نقل بھی کر لیا اور وہ نقل بفضل الہی میرے پاس ابتک موجود ہے۔

حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب کی طبیعت میں ہر قسم کی ایجاد کا مادہ تھا اور آپ نے بعض آلات اور سامان ایسے نادر اختراع فرمائے جو نہایت مفید اور راحت رساں ہیں مثلاً خیمہ رواں خانۂ رواں حمام ہر مقام پلنگ سفری شمع بیدمع چراغ ظلمت سوز فانوس بے افسوس۔ حربہ لوائے محمدی نصرت بخش کبیر۔ نصرت بخش صغیر ناصری وغیرہ۔ ان اشیاء کی ساخت پرداخت حضرت نالہ عندلیب وغیرہ آپکی تصانیف سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے ایک بار آپ کو یہ الہام ہوا کہ ہم نے تمہارے نام کو پسند اور مقبول فرمالیا اور تمہاری اولاد اور تمہارے معتقدین و مریدوں کے لیے اوس میں دونوں جہان کے برکات داخل فرمادیں جو شخص ازراہ عقیدت لفظ ناصر کو اپنی یا اپنی اولاد کے نام میں شامل کریگا اسکی برکت سے ہمیشہ مظفر و منصور رہیگا اور آتش دوزخ اوسپر حرام کردی جائیگی اور جو شخص اپنی کتاب یا خط کی پیشانی پر ھوالناصر تحریر کرے گا اوس کتاب اور خط کے مطالب کو کامیابی ہوگی چنانچہ اس خوشخبری کو معلوم کرکے حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اپنا اسم مبارک دلیل الناصر تجویز کیا اور اس کے بعد آپکی تمام اولاد ذکور و اناث کے ناموں کا لفظ ناصر ایک جزو قرار پاگیا حتی کہ غلاموں کے نام بھی ناصر علی اور ناصر بخش ہونے لگے اور بحمد اللہ تعالی اسوقت تک خاندان محمدیہ کے تمام زن و مرد کے ناموں میں یہ اسم اعظم تیمنا و تبرکا داخل ہے چنانچہ فقیر سراپا تقصیر کا نام محمد ناصر نذیر اور بندہ زادہ کا نام ناصر خلیق ہے سلمہ اللہ تعالی اس رمز کے لحاظ سے آپ نے اپنے مسلک کا نام بھی ناصری رکھا۔ ناصری درحقیقت

اسم بامسمیٰ شئے ہے یہ ایک لکڑی تقریباً ڈیڑھ انچ چوڑی اور ڈیڑھ فٹ لمبی ناصر کے طغرا کی شکل میں بنائی جاتی ہے جس کی ہیئت یہ ہوتی ہے کہ اس لکڑی کے اندر لوہے کا ایک باریک پترا ہوتا ہے اور اوسکے دونوں طرف راجس کے چاقو کے دستہ کی طرح عمدہ قسم کی لکڑی باریک باریک کیلوں سے جڑی ہوتی ہے جب حضرت خواجہ صاحب رضی اللہ عنہ سجادہ پر بیٹھتے بیٹھتے رات کو تھک جاتے تھے تو ناصری کو بغل میں لگا کر منٹ دو منٹ اوسکا سہارا لے لیتے تھے اور جب آپ کہیں تشریف لیجاتے تھے تو ناصری شریف کندھے پر ہوا کرتی تھی۔ ناصری کا نون الف اسقدر وسیع بنایا جاتا تھا کہ وہ کندھے پر بخوبی آجائے اوسوقت سے اسوقت تک یہ سنت محمدیہ خالصین کے خلفا اور جانشینوں کے لیئے قایم ہو گئی کہ اکثر اوقات سفر و حضر میں ناصری شریف اونکے کندھے پر رکھی ہوئی ہو۔ حضرت والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ حضور پر نور حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب قدس سرہ العزیز کے دوش مبارک کی ناصری شریف غدر تک ہمارے گھر میں موجود تھی اور اوسپر غلاف چڑھا رہتا تھا اور نہایت احتیاط سے اونچی جگہ رکھی رہتی تھی یا کھونٹی پر لٹکی رہتی تھی مریضوں کے لیئے اوسے دہو کر پلانا اکسیر کی خاصیت رکھتا تھا۔ دہوتے دہوتے گھس گئی تھی اور آدھی رہگئی تھی۔ میں آپ کے کمالات کو اس میخانہ میں زیادہ نہیں کہہ سکتا ہوں اب دو تین آپ کے خرق عادت بیان کیئے دیتا ہوں۔

جرعہ کرامت

ایک دن حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب اپنے منجھلے صاحبزادے خواجہ میر درد

صاحب کو کسی کتاب کا درس دے رہے تھے خواجہ میر درد صاحب کی عمر
اسوقت چودہ ۱۴ برس کی تھی پڑھتے پڑھتے آپ کو یہ خیال آیا کہ سنتے ہیں جناب
رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کا جسم بالکل نور تھا اور عنصروں
کی کثافت نام کو نہ تھی خدا جانے یہ روایت کہانتک صحیح ہے۔ آپ اسی
سوچ میں تھے جو آپ نے دیکھا کہ خواجہ محمد ناصر صاحب کا جسم مبارک
مع لباس کے بالکل آئینہ کی طرح شفاف اور آبدار ہے اور حضرت کی پشت
کے پیچھے جو دیوار ہے وہ آپ کے جسم منور میں سے بالکل صاف دکھائی دیتی
ہے خواجہ میر درد صاحب یہ تماشا دیکھ ہی رہے تھے جو خواجہ محمد ناصر صاحب نے
فرمایا میاں خواجہ میر تم کیا سوچ رہے تھے کہ خدا نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا بدن مبارک شفاف اور نورانی تھا یا نہ تھا۔ بھائی حضرت کا تو کیا
کہنا ہے وہ تو بالیقین نور مجسم تھے مگر آپ کی اولاد میں بھی بعض بعض کو یہ حصہ
ملا ہے لو دیکھو میرا پنڈا کیا کم آبدار ہے۔ مگر بیٹا یہ انوار نہ ہر آنکھ دیکھ سکتی ہے
نہ ہر وقت نظر آتے ہیں خواجہ میر درد صاحب نے کہا بجا ارشاد ہوا فی الواقع
میرے دل میں یہ وسوسہ تھا مگر حضور نے اپنے کرم سے اسے رفع کر دیا۔

جرعہ

کرامت

آپ کے مریدوں میں سے ایک شخص نور محمد نام بنگالہ کے سفر میں تھے
ریل اور موٹر کا تو اس زمانہ میں مذکور بھی نہ تھا پردیس جانے والے گھوڑہ پر
یا رتھ منجھولی میں جایا آیا کرتے تھے اکیلے دوکیلے کا حوصلہ بھی سفر کے لئے نہ ہوتا
تھا کارواں اور قافلہ چلا کرتے اسیطرح میاں نور محمد بھی ایک قافلہ

کے سات جارہے تھے چلتے چلتے ایک دن ایسے جنگل میں پہونچے جہاں کوسوں تک
جھاڑیاں ہی جھاڑیاں دکھائی دیتی تھیں۔ ناگہاں ایک طرف سے قزاقوں کا غول آیا اور
قزاقوں نے اپنی تلواریں نیام سے نکال لیں۔ قافلہ والے تھرّا اوٹھے اور سب کو جان کے
لالے پڑگئے۔ کسی کو جرات نہوئی جو اون سے مقابلہ کرتا میاں نور محمد کے دم پر بھی
بنگئی اور اونھیں یقین ہوگیا کہ آج جان بچنی دشوار ہے اسکے سات ہی اونھیں
حضرت کا خیال آیا اور میاں نور محمد نے کہا حضرت خواجہ محمد ناصر محمدی دوہائی
ہے آپ کی مدد کیجیئے۔ نور محمد نے دوچار ہی بار آپ کا نام لیا ہوگا جو انھوں نے
دیکھا حضور ایک عربی گھوڑہ پر سوار لوائے محمدی ہات میں لیئے بیچ قافلہ میں
کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں میاں نور محمد گھبرانا نہیں ہم آگئے ہیں آپکے جمال مبارک
کو دیکھکر قزاقوں کے ہوش جاتے رہے۔ اور آپ کی نظر نے تازیانہ کا کام کیا
سب کے سب سر پر پاؤں رکھکر بھاگے اور قافلہ میں کسی کا بال بھی بیکا نہوا
جب قزاق بھاگ گئے تو آپ بھی گھوڑا دوڑا کر نظروں سے غایب ہوگئے۔ قافلہ
والوں نے کہا میاں نور محمد تمھارے پیر شاید کسی جھاڑی میں رہتے ہوں گے
جو تمھاری واویلا سنکر دوڑے چلے آئے۔ نور محمد نے کہا واہ واہ آپ لوگوں
کی بھی کیا سمجھ ہے جھاڑی میں رہنے کا کیا موقع ہوسکتا ہے۔ آپ تو شاہجہاں
آباد میں رہتے ہیں اور اسی وقت شاہ جہاں آباد سے میری آواز سنکر مدد
کے لئے تشریف لائے ہیں کیونکہ آپ ولی کامل ہیں۔ آپ کے نزدیک دور اور
پاس یکساں ہے۔ اس اعجاز کو سنکر قافلہ کے بہت سے آدمی حضرت کی قدمبوسی
کے مشتاق ہوئے اور میاں نور محمد کے سات دلی آئے اور قدم بوسی کے
بعد چاہا کہ اس کرامت کا حضور میں تذکرہ کریں مگر آپ نے منع فرمادیا پھر بھی اون
لوگوں سے ضبط نہوا اور حضرت کی غیبت میں بہت لوگوں سے اسکا تذکرہ کردیا

باوصف اسکے کہ حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب بظاہر نقشبندی مجددی اور باطن میں محمدی خالص مشرب رکھتے تھے۔ مگر سماع آپ نے بہت ذوق شوق سے سنا۔ اور ۶۶ سال کی عمر میں شعبان کی دوسری تاریخ ۱۱۷۲ھ میں ہفتہ کے دن دار فانی سے عالم قدس کی طرف رحلت فرمائی۔ جسوقت جنازہ مطہر قبرستان میں پہونچا تو حضرت خواجہ میر درد صاحب نے کشفی نظر سے دیکھا کہ حضور رسول اللہ علیہ السلام قبرستان میں ایک مقام پر تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں ہم خواجہ محمد ناصر کے جنازہ ہی کے انتظار میں یہاں کھڑے ہیں اور جسوقت تک خواجہ محمد ناصر صاحب کو دفن کیا گیا آپ بدستور جلوہ فرما رہے۔ بعد آپ کے تشریف لیجانے کے حضرت خواجہ میر درد صاحب نے اوس مقام پر جہاں آپ کھڑے تھے آپ کے نقش قدم کو پایا اس لئے آپ نے اس یادگار میں ایک میل سنگ سرخ کا وہاں نصب کر دیا اور اوس میل پر یہ رباعی وغیرہ کندہ کروادی۔

ھو الناصر

ایں ارض مقدس ست بس پاک بود	رشک عرش و نجوم و افلاک بود
از بس ز کرم داشتہ تشریف شریف	نقش قدم صاحب لولاک بود

ص

رفع القدر بکمالہٖ	شرف البصر بجمالہٖ
حسن البشر بخصالہٖ	صلو علیہ و آلہٖ

یہ میل سنگ سرخ کا خواجہ محمد ناصر صاحب کے مزار کے پائیں دکن کیطرف آپ کی قبر کے احاطہ کے باہر قایم تھا اور یہ میل ایک بڑی چار دیواری سے محفوظ تھا مگر وہ چار دیواری برباد کردی گئی اور اوس میل کو اوس مقام سے

جہاں رسول اللہ صلعم کا نشان قدم تھا اوکھیڑ کر چار دیواری کے اندر جس میں خواجہ محمد ناصر صاحب کا مزار ہے لے آئے اور مشرق و شمال کے گوشہ میں اوسے نصب کر دیا اب جہاں یہ پتھر گاڑا گیا ہے یہاں اس سے پہلے ایک اور کتبہ تھا جس میں خواجہ میر درد صاحب کی صاحبزادی زینت النساء بیگم صاحبہ اور براتی بیگم صاحبہ کی تاریخ وفات کندہ تھی مگر وہ پتھر راجہ سورج مل جاٹ والی بھرت پور کی توپ سے پرزہ پرزہ ہو گیا تھا اور اوس کی جگہ خالی رہ گئی تھی اور سالہا سال سے جگہ خالی پڑی تھی۔ اس پتھر کو اوس پتھر کی جگہ بٹھا دیا اور یادگار رسالت مآب کو گاڑ دیا۔

جزء

خواجہ محمد ناصر صاحب کے مزار کا کتبہ

محبوب خدا خواجہ محمد ناصر   حق راہ نما خواجہ محمد ناصر
ہادی و شفیع دستگیر ہمہ ہاست   در ہر دو سرا خواجہ محمد ناصر

ناصر الملت والدین امیر المحمدیین الخالصین محمدی المتخلص بہ عندلیب علیہ التحیات

ولادت ۲۵ شعبان ع وارث علم و امامین و علی ۞ رحلت یوم شنبہ بعد العصر قرب شام۔ دوم ماہ شعبان ۱۱۷۲ ہجری عمر شریف ۶۶ سال۔

بادشاہ دہلی نے چاہا کہ آپ کے مزار پرانوار پر سنگ مرمر کا مقبرہ بنوادے مگر خواجہ میر درد صاحب نے فرمایا کہ ان تکلفات سے فقیروں کو کیا سروکار ہمارے لئے جنت الفردوس کا قبہ اور گنبد کافی ہیں۔ بعد وصال آپ کے مزار پرانوار سے قسم قسم کے اعجاز و فیض ظاہر ہوئے مگر ایک کرامت
مئی کی گرمی میں جب چیل انڈا چھوڑتی ہے

اوسسے معلوم ہوا مزار کے چاروں طرف کے چونہ گچ کی تہ زمین اس قدر گرم ہے
کہ پاؤں دہرنا دشوار ہے مگر جب مزار کو ہات لگایا یا بوسہ دیا تو اوسسے برف کی
طرح ٹھنڈا پایا۔ حضرت خواجہ میر درد صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت والد
صاحب کی وفات کو بارہ برس ہو لئے ہیں مگر یہ کرامت مزار شریف کی قایم ہے
مگر میں یہ نہیں کہ سکتا کہ آئندہ بھی رہے گی یا نہ رہیگی آپ کے عرس کی تقریب تو
خواجہ میر درد صاحب سالانہ کیا ہی کرتے تھے مگر چونکہ خواجہ محمد ناصر صاحب
۲۵ شعبان کو پیدا اور ۲ شعبان کو عالم باقی کی طرف تشریف لے گئے تھے اسلئے
دونوں تاریخوں کی یادگار میں ہر مہینہ کی دوسری اور ۲۴ کو ایسی عظیم الشان
محفل سماع کی گرم فرماتے تھے کہ بادشاہ وقت اور تمام امراء و روساء دہلی اور
مشایخ شریک ہوتے تھے۔

فقیر فراق اب یہاں چند اشعار خواجہ میر اثر صاحب کی کتاب
بیان واقع کے درج کرتا ہے جو میر اثر صاحب نے اپنے والد ماجد کے حالات
میں نظم کئے ہیں ان اشعار کے پڑھنے سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ خواجہ محمد ناصر
صاحب کس رتبہ کے درویش تھے اور آپ نے یاد الہی کسقدر فرمائی کیا مجاہدہ
کئے اور کیا مجاہدہ کرتے کرتے اپنی حیات پاک کو ختم کر گئے صرف لباس اور
صورت کے فقیر نہ تھے بلکہ درحقیقت آپ اوس فقر کے مصدر تھے جس کی نسبت
رسول پاک نے الفقر فخری فرمایا ہے۔ آج اس ریاضت اور عبادت اور کمالات
کو ہم فقیروں میں ڈہونڈتے ہیں مگر نہیں پاتے ہیں۔

جرعہ
مثنوی بیان واقع

گرچہ میخواہم بیان اختصار　　　می زند جوش دلم بے اختیار

آہ ذکر ضبط او قالتش کنم　　　یا کہ مذکور عبادا تش کنم

یا کہ استقلال او سازم بیان　　　یا دگر احوال او سازم عیان

برتر از گفتن ہما حالات اوست　　　جملہ دستور العمل اوقات اوست

در سلف ہم کس نکردہ این معاش　　　از دو شب قسمی کہ بودش بود و باش

درعبادت روزوشب بہ [illegible]　　　غیر طاعت گہ نشد شغلے دگر

باجواز ورخصت او کارے نداشت　　　جملہ ہمت بر عزیمت میگماشت

روز و شب قایم طہارت داشتے　　　غسل ہر روزہ گہے نگذاشتے

ترک اصلا گہ نشد شکر وضو　　　چوں نشستے می نشستے قبلہ رو

اکثر اوقات باراز و نیاز　　　داشتے تطویل قرات در نماز

چند صد رکعت نمودے ان امام　　　باقراتہائے طولانی مدام

گرچہ زاوّل صاحب تدبیر بود　　　ہم قضا ہائے دوروزہ می نمود

گروہ اثنا عشر امر اندر نماز　　　باحضور قلب و اخلاص و نیاز

حکم برداری و غیر حکمی ست | رنج و راحت فہم این معنی ست
یا ز نسیان و امید و بیم است | یا ز تحقیر و دگر تعظیم است
دیدن و می بینم و می بیند او | حالت احسان نماید تا کہ او
معنئے ہر لفظ بنگر در کتاب | مقصد و مطلب و تفصیلش بیاب
گرد اشراق و ضحی و فی الزوال | نیز اوابین تہجد لایزال
چار داست و چار شش اثنا عشر | قدر رکعتہا بہ ترتیبش نگر
در تہجد گہ بندرت کم نبود | ہم دوگانہ آخرین نشستہ بود
چہل و یک یسین ہر روزہ مدام | در نماز استادہ خواندے آں امام
ہم چنیں دیگر نبود بسیار داشت | در نوافل ہم سنن تکرار داشت
سورۂ سجدہ ملک و دخان | واقعہ ہر چار اول شب بداں
آنچہ ہر روزہ قرات مے نمود | قدر کم از نسبت سیپارہ نبود
ہم تلاوت ربع قرآں بودہ است | ایں روش دو منزلہ فرمودہ است
ہشت منزل ختم قرآن مجید | خود مقرر کردہ بہ نہج جدید
تا صواب افتتاح و اختتام | سایر ہر روزہ ہفتہ شد تمام
آس اشارات و فنا مطلق ست | یا دگیرش گر ترا شوق حق ست
فاتحہ ارنا صراو از نون نسا | از الف اعراف باشد مدعا
ہود و ہا و میم مریم نون و عسل | صاد صاد ست قمر قافش را بدل
کلمہ طیب تمامی با شمار | بود روز و شب عشرین ہزار
گرد از معمول پیران چار چند | ہم تمامی کلمہ خواندن شد پسند
گرچہ ہر روزہ درود اندر شمار | بود معمول مشایخ یک ہزار
لیکن ان حضرت فزودہ در عدد | مے نمودے تصلیہ پنجاہ صد

هم دگر ورد و وظائف کان صریح — هست ثابت از احادیث صحیح

در همه اوقات آنها بالضرور — بودے اکثر بر زبانش بے فتور

هم نود و نه نام حق هر صبح شام — آں جناب پاک میخواندے تمام

هم به تقریب ضروری هر زمان — آمدے اسمائے حسنیٰ بر زبان

حمد و نعت و شکر تسبیح خدا — دمبدم در هر سخن کردے جدا

بود هر یک قول و فعلش بے نظیر — فی الحقیقت ایں بود ذکر کثیر

ذکر حق در سایر حالات داشت — صرف در یاد خدا اوقات شت

هر یک از شش کلمه و سایر درود — در وضو مخصوص هر اعضا نمود

پس شهادة وقت شست و شو — هم دگر اوراد مسنون وضو

کلمه توحید بهر دست راست — کلمه تمجید ثانی دست راست

کلمه طیب بوقت مسح سر — مسح گردن را درود مشتهر

باز استغفار بر پائے یمین — رد کفرست از برائے دو یمین

هم دگر اوراد کان مسنون است — جمله خواندے بر سر و روپا و دست

غسل پا را دلک لازم کرده بود — هم نگاهے در کف پا مے نمود

در عبادت می نمود احیائے لیل — سوئے خواب و خور نبوده هیچ میل

سالها ننموده اصلا پا دراز — در قیام و قعده بوده با نیاز

سخت مرعی داشت تقلیل غذا — بوده باشد ربع و خمس اشتها

تا نباشد از شکم سیری کسل — در عبادت هیچ گه نبود خلل

آب را در روز و شب یک وقت بود — نوش در گرما دو وقتش می نمود

نوش فرمودے زبینی آب را — زانفع است ایں جمله شیخ و شاب را

در بندرت از دهن هم خورده بود — با کشید دم تجرع مے نمود

وقت بیداری زخواب ست آب بد — لیک از بینی بود نافع زحد

چوں شوی بیدار از بینی خور آب — منفعتہا زیں عمل کلی بیاب

در غلیظ ابر و فزوں گرد و غبار — آنچناں روز ایں عمل موقوف دار

ما غلاماں را نمودے آنجناب — امر بر اندازه از تقلیل آب

نیم روزه باز را فرموده بود — یعنی منع آب روزانہ مود

آب را از حرص آدم طالب ست — فی الحقیقت اشتہایش کاذب ست

حار طبعاں را ضرورت گر بود — ہر قدر کمتر بود بہتر بود

کثرت آب ست اصل ہر خلل — ثقل غلظت ماندگی سستی کسل

سر بسر آب ست نقصان و ضرر — ہر قدر از وے توانی الحذر

الغرض آں حضرت عالی جناب — در جہاد اکبر خود فتحیاب

ہم ریاضات بدن معمول داشت — بر دوام ہر عمل ہمت گماشت

کسب فرمودے ہم اکساب جوگ — انتخابے کرده از سرباب جوگ

حبس دم معمول چند اقسام داشت — دم شمرده می کشید و می گذاشت

ہم عنای واری ست شغل خاص او — ہم شنید و دید شغلے تازه دو

در قرات اندروں دم می کشید — با معانی ذکر ایں حبس جدید

در تلفظ دم کشاں اشباع گشتے — تا پری سینہ وا نگداشتے

جمع می گردید چوں اندر فزوں — ہم چناں آہستہ ره دادے بروں

ہیچ دم بے یاد آگاہے نبود — مو بمو ذکر الہی مے نمود

قالب و قالب را نمودے تصفیہ — ہر نفس پیوستہ بودے تزکیہ

تصفیہ ہم یک عمل خاص اصطلاح — با صفا و با ثواب و با فلاح

جملہ استخراج از سنت نمود — غیر مسنوں ہیچ معمولش نبود

وضع مسنون سواک آموخته
جسم و جاں را فایده اندوخته

از ہمہ دہوتی و سی کج کرم
از نفع اسہل با ضبط پاکیزہ ہم

زاں ہمہ اکساب تازہ منتج است
از احادیث نبی مستخرج است

لیک سرش تاکنون پوشیده بود
ایں ہمہ اسرار آنحضرت کشود

واقعی مسواک می باشد دوا
بیشتر مہلک شدید امراض را

شرح آن از علامتش بہ بیں
تا بہ اطمینان دل آری یقیں

خواه از مسواک و انگشتان دست
بلغم از سینہ برآوردن چه است

لیک بالتدریج برآوردن است
بر خلوے معده بی خوردن ست

در اخیر شب بگاه و بعد خواب
زالف و چشمہا اخراج آب

ایں چنیں مسواک باشد تنقیه
نامش آں حضرت نہاد ... سیفیه

ہم وه دو چیزہائے جامع اند
قلب قالب جسم و جاں را نافع اند

جملہ خیر و خوبی و دنیا و دیں
می شود حاصل بلامنت ازیں

حفظ صحت دفع کل امراض است
ہم دگر بس منفعت اغراض است

کند پیوستن کشاد و بستن است
ہم گرفت و خاستن بنشستن است

ہم گزار و سعی و ہمود دست است
ہم درآور ہم برآور بودن ست

قصہ کوته ذات پاک آں امام
جامع اضداد و خوبی ہا تمام

داشت اوصاف حمیده بر کمال
در ہمہ اخلاق بود ست اعتدال

در کمالات و ہنرہائے شریف
بود جامع ذات والائے شریف

طاق در ہر کار آں روشن ضمیر
در کمال ظاہری ہم بے نظیر

تیر می انداختے از ہر دو دست
بے خطائے بر نشانی می نشست

ہم دو دستی تیغ بازی می نمود
روبرو استد مجال کس نبود

با سوارے طرز یک انگ و دو انگ
طرفہ نو ایجاد کرد آئین جنگ

کاسبش گو یکہ و تنہا بود
غالب و منصور بر صدہا بود

چند دست ضرب آں نادر لوا
کرد ایجاد از پئے بازاں جدا

در میان اسپ تازاں شہسوار
در کمال خود نمودے جملہ کار

عیب ہا از اسپ زاہل می نمود
ہم ہنر صد چند در وے می فزود

بارگی یک بارگی دیگر شدے
جلد زد جاندار فرماں بر شدے

ہر کہ دیدے اسپ رانشناختے
در سواری انچنانش ساختے

زیں ہنر ہا آنچہ گفتہ در کتاب
یافتہ می شد بذات آنجناب

ہست وصف ذات بے ہمتائے او
برتر از گفت و شنود ما و تو

الغرض آں ناصر الملت امام
رہنما و پیشوائے خاص و عام

از پدر فرزند خواجہ نقشبند
جملہ آبا صاحب قدر بلند

از سوی مادر کریم اکرم ست
زانکہ او فرزند غوث اعظم است

ناصر دیں داشت جد مادری
صاحب مجد و علوی برتری

در فقیری داشت اسباب غنا
نوکرش بودند ارباب غنا

صاحب فوج و سپاہ ذی حشم
باب فیض و جود و احسان و کرم

نام جدش میر لطف اللہ بود
والدش شیر محمد شاہ بود

جد اعلیٰ ایشاں بدہ عالی تبار
عبد الرزاق ست غوث نامدار

جملہ شاں فیض الہ العلمین
رحمۃ الباری علیہم اجمعین

چھٹا جام

رئیس العارفین زبدۃ الواصلین ناصر دین محمدی عالیجناب صاحب الکتاب فرد الفرد حضرت خواجہ میر درد قدس سرہ العزیز

کی درد کی جو ذاتِ مبارک پہ نظر | ہے معنیٔ لولاک کا پرتو اوس پر
ہوے نہ اگر درد قسم ہے کہ عظیم | لڑکا نہ تولد ہو ز بطن مادر

حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب کی پہلی شادی حضرت شاہ میر میں سید لطف اللہ موصوف کی صاحبزادی سے ہوئی اوران بیوی سے آپ کے گھر میں ایک فرزند نرینہ پیدا ہوئی جسکا تاریخی نام محمد محفوظ رکھا گیا۔ ان کی ماں انھیں بچہ سا چھوڑ کر انتقال فرماگئیں اور محمد محفوظ صاحب علیہ الرحمۃ دنیس سال کی عمر میں راہی ملک بقا ہوے اور اپنے والد بزرگوار خواجہ محمد ناصر صاحب کے کلیجہ میں داغ مفارقت ڈال گئے ان بھائی کا نام خواجہ میر درد صاحب نے اپنی علم الکتاب میں بھی لکھا ہے اور خواجہ میراثر صاحب نے اپنی کتاب بیان واقع میں تاریخ مرگ یہ لکھی ہے

آنکہ بودہ سال ہجری در شمار | یک ہزار و یکصد و پنجاہ و چہار

۱۶ رجب

بست و نہ سالہ تمامی عمر یافت | در جوانی نزد و پیش حق شتافت

چونکہ خواجہ میر محفوظ صاحب کی والدہ ماجدہ انتقال فرماگئی ہیں اسلئے آپ کی

دوسری شادی مسماۃ بخشی بیگم عرف منگا بیگم سے ہوئی بخشی بیگم صاحبہ حضرت سید العارفین سید محمد قادری بن نواب عظیم القدر میر احمد خاں شہید کی دختر فرخندہ اختر تھیں ان عفیفہ کے بطن مطہر سے خواجہ محمد ناصر صاحب کے گھر میں تین فرزند دلبند پیدا ہوئے سب سے بڑے سید میر مہدی اونسے چھوٹے خواجہ محمد میر اثر تھے سید میر مہدی نے بھی ۱۹ برس کی عمر میں پندرہ ربیع الثانی سنہ ۱۱۶۳ ہجری کو جنت الفردوس کی راہ لی اور اپنے بڑے بھائی میر محمد محفوظ کی طرح اپنی نوجوانی اور نامرادی کا داغ پدر بزرگوار کو دے گئے خواجہ میر درد صاحب اپنے نانا صاحب کی ذات گرامی صفات پر فخر کرتے ہیں اور اونکا نام نامی اپنی علم الکتاب میں لائی ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم تینوں بھائیوں کے نام بھی ہمارے نانا جان نے رکھے ہیں اور فی الحقیقت سید محمد قادری حسنی سید اور اپنے عہد میں ایک بزرگ کامل گزرے ہیں اسلئے فقیر ناصر فراق بھی تیمناً و تبرکاً آپ کے حالات اپنی اس ناچیز تالیف میخانہ درد میں یہاں ایک جرعہ کے اندر عرض کرتا ہے

جرعہ

حضرت سید العارفین سید محمد قادری خواجہ میر درد صاحب کے نانا

حضرت سید قادری صاحب سیدنا حضرت عبد القادر جیلانی رضی اللہ کے صاحبزادہ سید عبد الرزاق صاحب حسنی کی اولاد میں سے ہیں آپ نواب عظیم میر احمد خاں شہید قادری کے فرزند ہیں آپکا دولت خانہ بھی شہر دہلی کے باہر بردہ کے نالہ پر تھا آپ امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے مگر فقیر کامل تھے آپ کو بیعت اپنے خسر خواجہ سید عبد الرحیم خان شہید سے تھی خان شہید کا سلسلہ نقشبندیہ تھا اور خان شہید

یعنی خواجہ سید عبدالرحیم کے پیر سید فتح محمد صاحب تھے آپ کے
پوتے سید عبدالقادر صاحب مولف کتاب سراج السادات
اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ آپ سید حسن رسول نما علیہ الرحمۃ
کے ہم عصر ہیں سید حسن رسول نما صاحب کی طبیعت میں ایک قسم کی ظرافت
اور چہل تھی جو شخص آپ کے پاس جاتا تھا اس سے آپ ضرور چھیڑ چھاڑ کیا
کرتے تھے سید العارفین سید محمد قادری صاحب بھی آپ سے ملنے اونکی
خانقاہ میں گئے رسول نما صاحب نے ان سے فرمایا آپ کون ہیں سید العارفین
صاحب نے جواب میں کہا بندہ خدا رسول نما صاحب نے سنکر فرمایا آپ میرے
خدا کے بندہ ہیں اور میں آپ کا غلام ہوں اور اس بات کو آپ نے تین بار
متواتر اپنی زبان مبارک سے کہا پھر دونوں صاحبوں کی صحبت گرم ہوئی اور
دونوں صاحب ایک دوسرے سے ملکر بہت خوش ہوئے اسی سال میں
سید حسن صاحب رسول نما نے دنیا سے پردہ فرمایا حضرت پیر محمد صاحب جنکا
مزار لکھنؤ میں گومتی کے کنارہ گنبد کے اندر واقع ہوا ہے ان کے ایک خلیفہ
محمد شفیع نام دہلی میں رہتے تھے سید العارفین صاحب انکے پاس اکثر جایا
کرتے تھے .... اور محمد شفیع صاحب
آپ کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے ایک دن محمد شفیع صاحب بھی آپ کے مکان پر
تشریف لائے اور ان کے آنیکا اہل دہلی کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ یہ بزرگ کہیں
جاتے آتے نہ تھے میر عبدالقادر صاحب آپ کے پوتے نے ایک قصیدہ
حضرت موصوف کی مدح میں لکھا ہے جس کے چند اشعار میں یہاں لکھتا ہوں۔
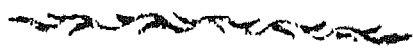
اشعار قصیدہ

امام ملت و دیں پیشوائے علم و یقیں
بود ہماں کہ تو سید محمد شش خوانی

بنائے بدعت و جہل از دل جہاں برکند
محیط علم تو آں دم کہ کرد طغیانی

سر سراں امم پیشوائے اہل یقیں
امام انس و ملک ہست قطب ربانی

بیک ہزار و صد و چہل و یک ز ہجر رسول
شد ایں قصیدہ مسمٰی بہ بحر عرفانی

ایک دن خواجہ رحمت اللہ خاں وزیر ہندوستان کے ماموں نے اپنے بالاخانہ پر سے دیکھا کہ جناب سید العارفین صاحب بازار میں چلے جاتے ہیں وہ ازراہ ادب اپنے بالاخانہ پر سے نیچے اوتر آئے اور آپ سے کہا اسلام علیکم آپ نے اسکے جواب میں وعلیکم السلام نہ کہا بلکہ ہندوستانیوں کی طرح بے پروائی سے ہاتھ اوٹھا دیا اور انکی طرف کچھ التفات نہ کیا یہ بات خواجہ رحمت اللہ خاں کو ناگوار گزری اور اونہوں نے سید عبد القادر صاحب کے والد یعنی سید العارفین صاحب کے صاحبزادہ سے اوسکا تذکرہ کیا اور کہنے لگے میری سلام کا جواب تو دلی کے وزیر امیر سب ہی دیتے ہیں آپ کے پدر بزرگوار نے مجھے کیوں جواب سلام سے عزت نہ بخشی صاحبزادہ نے کہا خواجہ صاحب اگر آپ یہ بات بطور گلہ کے کہتے ہیں تو اس کا جواب معقول میں دے سکتا ہوں اور اگر آپ یہ بات پیغام کی طرح کہتے ہیں تو صاف صاف فرمائیے میں جاکر حضرت کیخدمت میں عرض کرونگا خواجہ رحمت اللہ خاں نے کہا میں حضرت کا گلہ مند نہیں ہوں آپ پیغام کے طور پر میرے اس التماس کا کو اون کی حضور میں عرض کر دیجیئگا

صاحبزادہ صاحب نے جب یہ بات خواجہ رحمت اللہ خاں کی حضرت کی جناب میں عرض کی تو آپ نے ہنسکر فرمایا اب تجھے وہ ملے تو اس سے کہدینا تیری بات کا یہ جواب ہے کہ ہمارے پیران عظام نے سلوک کے دس قاعدہ مقرر فرمائے ہیں۔ توبہ۔ زہد۔ توکل۔ قناعت۔ انزوا۔ ذکر۔ صبر۔ توجہ۔ مراقبہ۔ رضا۔ صاحبزادہ نے یہ دس قاعدہ خواجہ رحمت اللہ خاں کو سنائے تو وہ سنکر دہم ہوگئے خواجہ رحمت اللہ خاں فسق و فجور میں مبتلا تھے اور خصوصًا شراب بہت پیتے تھے حضرت کے اس ارشاد نے اونکے دل میں اثر کیا اور وہ سمجھے کہ حضرت مجھے توبہ کی تلقین کرتے ہیں اور دوسرے دن آپ کے قدموں میں آکر گرے اور تائب ہوکر آپ کے مریدوں میں داخل ہوئے اور ساری عمر صلاحیت سے گزار گئے۔ فرمایا کرتے تھے بزرگوں اور اماموں کا یہی کام ہے جو حضرت نے میرے سات کیا۔ آپ کے صبر کا یہ حال تھا کہ ربیع الاول شریف کی گیارویں تاریخ کو دہلی میں خبر آئی کہ مرہٹوں سے جو بادشاہی فوج کا مقابلہ ہوا تو اس میں دلی کے صدہا آدمی مقتول ہوئے منجملہ اونکے نواب میر احمد خاں بہادر آپ کے پدر بزرگوار اور آپ کے بڑے فرزند میر امجد خاں مع اٹھارہ عزیزوں کے میدان کارزار میں شہید ہوئے اور آپکے چھوٹے صاحبزادہ میر ارشد خاں سخت زخمی ہوے ہیں اور لوگ اونھیں رن سے ہاتوں ہات اوٹھا کر لائے ہیں شاید ہی زندہ رہیں۔ دلی کے محلوں میں اس خبر نے تلاطم بپا کردیا اور جن لوگوں کے عزیز مارے گئے تھے اون کے گھروں سے نالہ و شیون کی صدائیں اوٹھنے لگیں۔ باپ اور بیٹے کی شہادۃ سنکر سید العارفین صاحب بالکل چپ رہے تیوری پر بل تک نہ آیا زنانہ محلسرا میں مسکراتے ہوئے آئے دیکھا کہ بیوی صاحبہ صحن چبوترہ پر بیٹھی ہیں اور رسول اللہ صلعم کی فاتحہ کے کھانہ کی دیگیں اونکے آگے رکھی ہیں اور مستحقوں کو

تقسیم کر رہی ہیں بیوی سے کہا سنتی ہو اونھوں نے سر اوٹھا کر کہا سنتی ہوں
خیر ہے۔ حضرت نے کہا آج قاصد آیا ہے اور خط لایا ہے اوس سے معلوم ہوا
کہ میرے والد بزرگوار اور تمہارے بڑے بیٹے لڑائی میں شہید ہوے اور
اور تمہارے چھوٹے بیٹے سخت زخمی ہوے ہیں میرے نزدیک مناسب ہے کہ تم
بھی صبر کرو اور رسول مقبول صلعم کی فاتحہ کا تبرک جو بانٹ رہی ہو بانٹے جاؤ
اللہ اس کا اجر دے گا۔ بیوی صاحبہ نے فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون۔
میں نے صبر کیا اور پھر کام میں مشغول ہوگئیں۔ سبحان اللہ کیا میاں اور کیا
بیوی تھیں یہی نیک زنان اور نیک مردان کہلاتے ہیں آپ کے سمدھی
نواب روشن الدولہ نے چاہا کہ آپکی خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل
کریں شمس الدولہ نے جب یہ بات عرض کی تو سید العارفین نے اوس کے جواب
میں فرمایا نواب صاحب دنیا دار و دولت مند میں فقیر گوشہ گیر۔ ایسے لوگوں
سے ملنا مجھے پسند نہیں۔ کیا آپ نے حضرت بھلول کا مقولہ نہیں سنا جو
ہارون رشید کے عمارتوں کے متعلق انہوں نے فرمایا رفعت طین و
ووضعت الدین رفعت النص و وضعت النص ان کان من
مالك فقد اسرفت و ان اللہ لا یحب المسرفین و ان کان
من مال غیرك فقد خنت و ان اللہ لا یحب الخائنین
رضوی خاں نام ایک شخص اورنگ زیب کے لشکر میں نوکر تھا اور یہ شخص
ایسا خوش آواز تھا کہ سارے دکن میں اور بادشاہی فوجوں میں اس کی
دھوم تھی حضرت اورنگ زیب نے چاہا کہ رضوی خاں کو بلا کر کوئی نعت یا
اور پاکیزہ اشعار اوس کی زبان سے سنے اوس نے جواب میں کہا بادشاہ نے
کیا مجھے کوئی ڈوم سمجھا ہے جو گانا سننے کے لئے طلب فرماتے ہیں میں ہرگز

نہیں جاؤنگا اور اگر وہ میرے اس جواب سے ناخوش ہوں گے تو میں نوکری چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ تو جناب شمس الدولہ رضوی خاں نے اپنی فضیلت کو دنیا کے لئے حقیر نہ کیا اور انسان کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ ایک نہ ایک فضیلت حاصل کرے مگر اوس فضیلت کو دنیا داروں کے ہاتھ بیچے نہیں اور اگر باوجود اس علم و آگاہی کے آدمی دنیا کمانے کے لئے دربدر پھرے اور اپنی فضیلت کو کاسہ گدائی بنائے تو وہ شخص واجب التعزیر ہے صوفی وہ ہے کہ اگر علما اوس کے ظاہری حالات کو جانچیں تو اوسکا کوئی حال خلاف شرع نپائیں اور اگر فقرا اوس کی باطن کو کسوٹی پر لگائیں تو اوسے یاد الہی سے ایک لمحہ غافل نپائیں میں یہ جانتا ہوں کہ نواب روشن الدولہ صاحب عالی نسب والاحسب ہیں مگر آجکل دنیا میں غرق ہیں اسلئے میں اونکے ملنے سے دست بستہ معافی چاہتا ہوں۔

محمد عارف ایک شخص آپ کی خدمت میں اکسیر بنا کر نذر کے لئے لایا مگر آپنے فرمایا مجھے درکار نہیں اوس نے کہا اچھا تو آپ مجھسے اکسیر بنانی سیکھ لیجئے مگر آپ نے یہ بھی قبول نہ کیا۔ آپ صاحب کرامات درویش تھے آپ کے ایک مرید میر معز الدین حسن سید زادہ تھے جو آپ سے دلی عقیدت رکھتے تھے وہ بنگالہ میں تھے۔ کسی بلا میں گرفتار ہو گئے انہوں نے آپ کو یاد کیا اور یاد کرتے ہی انہوں نے دیکھا کہ غیب سے سید العارفین کا دست مبارک پیدا ہوا اور اوس نے انھیں بلا سے رہا کر دیا۔ غلام جعفر خاں۔ جعفر علی خاں کے بیٹے نے ایک گھوڑا خریدا جو بہت خوبصورت تھا مگر نہایت شریر تھا اور پاچھی مارتا تھا اور سوار کو گرا دیتا تھا جعفر علی خاں صاحب نے یہ حال آکر حضرت سید العارفین کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا اوس گھوڑہ کو یہیں

دکھانا اور وہ گھوڑا آپکے روبرو لایا گیا آپ نے کہا غلام جعفر خاں اس گھوڑہ کو الگ نہ کرنا یہ بہت شائستہ جانور ہے اور پھر وہ عمر بھر شائستہ ہی رہا کوئی شوخی اوس نے کبھی نہ کی صفت اللہ خاں اور قاسم خاں دو بھائی دلی میں رہتے تھے اون کا ایک لڑکا محمد حسین نام آسیب کے خلل میں مبتلا تھا بہت سے عاملوں نے اوس کا علاج کیا مگر وہ جن کسی کے قابو میں نہ آیا اور لڑکے کا حال ابتر ہونے لگا کسی کے کہنے سننے سے قاسم جان اوسے آپکی خدمت میں لائے آپ نے اوسپر ایک نظر توجہ ڈالی اور جن فوراً اوسپر سے اوتر گیا اور پھر کبھی اوسنے آکر لڑکے کو نہ ستایا۔

حضرت سید العارفین صاحب کو بارہ طبق یعنی بارہ اماموں کا فیض بطریق اویسیت حاصل ہوا تھا۔ آپ عرصہ سے علیل تھے اور اتفاقاً دوسری تاریخ جمادی الآخر ۱۱۶۷ھ کی آگئی اور یہ تاریخ آپ کی بیوی کے عرس کی تھی آپ کے دولت خانہ میں سینکڑوں آدمی جمع تھے۔ منجملہ اور لوگوں کے عماد الملک فیروز جنگ جو وزیر بادشاہ تھے اور مبارز خاں بھی جو امیر کبیر تھے اور آپ کے سات عقیدہ رکھتے تھے دست بستہ بیٹھے تھے عماد الملک نے کہا حضور کی علالت کو مدت گزر گئی اگر اجازت ہو تو معتمد الملوک علوی خاں کو خدمت والا میں بھیجدوں وہ غور کے سات کچھ تجویز کرینگے۔ سید العارفین نے فرمایا کیا مضائقہ ہے میں علوی خاں صاحب کی تشخیص تجویز دونوں کو قبول کرونگا بشرطیکہ علوی خاں کبھی خود بھی بیمار نہ ہوے ہوں اور وہ مریں بھی نہیں۔ اس بات کو سنکر نواب اعتماد الملک چپ ہوگئے اور آپ نے اوسی دن دوشنبہ کو دو گھڑی دن رہے اس عالم فنا سے عالم بقا کی طرف کوچ فرمایا خواجہ میر اثر صاحب نے اپنے نانا سید العارفین میر محمد قادری صاحب کی تاریخ وفات اپنی کتاب

بیان واقع ہیں اسطرح نظم فرمائی ہے۔

تاریخ

حضرت سید محمد صاحب نام ونشاں — صاحب مجد وعلا د امتناں
روز رحلت کز جہان فانی ست — ثالث اشہر جمادی الثانی ست
در ہزار و یکصد و پنجاہ و شش — ہم بداں ہشتا د سالہ رحلتش
باکمال ظاہری و باطنی — قدر افزائے طریق قادری
والدشان میر احمد خاں شہید — در طریق نقشبندیہ مرید
از قضا تیغ شہادۃ چوں رسید — شد ملقب او بہ نواب شہید
ظاہراً نواب والا جاہ بود — باطناً درویش دل آگاہ بود
داشت بیعت از جناب خسر خویش — در سلوک باطنی ہم پردہ بیش
خان والا مرتبت عبد الرحیم — سید برحق کریم ابن کریم

از شہادۃ مشتہر خوان شہید
باوجود عمدگی او شد مرید

سید العارفین قدس سرہ العزیز کے پدر بزرگوار نواب عظیم القدر میر احمد خاں شہید کی مدح میں میرزا رفیع السودا نے طولانی قصیدہ لکھے ہیں اور آپ نے اوس کے صلہ میں میرزا صاحب کو ہزاروں روپیہ دئے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے کلیات میرزا رفیع اسودا۔

الغرض حضرت خواجہ میر درد صاحب ۱۱۳۱ ہجری فرخ سیر کے عہد میں پیدا ہوئے آپ کی سیادت اور شرافت کی کیا تعریف کی جائے ہم نے حسب و نسب آپکا سب کچھ مفصل لکھ دیا آپ بالیقین نجیب الطرفین تھے آپ

بنی فاطمہ ہونے پر بڑا شکر اور ناز فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد کرتے ہیں۔

از بسکہ خانہ زاد قدیم سیادتیم | از جان و دل فدائے حریم سیادتیم
امیدوار فیض عمیم سیادتیم | یعنی چو ما بزیر گلیم سیادتیم

پھر ارشاد کرتے ہیں۔

یارب خاطر زغیر تو بشکستم من | دل را برہ حبیب تو لبستم من
بیشک بغلامی محمد نازم | کز نور علی و فاطمہ ہستم من

قلمی تذکروں میں کاتبوں کی غلطی سے یہ تحریر ہو گیا کہ خواجہ میر درد صاحب کا سلسلہ مادری خواجہ سید بہاؤ الدین نقشبند سے ملتا ہے حالانکہ آپ کا سلسلہ پدری حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور آپ کا سلسلہ مادری حضرت غوث پاک سے ملتا ہے جس کی تشریح اور تفصیل میں حضرت سید العارفین صاحب کے حال میں کر آیا۔ پہلے کاتب نے بجائے لفظ پدری کے مادری لکھدیا سوا سو برس تک جو کاتب اوس تذکرہ کی نقلیں کرتے رہے یا اوس تذکرہ سے اور تذکرہ کی نقلیں کرتے رہے یا اوس تذکرہ سے اور تذکرہ تالیف کیئے گئے اون سب میں بجائے پدری کے مادری لکھا گیا جب مجھے مولانا محمد حسین صاحب آزاد کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا تو مینے مولانا سے کہا آپ نے بھی بے تحقیق خواجہ صاحب کے نسب کو غلط لکھدیا آپ کا نسب اسطور پر ہے تو انھوں نے فرمایا مجھے جو تذکرہ ملے مینے اون سے آبحیات میں حضرت کا نسب لکھا ہے مگر اب تمہارے کہنے سے اوس کی تصحیح ہو گی آبحیات کے دوسرے ایڈیشن میں تمہارے کہنے کے موجب درستی کر دی جائے گی مگر افسوس ہے کہ مولانا کی درستی حواس میں آب حیات کو پھر چھپنا نصیب نہ ہوا خواجہ میر درد صاحب کے نانا صاحب نے آپکا نام خواجہ میر رکھا مگر جب

جب خدائے تعالیٰ نے اپنی الہام سے آپکو مشرف فرمایا تو ان ناموں سے آپکو مخاطب کیا نور النّاصر۔ ابن الامام۔ نالہ عندلیب۔ درد حبیب۔ درد باثر سرپدر۔ گلشن حقیقت۔ عندلیب طریقت۔ آیۃ اللہ۔ عارف باللہ خواجہ بزرگ۔ من من مورد واردات۔ مؤید بتائید۔ صاحب توحید روح عالم۔ وراء الورا۔ محمدی خالص۔ اول المحمدئین۔ دلیل الناصر عین الناصر۔ زین الناصر۔ جزء ولاینفک متصل واحد۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ ان کے علاوہ خدا نے مجھے بیشمار ناموں سے یاد فرمایا ہے اور خاصکر اپنے اسمائے حسنہ کی طرح نود ونہ نام کے سات معزز فرمایا ہے وہ سب نام پاک آپکے علم الکتاب میں مرقوم ہیں۔
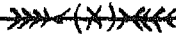
آپ فرماتے ہیں میرے ان ناموں کے علاوہ میرا تخلص بھی الہامی ہے
قرآن شریف کے پہلے پارہ میں جو الف لام میم حروف مقطعات آئے ہیں
اون کی نسبت بعض اہل معارف نے فرمایا ہے کہ اگر اونھیں ملکر لکھا جائے
تو الم کی صورت پیدا کرتا ہے اور الم عربی میں درد کو کہتے ہیں اور یہی میرا تخلص
ہے اور اسی کی بابتہ متقدمین اہل مکاشفہ نے اشارہ کیا تھا خدا لئے تعالیٰ نے
آپ کے سینہ میں جب سے آپ پیدا ہوئے تھے معرفت کا ذوق شوق بھر دیا
تھا اور آپ نہالچہ میں لیٹے لیٹے کائینات کو ایک صوفیانہ نظر سے پڑے
دیکھا کرتے تھے اور آپ کی آنکھوں کے سامنے قدرت کے ایسے ایسے عجیب
وغریب تماشہ ہوا کرتے تھے جنھیں دیکھکر آپ دنگ ہوجایا کرتے تھے اسی
حال میں آپ کی عمر دو برس کی ہوگئی اور آپ کی زبان کھل گئی اور اس
وقت سے آپ کی باتیں ایسی پیاری اور فصاحت آمیز ہونے لگیں کہ
سننے والے حیران ہوجاتے اور کہتے سبحان اللہ لڑکا کیا ہے بلبل ہزار
داستان ہے زبان کے کھلنے کے سات آپکے دل کی گرہ بھی کھلنے لگی
اور عالم ملکوت ولاہوت کی گرم اور ہولناک سمندروں میں غوطہ کھانے
لگے مگر چونکہ دو ڈھائی برس کے بچہ کی کیا لباط ہوتی ہے اسلئے آپ اوس
میں نہاتے نہاتے بولا جاتے اور انسانی کمزوری آپ کو تھکا دیتی آپ
رونا شروع کردیتے اور جس قدر رات بڑھتی آپ کا رونا بھی بڑھتا آپ کی
انّا آپ کو لیکر کھڑی ہوجاتی جب دیکھتی کہ کھڑے ہونے سے بھی رونا کم
نہیں ہوتا تو آپ کو پنگورہ میں لٹا دیتی مگر آپ زیادہ روتے پھر آپ کی
کھلائی آجاتی وہ آپ کو گودی میں لیکر بہلاتی بھتیرا اللہ اللہ کہتی لوریاں
دیتی مگر آخر کار آپ کا رونا پٹینا دیکھ کر آپ کی اماں جان آپ کی دادی جان

اپنی اپنی خوابگاہ سے نکل کر آتیں اور فرماتیں انّا تو چار بچوں کی ماں ہوئی اور بچو نگا رکھ رکھاؤ خاک نہ آیا بچہ ہے کہ دو گھنٹہ سے تڑپ رہا ہے مگر نہ تو چمکارتی ہے نہ بہلاتی ہے۔ انا کہتی بیگم صاحب میں تو اپنی جانب میں صاحبزادہ کے بہلانے کے (اندر) کچھ کسر کی نہیں۔ کنڈی کھٹکھٹاتے کھٹکھٹاتے میرا ہات تھک گیا گودی میں لیکر پھرتے پھرتے ٹانگیں میری شل ہوگئیں لوریاں دیتے دیتے زبان میری رہ گئی مگر صاحبزادہ ہاتوں میں سے نکلے چلے جاتے ہیں چیختے چیختے گلا پڑ گیا ہے پھوپی جان گود میں لیکر پیٹ دیکھتیں کہ پیٹ میں کسر تو نہیں ہے اور درد کے مارے بچہ بولا رہا ہو۔ دادی جان فرماتیں ہنسلی دیکھو شاید اوٹھانے بٹھانے میں جاتی رہی ہو اماجان کہتیں مجھے تو کان میں درد معلوم ہوتا ہے مگر جب کوئی تکلیف معلوم نہ ہوتی اور آپ کا رونا پیٹنا حد سے گزر جاتا تو پھر آسیب تجویز کیا جاتا آیۃ الکرسی چاروں قل پڑھ پڑھ کر پھونکے جاتے مگر رونا کم نہ ہوتا تو محل کی ساری عورتیں گھبرا جاتیں اور یہ کہتیں دیوان خانہ میں سے ان کے باواجان کو بلاؤ وہ آکر سمجھیں گے کہ بچہ کے دشمنوں کو کیا بیماری ہوگئی ہے آپ کے والد بزرگوار تشریف لاتے آپ ان سے لپٹ جاتے اور فرماتے ابا جان مجھے یہ یہ جلوہ دکھائی دیتے ہیں اونکے دیکھنے سے میرا سینہ پھٹا جاتا ہے میرا دم خفگی کرتا ہے خواجہ صاحب فرماتے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

پھر کچھ تسلی کی بات آپ کے کان میں کہدیتے اور آپ کا رونا دہونا موقوف ہوجاتا سب بچوں کی بسم اللہ دس برس چار مہینہ کی عمر میں کیجاتی ہے مگر آپ نے بسم اللہ کے وقت سے پہلے پڑھنا شروع کردیا تھا اس لئے

آپ نے تیرہ برس کے سن میں علوم وفنون عربیہ کی تکمیل کرلی آپ نے جو کچھ
ظاہر وباطن کے کمالات سیکھے وہ اپنے والد بزرگوار سے سیکھے مگر فارسی کے علم
ادب کے واسطے کچھ دن آپ نے خان آرزو کی صحبت بھی اختیار کی اور
مثنوی شریف کے بعض دقایق مفتی دولت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی
حاصل کئے تھے تیرہویں برس میں ہی آپ اپنے والد ماجد کے ہات پر بیعت
ہوگئے تھے جسکا پورا پورا حال میں نے حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب قدس سرہ
العزیز کی لایف میں تحریر کردیا ہے ۱۱۳۸ھ تک آپ مع اپنے پدر بزرگوار
کے برمدہ کے نالہ پر رہتے تھے۔ برمدہ کا نالہ پہاڑ گنج سے مغرب کی طرف
ایک آبادی کا نام تھا پھر اوسکا نام برف خانہ ہوگیا تھا اسی برمدہ کے نالہ
میں خواجہ میر درد صاحب کے دونوں بھائیوں نے اور خاندان کے اور
بزرگوں نے رحلت کی اور اسی نواح میں دفن ہوئے۔ یہی سبب ہے کہ اس
باغیچہ میں جس میں خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب کا مزار ہے
ان حضرات کے مزار نہیں ہیں اس باغیچہ میں جو ترکمان دروازہ شاہجہاں
آباد کے باہر ہے سب سے پہلے خواجہ محمد ناصر صاحب کا مزار بنا برمدہ کے
نالہ کے پاس جو پہلی بڑا دار تھی اوسکا پتہ بھی نہیں ہے۔ جسوقت نادر شاہ
مریخ فلک بنکر دلی کی زمین پر بیگناہوں کا خون بہانے کے لئے آپڑا اور
اوس کے قہار لشکر نے چاروں طرف ڈیرے ڈالدئے اور برمدہ کے
نالہ کو بھی نادر شاہی فوج نے گھیر لیا تو آپ کے مرید اور معتقدوں کو خواجہ
محمد ناصر صاحب اور آپ کے اہلبیت کے ننگ وناموس کا بڑا خیال ہوا
اور مہر پرور شاہزادی نے جو آپ سے نہایت عقیدت رکھتی تھی اوس
قیامت خیز وقت میں جب قزلباشوں کی تلوار سے دلی کی مخلوق مولی گاجر

کی طرح کٹ رہی تھی اپنے معتقد کو آپ کے پاس بھیجا اور یہ کہکر بھیجا کہ میرے داواپیر حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب اور میرے پیر و مرشد خواجہ میر درد صاحب کی خدمت میں عرض کرنا کہ حضرت یوں تو سب جگہ خدا حافظ ناصر ہے مگر بر مدے کا نالہ شاہجہاں آباد کی شہر پناہ سے باہر ہے اور ایرانی فوجیں بے تمیز ہیں ایسا نہو کہ حضرت کے دشمنوں کو کچھ گزند پہونچائیں اس لئے آپ مع اہلبیت کے شاہجہاں آباد کے اندر چلے آیئے میں نے حضور اور حضور کے زنانوں کے لئے دو محل خالی کر رکھے ہیں مگر آپ نے معتمد سے کہا میری طرف سے بیگم کو دعا کے بعد یہ جواب دینا کہ میں آپ کی اس مہربانی اور ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں مگر ہم لوگ بنی فاطمہ اور خاصکر حسینی سید ہیں تلوار کی آنچ سے ڈرنا نہیں جانتے مگر زنانوں کے ننگ و ناموس کا خیال ہے امید ہے کہ جس خدا نے حسین علیہ السلام کی اہلبیت کی کربلا سے دمشق تک حفاظت کی تھی وہی پاک بے نیاز ان سیدانیوں کو بھی ہر بلا سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ بھی اونھیں کی ذرّیّت ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھلبیت و یطھرکم تطھیرا۔

بر مدے کے نالہ کے چاروں طرف شہر پناہ نہ سہی مگر لوای محمدی کا سایہ اور حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب کی عاطفت کی فصیل بر مدے کے نالہ کو گھیرے ہوئے ہے۔

آن ذات مقدس ست ہر دم حاضر — بر حال جہانیان بر جا ناظر
دست من و دامان رسول و آلش — در ہر دو جہان خواجہ محمد ناصر

نادر شاہ دہلی کو لوٹ کھسوٹ کر چلتا ہوا اور جن کی قسمت میں زیر و زبر ہونا تھا وہ زیر و زبر ہو گئے مگر آپ کے دولت خانہ تک نہ کوئی درانی آیا نہ قزلباش آپ اور آپ کا سارا گھر خدا کے فضل سے ہر طرح محفوظ رہا مگر مہر پرور نے

روز روز کہنا شروع کیا کہ حضرت آپ اس ویران محلہ کو چھوڑ دیجیے اور شاہجہان آباد میں چلکر رہیئے کیونکہ بادشاہ راجہ اندر بنگیا ہے اوسے سوائے عیش و نشاط کے کسی بات کا ہوش نہیں ہے اسلئے میرا خیال ہے کہ اب شاہجہان آباد پر آئے دن آفتیں نازل ہوتی رہیں گی ایسی جگہ رہنا خطرہ سے خالی نہیں ہے اس لئے اوس کے کہنے کا اثر آپ کے دل پر ہوگیا اور آپ نے دہلی کے اندر رہنے کا وعدہ فرمایا مگر اس شرط پر کہ میں آپ کے محلوں میں ہرگز نہیں رہوں گا۔ فقیروں کے لئے فقیروں کی حیثیت کے موافق مکان ہونے چاہییں، اسلئے مہر پرور نے چیلوں کے کوچہ میں زمین کا ایک قطعہ لیکر نو مکان چھوٹے بڑے اور ایک بہت بڑی بارہ دری جس کے دو درجہ اور جس کا بہت بڑا صحن تھا اور ایک مسجد تیار کروادی اور آپ مع اپنے والد بزرگوار خواجہ محمد ناصر صاحب کے بردہ کے نام سے چیلوں کے کوچہ میں تشریف لے آئے۔ آٹھ مکانوں میں آپ کے اہل وعیال اور عزیز رہنے لگے اور نویں حویلی حجرہ مشہور ہوئی اوس میں تن تنہا آپ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ بارہ دری میں عرس کے ہنگامہ اور مشاعرہ دہوم دہام سے ہوا کرتے تھے۔ جب آپ بردہ کے نالہ سے چیلوں کے کوچہ میں تشریف لائے تو آپ نے یہ رباعی ارشاد کی۔

رُباعی

این اہل زمانہ دردناکم کردند بے ہیچ عبث عبث الاکم کردند
ازچارطرف غبار دلہا چنداں برخاست کہ زندہ زیرخاکم کردند

یہی بارہ دری خواجہ میر درد کی ابتک مشہور ہے اور اسی بارہ دری کی دیوار سے ملحق اس ناچیز فراق کا مکان ہے جس میں کبھی حضرت درد رحمۃ اللہ علیہ

اور آپ کی اہلبیت رونق افروز تھے چونکہ آپ فقر کی دولت اپنے سات لیکر دنیا میں آئے تھے اس لئے آپ کی شہرت بھی پندرہ بیس برس کی عمر میں دور دور پہونچگئی تھی آپ پورے پندرہ برس کے بھی نہ ہوئے تھے جو آپ نے اسرار الصلوۃ نام ایک رسالہ رمضان کے مہینہ میں بحالت اعتکاف نماز کی فلاسفی میں تصنیف فرمایا جسے دیکھ کر علما اور صوفیہ حیران ہو گئے کہ اس تھوڑی سی عمر میں یہ عرفان۔ اونیس برس کی عمر میں تو دنیا کو لات مار کر کھڑے ہو گئے اور درویشی اور توکل کا خرقہ پہن لیا آپ کی صبر وقناعت کو دیکھ کر زمانہ نے آپ کی سیادت اور طہارت کا اقرار کیا آپ کے اوصاف سنکر محمد شاہ آپ کی زیارت کا مشتاق ہوا اور یہ چاہا کہ آپ قلعہ میں تشریف لائیں مگر اوسے معلوم ہوا کہ آپ اس منش کے فقیر نہیں ہیں تو ایک دن بے کہے سنے ہاتی پر سوار ہو چپکے سے بارہ دری میں تشریف لے آئے، آپ نے بادشاہ کے سات چنداں تعلق ظاہر نہیں کیا اور اخلاق محمدی کے سات جس طرح سب سے پیش آیا کرتے تھے اُن سے بھی پیش آئے بادشاہ آپ کی باتوں سے بہت محظوظ ہوا اور فرمایا کوئی خدمت میرے لایق ہو تو اُس سے سرفراز فرمایئے۔ حضرت درد نے فرمایا آپ کے لایق خدمت یہی ہے کہ اب کبھی فقیر خانہ پر تشریف نہ لائیگا کیونکہ آپ کے آنے سے فقیر کا نفس موٹا ہوگا۔ محمد شاہ خاموش ہو کر چلے آئے اور بارہ دری سے نکلکر فرمانے لگے بیشک یہ آل رسول ہیں۔ حضرت درد نے بھی اپنی عمر فاقوں میں بسر کی اور آپ کے گھر کا ڈیڑھ فاقہ مشہور ہو گیا ایک فاقہ اکیس رات اکیس دن کا ہوا اور آپ کی محل کی لونڈیوں نے بھی اکیس دن رات کچھ نہ کھایا پیا اور آدہا فاقہ اٹھارہ دن کا آپ نے اور آپکی اہلبیت اور آپ کی لونڈیوں نے بھی اٹھارہ رات دن تک کچھ نہ کھایا پیا کیونکہ اس مدت میں کھانے پینے کا کوئی بندوبست ہی نہ ہوا سارا

فاقہ جو کہلاتا ہے اوس کی آخری شام کو ایک شخص نے حضرت کی زنانی ڈھیوڑی
پر آواز دی کہ یہ تورہ آیا ہے لے لیجئے۔ تورہ کا نام سنکر سب چھوٹے بڑے
خوش ہوگئے اور دل میں کہنے لگے کہ کسی امیر نے دنیا کی ہمہ نعمت بھیجی ہوگی
شکر ہے کہ آج فاقہ ٹوٹیگا اتفاقاً آپ بھی اوسوقت زنانی حویلی میں تھے
پکارنے والے کی آواز سنکر خود باہر تشریف لے گئے دیکھا تو دو بہنگیاں
کھانے کی کہار کندہوں پر لئے کھڑے ہیں۔ آپ نے کہاروں سے کہا میرے
سات آؤ اور آپ بہنگیاں ہمراہ لیکر مسجد میں پہونچے اور جو مسافر مسجد
میں آکر ٹھیرے تھے اور آپ کے ہاں کے کھانیکے منتظر تھے اونکے سامنے
وہ تورہ رکھوادیا اور آپ پھر زنانہ میں آگئے آپ کی صاحبزادی جو بہت
چھوٹی تھی کہنے لگیں حضرت اباجان آپ تو تورہ لینے گئے تھے مگر آپ تو
خالی ہات آئے آپ نے فرمایا بیٹی وہ تورہ ہمارے تمہارے لئے نہیں آیا
تھا خدا نے اپنے مہمانوں کے لئے بھیجا تھا ہم اونھیں دلوا آئے صاحبزادی نے
کہا خدا کے مہمان کون آپ نے فرمایا مسافر جو تمہاری مسجد میں ٹھیرے ہوئے
ہیں یہ بات سنکر صاحبزادی خاموش ہوگئیں جو ناگہاں ڈھیوڑی میں سے
آواز آئی حضرت تورہ منگوا لیجئے آپ نے لونڈی سے کہا جاؤ تورہ لے آؤ جب
لونڈی ڈھیوڑی میں گئی تو اوسنے دیکھا کھانہ کہار لئے کھڑے ہیں اور اونکے
سات ایک اور آدمی بھی ہے اوس آدمی نے کہا نواب صاحب نے فرمایا ہے
یہ کھانا مہمانوں کے لئے نہیں ہے گھر والوں کے لئے ہے آپ نے صاحبزادی
سے مسکراکر فرمایا لو بی تم کھانا کھانا کہ رہی تھیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بھی
کھانا بھجوادیا اب اچھی طرح کھاؤ اور اوسکا شکر بجالاؤ باہر جو حضرت کے
خادم بیٹھے تھے اونھیں ان کہاروں کی اور اوس آدمی کی جو تورہ کے سات تھا

وضع قطع اجنبی معلوم ہوئی اور اونسے پوچھنے لگے آپ کس نواب کے نوکر ہیں اور اونکا نام کیا ہے مگر کہاروں نے اور کہاروں کے داروغہ نے کچھ جواب ندیا اور وہ چلتے ہوئے حضرت کے خادم کو نام نہ بتانے سے زیادہ اشتیاق ہوا اور وہ اس خیال سے اونکے پیچھے ہوئے کہ جس رئیس کے نوکر ہوں گے اونھیں کے مکان پر جائیں گے اور میں وہاں پہونچکر رئیس کا نام آسانی سے پوچھ لوں گا چلتے چلتے یہ لوگ شہر سے باہر دریا کے کنارہ پہونچے اور خادم نے دیکھا کہ ایک چھوٹی سی خوبصورت کشتی دریا کے کنارے پر کھڑی ہے وہ دونوں کہار اور اونکا داروغہ کشتی میں سوار ہو گیا اور کشتی تیر شہاب کی طرح دریا میں ایک طرف رواں ہوئی خادم حیران رہ گئے اور سمجھے کہ یہ غیبی کہار تھے انکا دہلی کے امرا یا سلاطین سے کچھ تعلق نہ تھا اور حضرت کی دعوت کے لئے یہ غیب کے کھانے لائے تھے۔

آدہا فاقہ جو اٹھارہ دن کا تھا اس طور سے ٹوٹا کہ حضرت در و حجرہ میں تشریف فرما تھے تو عالم بالا سے ایک خوان اوترا اور اوسمیں عجیب وغریب نعمتیں تھیں جو آپ نے اور آپکے گھر والوں نے نوش فرمائیں۔

آپ شہر دہلی کے کسی امیر کسی وزیر کسی شاہزادہ کے دولت خانہ پر تمام عمر نہیں گئے یہانتک کہ سوائے حضرت خواجہ محمد ناصر رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کے دہلی کی کسی خانقاہ اور کسی درگاہ پر بھی حاضر نہیں ہوئے اپنے والد ماجد کے مزار پر بلا ناغہ حاضر ہوا کرتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شعر

نشینم بر درت یا عازم درگاہ تو گردم
نہ ایم نے زدرگاہے روم نے سوئے درگاہے

اور کبھی کبھی وہاں رات کو بھی رہجایا کرتے تھے یہانتک کہ جسدن احمد شاہ درانی
شہر دہلی تک آیا ہے اور اوسکے چاروں طرف قتل اور لوٹ مچی ہے آپ نے
درگاہ شریف پر جانے کا قصد کیا مگر گھر والوں نے کہا خدا کے لئے آج آپ
بارہ دری سے قدم مبارک باہر نہ رکھیں دیکھئے تو سہی کیا حال ہو رہا ہے
مریدوں نے ہاتھ جوڑے پاؤں پڑے مگر آپ احمد شاہ درانی کے سپاہیوں
میں سے ہو کر درگاہ شریف پہونچے اور اپنے معمول کے موافق جا کر جھاڑو بھی
دی اور فاتحہ پڑھی اور یہ رباعی والد بزرگوار کے مرقد پرانوار کے سامنے عرض کی

رباعی

در کوئے تو اے مونس جاں می ایم　　تاجان باقی ست بگماں می ایم
گرم شام کشاں کشاں بر ندم زینجا　　چوں صبح شود باز ہماں می ایم

آپ کے مقامات اور مراتب کا معلوم کرنا میرا کیا بلکہ کسی معمولی ولی کا کام
بھی نہیں ہے مگر آپ نے خود ہی اپنے مراتب کو بحکم الٰہی بیان فرمایا ہے وہ میں
یہاں لکھتا ہوں آپ فرماتے ہیں ببرکت جامعیت محمدیہ کے تمام نسبتیں فقیر کی
خدائے تعالیٰ نے میری ذات میں جمع فرمائی ہیں اور مجھے حق و باطل فقر میں فارق
بنایا ہے اور میری رائے کو قرآن حمید کے سات موافق کیا ہے اس جہت سے
مینے دین کے حدود قایم کر دئے ہیں اور اس کی بنیاد کو استوار بنا دیا اور مجھے
نجابت طرفین اور سیادت والدین کی طرف سے مشرف فرمایا تاکہ میں محمدیہ
خالص کے طریقہ کو رواج دوں اور مجھے جہان کے لئے صفی اور خلیفہ تجویز
فرمایا اور آدم علیہ السلام کا مقام ولایت عنایت کیا اور مکاید نفس و شیطان سے
نجات دی اور ولایت حضرت علیہ السلام کی عطا فرمائی اور مجھے حضرت داؤد

علیہ السلام کا مقام ولایت بخشا تاکہ آہنی دل مخلوق کو اوس کے فیضان سے
موم کی طرح نرم کروں اور اپنے لہجہ شیریں اور خوش الحانی کے ذریعہ سے
سوتے ہوئے دلوں کو بیدار کروں اور خدائے تعالیٰ نے حضرت سلیمان
علیہ السلام کا مقام ولایت مجھے دیا جس کی برکت نے مجھے ظاہری جاہ وحشم
اور ملک و دولت سے بے نیاز کردیا پھر خدائے تعالیٰ نے مجھے حضرت
ابراہیم علیہ السلام کا مقام ولایت عطا فرمایا جس نے میری آتش غیظ و غضب کو
بجھادیا اور ہوا و ہوس کو مٹادیا اور تعلقات دنیوی سے مخلصی ہوئی اور
پھر خدائے تعالیٰ نے مجھے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مقام ولایت مرحمت فرمایا
جس نے میرے نفس کے گلے پر چھری پھیر دی اور مجھے خلق میں کامل کردیا اور
خدا کی درگاہ میں مقبول اور محبوب بنا دیا پھر خدا نے مجھے حضرت یوسف
علیہ السلام کا مقام ولایت عطا فرمایا جس کے ذریعہ سے مجھے تاویل الاحادیث
میں دستگاہ حاصل ہوئی پھر خدائے تعالیٰ نے مجھسے کلام فرمایا اور حضرت موسےٰ
علیہ السلام کا مقام ولایت عنایت کیا اور پھر خدائے تعالیٰ نے اپنی روح
مجھ میں پھونکدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام ولایت عطا کیا پھر خدائے
تعالیٰ نے اس جامعیت کا کمال اور اختتام کے لئے ولایت خاتم المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف فرمایا اور محمدیت خالص کی رداء میں مجھے چھپا
لیا اور رسول کی ذات پاک میں مجھے فنا کردیا پس نہ میں رہا نہ میرا نام ونشان
پھر خدائے تعالیٰ نے مجھپر تجلی کی اور اپنی تائید سے موید کیا چنانچہ میں بغیر توسط
کسبی علوم کے تائید جبرئیلی سے علوم حقایق جانتا ہوں اور تائید میکائیلی سے
بغیر وساطت اسباب ظاہری کے کھاتا پیتا ہوں اور تائید اسرافیلی کے
ذریعہ سے میرا سانس آتا جاتا ہے اور اجزائے بدن تحلیل ہو کر فنا ہوگئے ہیں

اور اس اسرافیلی تائید سے ہر وقت میں عالم حشر کی سیر کرتا رہتا ہوں اور سوتا جاگتا ہوں اور ہر وقت تائید عزرائیلی کے باعث سے موت مجھے جذب کرتی رہتی ہے۔ بظاہر زندہ اور در حقیقت مردہ ہوں اور مجھے خدائے تعالیٰ نے عقل کامل و نفس کامل اور روح کامل اور جسد کامل کے سات مظہر اپنی تمام اپنے اسمار کا پیدا کیا ہے تاکہ میں مومنین کو طریقہ خالصہ محمدیہ کی دعوت دوں اور اوس کی نعمتیں مجھپر خاص و عام تمام ہو جائیں کیونکہ ہر ذی علم کا علم اوسکی استعداد اور لیاقت کے موافق ہوا کرتا ہے مثلاً عقلوں اور نفسوں کو علم کلیات میسر ہے مگر اونکے جزئیات ذاتی کی کسی قدر آلات مادی کے ذریعہ سے اونھیں آگاہی حاصل ہوئی ہے اور نفوس حیوانہ کو علم جزئیات نصیب ہوا ہے مگر وہ کلیات کے ادراک سے محروم ہیں اور حق تعالیٰ کہ سب اشیاء مجردہ اور مادیہ اور کلیہ وجزیہ پر محیط ہے اس لئے اوسے سب جزو کل کا علم ہے اور وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے ولا یعرف عنه مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی اسماء وھو بکل شیئ علیم اور حضرت انسان کو مجموعہ تمام عالم اور مخزن جمیع اشیاء مجردہ اور مادیہ کا ہے اوسکا علم اس لئے تمام موجودات ممکنہ کے علم سے وسیع تر ہے اور سوائے خدائے تعالیٰ کے علم کے اوسکا علم سب کے علموں پر فوقیت لیگیا ہے اور ہر فرد انسان بقدر عقل و فہم و استعداد شخصی کے علوم کلیہ اضافیہ کو اخذ کرتا ہے اور طاقت بشریہ کے موافق ہر امر کا ادراک کرتا ہے اور ہر شخص واحد کو معانی اور مراد میں بہت سے اختلاف مثل اونکی اشکال مختلفہ بایکدگر کے لاحق ہوتے ہیں اور اس حیثیت سے فرقہ فرقہ اور گروہ گروہ جداگانہ قایم ہو جاتے ہیں اور ملت واحدہ میں اگرچہ باعتبار نوعیت کے ایک ہوتے ہیں مگر صور استعدادی کے اختلاف کی وجہ سے آدمیوں اور رنگوں کی طرح اوسے رنگا رنگ کر ڈالتے ہیں اور

اصلی دین کو قیود اضافی میں مقید کرکے وحدت پر قایم نہیں رکھتے اور منتزاجات نفسانی کے سات اوسے ممتزج کرکے اوسے متفرق کردیتے ہیں اور وہ ایک ملت جس پر بانی ملت کے عہد ہیں سب متفق باقی نہیں رہتے اس لئے ضرور ہے کہ ہر زمانہ میں خدا کی طرف سے ایک فرد اکمل آتا رہتا ہے تا کہ ملت حقیقی کی نوعیت اور اصلیت کو سنوارتا رہے اس لئے اس امت محمدیہ میں ایک ولی کامل کا وقت مقررہ پر آنا جو دین متین کو از سر نو زندہ کردیتا تھا اور اوسکی تجدید ہوجاتی تھی یہانتک کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت امیر المحمدیین خواجہ محمد ناصر رضی اللہ عنہ کو بارویں صدی کے آغاز میں اس خدمت کیلئے مامور فرمایا اور آپ نے اوس دین مبین کے آفتاب کو نصف النہار میں پہونچا دیا اور محمدیہ خالصہ کے انوار سے جہاں کو منور کردیا اور توحید کے مسئلہ پر جو شہودی اور وجودی لڑ جھگڑ رہے تھے اوس کی اصلیت کا راز کھول دیا اور بھولوں کو راہ بتادی یہی فرقہ ناجیہ اوسی اصلی نسبت سے تعلق رکھتا ہے جو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جاری تھا اور زمانہ اوسے فراموش کرچکا تھا اور میں کہ اول المحمدیین ہوں اوس نسبت خاصہ خالصہ کا دروازہ ہوں الحمد للہ الذی جعل المحمدیین الخالصین خیر امتہ اخرجت للناس وھم امۃ یدعون الی الخیر الذی ھو المحمدیتہ الخالصۃ ویامرون بالمعروف الذی امر اللہ بہ وینھون عن المنکر الذی نھا الشرع عنہ واولئک ھم المفلحون واولئک المھتدون فیا قوم لا تکونوا کالذی فرقوا دین اللہ الذی لہ الدین الخالص وما ثلثہ وسبعین فرقتہ واختلفوا با لاختلافات المنکرۃ المبتدعۃ اور یہ نسبت

محمدیہ الخالصہ حضرت امام موعود علیہ السلام کی ذات پاک پر ختم ہوگی اور تمام جہان ایک نور سے روشن ہوگا اور اس نیر اعظم کے انوار میں سب فرقوں کے ستاروں کی روشنی گم ہو جائے گی اور آخرت میں بھی صاحبان محمدیہ ممتزجہ کے امتزاجات فاسدہ کو دور کر کے محمدیان خالص میں داخل کیا جائیگا اور عذاب نار سے رہائی دی جائے گی یہانتک کہ جسکے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی نور ایمان ہوگا وہ محمدیہ خالصہ کی برکت سے آخر کار جنت میں داخل ہوگا کیونکہ طریقہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سب طریقوں پر ترجیح رکھتا ہے اور خاتم الطرق ہے جس طور سے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم جمیع نبوت و رسالت کی ہے فالحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین اس طریقہ سے اگلے طریقہ اس کی مبادی تھے اور اس کی مابعد جو طریقہ قیامت تک پیدا ہونگے اس طریقہ کی شاخیں اور شعبہ ہونگے لہ الحمد فی الاولی والاخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون اور طریقہ محمدیہ خالصہ ازل سے لیکر ابد تک سب نسبتوں پر حاوی ہے۔

خدائے تعالیٰ نے مجھپر احوال ملائکہ کے بھی جزوی و کلّی صوری و حقیقی کھول دئے ہیں اگر میں چاہوں تو انکے حلیہ اور حقایق بالکل بیان کر دوں مگر اوسکے اظہار و توضیح کے لئے حکم نہیں ہے کیونکہ الحکم للہ والملک للہ ولا احد سواہ ولا نعبد الا ایاہ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بنیاد مطالب اور معارف خالص محمدیان علی صاحبہم الصلوٰۃ والسلام کی کتاب اللہ اور کتاب الرسول پر ہوتی ہے محمدیان خالص اوس کشف کو ہرگز معتمد نہیں جانتے جو کتاب اللہ اور کتاب الرسول کے خلاف واقع ہوا اور الفاظ مصطلحہ محمدیہ کے سوائے ہرگز کوئی لفظ زبان پر نہیں لاتے کیونکہ انکا حاصل کلام محض کلام اللہ اور

احادیث کی اون باریکیوں کا انکشاف ہے جو کند بصروں کی نگاہ سے پوشیدہ رہیں چنانچہ میں اپنے سلوک کا ایک مختصر نمونہ معرض تحریر میں لاتا ہوں جسکی پڑھنے سے اہل ایمان اور ارباب ایقان کو میری سچائی معلوم ہوجائیگی۔

سلوک طریقہ محمدیہ کا ایک مختصر نمونہ

ہر طریقہ کے حضرات اکابر نے ایصال الی اللہ کی غرض سے بہت سے اشغال اور اذکار اور ریاضتیں اور مجاہدہ وضع فرمائے ہیں اور اپنے مریدوں اور معتقدوں کی اونکے ذریعہ سے رہنمائی کی ہے چنانچہ حضرات چشت کا سلوک کچھ اور ڈھنگ کا ہے حضرات قادریہ کا سلوک کچھ جدا روش رکھتا ہے حضرات نقشبندیہ کا سلوک اور ہی صورت رکھتا ہے حضرات سہروردیہ کے سلوک کے قاعدہ الگ ہیں بعض ارباب سلوک طالب کو مراقبات بتاتے ہیں اور باطنی لطیفوں میں مشغول کرادیتے ہیں بعض فرماتے ہیں وحدت کا مطالعہ کثرت میں کرو اور ظاہری حواس سے کام لو بعض حضرات مرشد کا تصور سکھاتے ہیں بعض پاس انفاس تعلیم کرتے ہیں بعض حضرات ذکر جہر بعض حضرات ذکر خفی تلقین کرتے ہیں بعض حضرات نفی و اثبات سکھاتے ہیں۔ اور علی ہذا القیاس اللّٰھمّٰ و لضیر احمدوا ذکر حدادی ذکر ارّہ ذکر قہری وغیرہ تعلیم کرتے ہیں اور سالک کو مشغول کرتے ہیں اور گو محمد یا بن خالص بھی ان حضرات کے طور پر اور اپنے ظاہری مرشدوں کے طریقہ پر طالب کو اوایل حال میں اشغال اور اذکار نقشبندیہ اور قادریہ سلوک کے جو پیران عظام سے پہونچے ہیں تلقین کرتے ہیں اور حضرات مجددیہ کے مراسم کے موافق مراقبہ

اور باطنی نسبت کا القا کرتے ہیں مگر انتہائے سلوک میں محض کلام اللہ شریف
کی وساطت سے سالک کو ترقی دیتے ہیں اور اسی امام مبین کو اوسکا پیشوا
کردیتے ہیں یعنی بموجب یقبل التوبة عن عبادہ وانہ کان توابا
اول طالب کو گناہوں سے توبہ و استغفار کرواتے ہیں اور آپ بھی ہر وقت
ہوائے نفسانیہ وہوس طبیعہ سے توبہ کرتے رہتے ہیں بلکہ اپنی ہستی اور انانیت
سے بھی ہر دم تائب ہوتے رہتے ہیں اور خود پرستی اور تن پروری کو معصیت
کل اور منشاء تمام مفاسد اور برائیوں کا جانتے ہیں اور ہر لحظہ تکرار کلمہ لاحول
ولا قوۃ الا باللہ کی رکھتے ہیں یہانتک کہ خودی کے توہم سے بالکل خالی
ہوجاتے ہیں اور جب یہ کیفیت ظاہری اور باطنی گناہوں سے توبہ کی
نفس میں ثابت ہوجاتی ہے اور ظاہر باطن سالک کا ان آلودگیوں سے
پاک ہوجاتا ہے اوسے اوس مقام صلاح کی (جو قرب الی اللہ کا ایک مرتبہ
ہے) بشارت دیتے ہیں اور زمرہ اولیاء میں کہ صالحین کے نام سے موسوم
ہیں داخل کردیتے ہیں اور بموجب واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخفیہ
ودون الجہر من القول بالغدو والاصال ولا تکن من الغافلین
اور بموجب حکم ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ انہ لا یحب المعتدین
اسم اللہ کا ذکر نفس مدرکہ کے ذریعہ سے کہ قلب کی حقیقت مراد ہے راسخ
کرواتے ہیں اور ابتداء سالک کو سکھانے کے لیئے اس طور سے تعلیم
کرتے ہیں کہ طالب زبان کو تالو سے چمٹا کر اور آنکھیں بند کرکے سر جھکائے
اور پستان چپ کی طرف کہ قلب صنوبری کی جگہ ہے لحاظ کرکے اور قلب
کی طرف متوجہ ہوکر اپنے دل کے اندر اللہ کا ذکر بے جنبش زبان اور بے مدد
سانس کے اس طور سے کرے جس طرح کہ اور خطرے اوسکے دل میں آتے

جاتے رہتے ہیں اور جب یہ ذکر قلبی سالک قایم کر لیتا ہے تو اسی طرح اور
لطیفے روح سر، خفی، اخفیٰ وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں اور جب سالک کا تمام
بدن ذاکر ہو جاتا ہے اور جسکا نام سلطان الاذکار رکھا گیا ہے جاری ہو جاتا
ہے اور یہ کیفیت قوة پکڑ جاتی ہے سالک کو مقام ذکر کی کہ قرب الی اللہ کے
مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے بشارت دیتے ہیں اور سالک کا شمار اون
اولیاء اللہ میں کہ ذاکرین کہلاتے ہیں شمار ہوتا ہے اور اگر بسبب بشریت کے
اس تعلیم ذکر میں سالک کے فتور آجاتا ہے اور اس پر غفلت طاری ہو جاتی
ہے تو بموجب واذکر ربک اذا نسیت متنبہ کرکے پھر اوس کی تجدید
و تاکید کرتے ہیں یہانتک کہ غفلت و زوال سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے اور
یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم کی بشارت اوسے
دی جاتی ہے اور صلوة دائمی کے مقام پر کہ قرب حق کے مراتب میں سے
ایک مرتبہ ہے فایز ہوتا ہے کیونکہ اسی مقام کی نسبت ارشاد ہوا ہے
ھم فی صلوتھم دائمون اور جس پر یہ حال طاری ہوتا ہے
اوسے اون اولیاء اللہ کی جماعت میں داخل کیا جاتا ہے کہ مصلین کے
نام سے موسوم ہیں اور جب سالک بموجب وبشر الصابرین الذین
اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون
کی سختیاں اور بلائیں انگیزنے لگتا ہے اور معیت خداوندی اور قوت
نسبت حضوری کے سبب سے وہ جفا، کفا کو خاطر میں نہیں لاتا ہے اور
مصائب کے پڑنے اور خوشیوں کے ہٹنے سے اوسکے ماتھے پر چین نہیں
پڑتی ہے بلکہ تکلیف اور اذیت کے وقت رجوع الی اللہ بڑھ جاتی ہے
تو اوس وقت اوس مقام پر فایز ہونے کا مژدہ سناتے ہیں اور صابرین میں

کہ (اولیاء اللہ ہوتے ہیں) اسکا بھی شمار ہوتا ہے اور اسی طور سے شکر وغیرہ
حالات ومقامات طے کروائے جاتے ہیں اور بموجب واللہ بصیر بالعباد
وعلیم مافی الصدور ویعلم سر کم وجہرکم کی اوس کے باطن
میں ایک آگاہی پیدا ہو جاتی ہے اور ہر وقت اور ہر جائے دیدار حق تعالی
سے مشرف ہونے لگتا ہے اور واللہ بکل شئی محیط اور علی کل شئی
شہید اور علی کل شئی قدیر کی حقیقت اوس پر روشن ہو جاتی ہے
اور خوش خبری معیت باری تعالی کا مقام اوسے نصیب ہوتا ہے اور اولیائے
مقربین میں محبوب ہوتا ہے اور بموجب ما عندکم ینفد وما عند اللہ
باق کے تمام اضافات وجودیہ اس کی ذات سے ساقط ہو جاتے ہیں اور
سراپا نور وجود سے مملو ہو کر فانی فاللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے اور جب یہ
حالت سالک کی قوی اور استوار ہو جاتی ہے تو اوس کے کان میں مقام
اصفا کی بشارت دی جاتی ہے اور زمرہ ابدال میں داخل کیا جاتا ہے
اور اولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات سے ابدالیت مراد ہے اور
بموجب سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم الحق
صنائع اور بدائع قدرت الہیہ کو مرتبہ افاق میں ملاحظہ کر کے اور کمالات مظہورات
صفاتیہ اور سمائیہ سبحانہ تعالی کو عالم انفس میں معاینہ علم الیقین اور عین الیقین
کو طے کر کے حق الیقین کو پہونچ جاتا ہے اور اب اسے مقام تحقیق کی بشارت
دی جاتی ہے اور اولیا محققین میں اسے شمار کرتے ہیں اور بموجب وما
تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین اپنے ارادوں اور اپنی مرادوں
کی نفی کر کے اپنی طرف سے اضافت مقید وارادہ کو ساقط کر دیتا ہے اور
خواہش طبعی ونفسانی سے بالکل پاک ہو کر مشیت اللہ کا تابع اور فعال لما

پہونچا کا مرید پہنچتا ہے اوس وقت سالک کو مقام نفی ارادات اور نفی مرادات کی نوید پہونچائی جاتی ہے اور آن اولیاء اللہ میں کہ مرادین کہلاتے ہیں داخل کیا جاتا ہے اور بموجب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ دنیاوی اسباب اور فانی علاقوں کو ترک کر کے خدا کی رزاقیت اور وکالت پر پورا پورا بھروسہ کرتا ہے اور اوس کے دل پر سے سارے پردہ اٹھ جاتے ہیں اور سوائے موہوبیت کے اوسے اور کوئی شئے نظر نہیں آتی اور اونپر مشاہدہ کا پہاڑ تک کھل جاتا ہے اس حالت میں سالک کو توکل معنوی کا ثمرہ دیا جاتا ہے اور اون اولیاء اللہ میں کہ متوکلین کہلاتے ہیں داخل ہوجاتا ہے اوس وقت مقام توکل حقیقی کی بشارت سے سرفراز کیا جاتا ہے اور جماعت اولیاء میں کہ متوکلین محبوبین کہلاتے ہیں داخل ہوتا ہے کیونکہ واللہ یحب المتوکلین ثم الحمد للہ علیہ توکلت وعلیہ فلیتوکل المتوکلون

اور بموجب ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون کے جب ماسوی کے حزن اور ڈر سالک کے دل سے دور ہوجاتے ہیں اور حجاب مشاہدہ کا اٹھ جاتا ہے اور اطمینان کلی حاصل ہوجاتا ہے سالک کو مقام مامون کی بشارت دی جاتی ہے ومن دخلہ کان امنا اور بموجب یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ جب رضائے تام اور طمانیت حقیقی میسر ہوتی ہے بشارت مقام رضا و اطمینان کی دیتے ہیں اور بموجب الا للہ الدین خالص کے چونکہ خلوص حقیقی سے (کہ مراتب قرب الہی میں سے اعلی مرتبہ ہے اور ذات بحت سے قریب اور تمام صفات کمالیہ حقانیہ کو شامل تر اور جامع تر اسمائے حسنائے ربانی کا ہے) فیضیاب ہوتا ہے اور منصب محمدیہ خالصہ کی بشارت سے

مشرف ہوتا ہے علی ہذا سلوک محمدیہ خالصہ کے مقامات اور بشارات بہت سے ہیں جو اس طریقہ کے سالک پر قرآن پاک کی تلاوت میں خود بخود کھل جاتے ہیں۔ چند فقرے میں نے بطریق نمونہ کے تحریر کر دئے ہیں کیونکہ القلیل یدل علی الکثیر اگر آپ کو شرح اور بسط کے ساتھ سلوک محمدیہ کو دیکھنا مدنظر ہے تو علم الکتاب اور نالۂ عندلیب ملاحظہ فرمائیے۔

جشنِ عشق

خواجہ میر درد رضی اللہ عنہ کا ایک مکاشفہ

میں نے دیکھا کہ فیض و کرم کے دروازہ کھلے ہوئے ہیں اور جناب مستطاب امام حسن علیہ السلام مسند آرائے ولایت ہیں اس لئے میں نے اپنے سب مرشد زادوں اور حضرت والد ماجد رضی اللہ عنہ کی اہلبیت کو اپنی حمایت کے ذریعہ سے مرتبہ محمدیت خالص میں داخل کیا اور آنجناب کی خدمت میں لیگیا اور حضور نے اپنی رحمت و کرم سے اونھیں قبول فرمایا اوسکے بعد میں نے والد ماجد کی ساری آل اولاد خویش اقارب کو جو قیامت تک وقتاً فوقتاً دنیا میں آئیں گے اپنی ضمانت کے ساتھ حضور میں پیش کیا اور آپ سارے جتھے کو لیکر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے اور حضور ممدوح نے ان سبکی شفاعت منظور فرماکر ان سبکو بارگاہ الہی میں حاضر کیا اور انکی بخشش کے لئے عرض کی ارشاد ہوا کہ جو شخص ان میں سے محمدیت خالصہ سے مشرف ہوا اور آخر تک با اعتقاد اور با ایمان رہا ہم نے اوسے اپنے مقرب اور مرحوم و مغفور بندوں کے زمرہ میں داخل کرلیا گو بمقتضائے بشریت اوس سے گناہ اور خطا سرزد ہو

خدا کی رحمت اور قبولیت کو دیکھکر اس عرصہ میں یاران طریق اور علم الکتاب کے
مطالعہ کرنے والے اور واردات درد پڑھنے والے اور حضرت نالہ عندلیب کے
قاری مجھسے آچمٹے اور کہنے لگے حضرت آخر ہم بھی تو آپ کے نام لینے والے ہیں
ہماری بخشش و شفاعت کے لئے بھی تحریک کیجیے اور میں اگلی طرح ان سب
لوگوں کو بھی لیکر درگاہ الہی میں باریاب ہوا اور خطاب ہوا کہ **اے درد**
والذین یمسکون بالکتاب واقاموا الصلوٰۃ انا لانضیع اجر المصلحین
میں نے پھر بارگاہ الہی میں الحاح وزاری کی اور دوبارہ ارشاد ہوا کہ اگر یہ لوگ
طریقہ محمدیہ پر ثابت قدم ہیں تو ہم ان کے گناہوں سے درگزرے ومن قال
لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ بلاحساب وان زنیٰ وان سرق انتالیس[۳۹]
سال کی عمر میں آپ نے واردات درد ایک کتاب اور اوس ایک سو گیارہ وارد
تحریر فرمائے یہ وارد عالم غیب سے وقتاً فوقتاً آپ کے دل میں ڈالے گئے تھے
چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں خدا گواہ ہے کہ ہر وارد اور ہر وارد کے مضامین کبھی
ایک دفعہ میرے قلب میں اس طرح ڈالدائے جاتے تھے کہ میں جانتا تھا گویا
مجھے پہلے سے یاد تھے اور کبھی فقرہ فقرہ وارد کا میرے دل و جان میں ڈالا جاتا
تھا اور میں اوس کی عبارت بالکل بھول جاتا تھا اور وہ عبارت ذرہ ذرہ ہو کر
پھر مجھے یاد آجاتی تھی ایک زمانہ ایسا تھا کہ ہنوز گل و گلزار کے تماشہ سے جی
سیر نہوا تھا اور جی بہلانے کے لئے میدانوں اور مرغزاروں میں دوڑا دوڑا پھرا
کرتا تھا اوسی دوادوش میں وارد مع رباعیات کے دل میں اوترتا تھا اور جب
میں گھر آتا تھا تو اوسے لکھدیتا تھا کبھی ورود کے وقت بے اختیار رونا آتا تھا
کبھی حیرت طاری ہو جاتی تھی کبھی وارد کے ورود کیوقت ایسی ہنسی آتی تھی کہ پیٹ
میں بل پڑ پڑ جاتے کبھی حزن و خوف غالب ہوتا کبھی فرحت و امید لاحق ہوتی

اور اوس حال میں ورود ہوتا اور جسوقت وارد کا ورود ہوتا تصنیف تالیف کا خطرہ
بھی دل میں نہ آتا اور بھری محفل اور بھیڑ اور ہنگاموں میں خلوت انجمن پیدا ہوجاتی
کسی عالم تنہائی میں وارد دل میں اوتار دئے جاتے کبھی وارد کے سات یہ خیال
بھی پیدا ہوتا کہ برادر عزیز سید میراثر تقاضہ کرتے رہتے ہیں کہ اپنے کلام کی شرح
فرمائی اس لئے مناسب ہے کہ ان واردات کو قلم بند کرلیا جائے اس لئے میر اثر
کو میں اپنے پاس بیٹھا لیتا اور واردات اونھیں لکھواتا اور اگر وہ کہنے میں کچھ
بھول جاتے تو میں اسکی تصحیح کروا دیتا اور جب واردات لکھے جاچکتے تو ہم دونوں
بھائی اونھیں لیکر حضرت والد ماجد رضی اللہ عنہ کی خدمت فیضدرجت میں حاضر
ہوتے آپ اونھیں بنظر غور ملاحظہ فرماتے اور بہت متاثر ہوتے اور میرے واردات
کی نسبت جو کچھ فرماتے وہ میرا دل جانتا ہے اور میں اپنے تئیں اس لائق نہیں
سمجھتا ہوں جو اوسکا اظہار کروں۔ کبھی رات کے وقت عالم تنہائی میں وارد دل
کے اندر ڈالا جاتا اور بغیر لکھے حرفاً حرفاً یاد رہتا اور صبح کیوقت میں والد ماجد
رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زبانی ہی عرض کرتا اور عرصہ تک اوسے نہ لکھتا
اور جب لکھنے یا لکھوانے بیٹھتا تو بے تکان لکھوا دیتا یہانتک کہ ہوتے ہوتے
ایک سو گیارہ وارد جمع ہوگئے اور یہ القا ہوا کہ اسی تعداد پر اس رسالہ کو ختم کردو
کیونکہ ایک سو دس عدد علی کے نام کے ہیں اور ایک عدد کا اسمیں اضافہ ہے
کہ ان اللہ وتر یحب الوتر اس لئے بموجب الحکم للہ الملک اللہ لا الہ
الا اللہ ایک سو گیارہ واردات پر رسالہ ختم کردیا گیا واردات کی ترتیب میں
یا اوسکے مضامین کی ترکیب میں کچھ اپنے تصرف سے کام نہیں لیا گیا ہے بلکہ
حافظ حقیقی نے لوح محفوظ میں جس طور سے اس کی ترکیب کی تھی اوس طور سے
اونکو سپرد قلم کیا ہے ہر وارد کا شمار کہ یہ پہلا ہے اور یہ دوسرا ہے محض لکھنے

کے وقت کیا گیا ہے ورنہ تمام واردات تعداد کی تقدیم وتاخیر سے مستثنے ہیں
واردات ورد عمل ہوتے ہی دست بدست شایق تبرک بنا کر لے اڑے اور
دلی کی صوفیہ کی مجلسوں میں پڑھی جانے لگیں اور ہر دل عزیز ہو گئیں مگر اونکے
الہامی مضامین بڑے بڑے علما فضلا اور مشایخ کی سمجھ میں نہ آئے اور خواجہ صاحب
کی خدمت میں شایقین کے غول کے غول اون کے مطالب حل کرنے کیلئے
حاضر ہونے لگے آپ بہت اخلاق کے سات اونھیں بٹھاتے اور جس وارد
کے متعلق اونھیں پوچھنا ہوتا وہ آپ سے پوچھتے اور آپ اس خوبی سے
بتاتے کہ سننے والے حیران ہو جاتے اور عرض کرتے حضرت برائے خدا یہ
مضامین حضور اپنے قلم جوا رقم سے تحریر فرما دیں تو ہم لوگ اور ہماری آنے
والی نسلیں ہمیشہ ہمیشہ فائدہ اوٹھائیں مگر آپ فرما دیتے کہ نہیں مجھے تصنیف
وتالیف کا شوق نہیں جو کچھ نظم ونثر لکھتا ہوں وہ عالم غیب کے اشارہ کے
موافق لکھتا ہوں واردات کے لکھنے کے لئے القا ہوا تھا وہ لکھدیا اب اوسکی
شرح کے لئے اجازت ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے یہانتک کہ سنہ ۱۱۷۹ ہجری کا
مبارک زمانہ آگیا اور القاء الہام کی باد نسیم حضرت کے دل کو ٹھنڈا کرنے لگی
واردات کی شرح کی اجازۃ ہوگئی اور تائید الہی آپ کے قلم کی نوک بنگئی اور
آپ نے واردات کی شرح لکھ کر سنہ ۱۱۸۰ ہجری میں ختم کردی اور علم الکتاب اوسکا
نام رکھا اس کتاب پر ریویو کرنا نہ کسی فاضل مولوی کا کام ہے نہ کسی کامل صوفی کا
کیونکہ جس میں سرتاسر اسرار قدرت بھرے ہوں اوسکی نسبت زبان اور
قلم کی حرکت بالکل بیکار ہے اوسکو صرف اہل جان ہی سمجھ سکتے ہیں اور وہ ہی اسکا لطف اوٹھا سکتے ہیں اگر تھوڑی
دیر کے لئے تعصب کو دل سے نکال ڈالا جائے اور علم الکتاب کو پڑھا جائے
تو انسان کا ضمیر بول اوٹھے گا کہ سچ مچ یہ اچھوتی کتاب ہے اتنی بڑی اور ایسی

عجیب و غریب نہ کسی نقشبندی نے لکھی نہ قادری سہروردی چشتی نے پھر خوبی
و کرامت یہ کہ تمام الہام اور واردات و مقامات و مراتب کتاب اللہ اور کتاب الرسول کے
مطابق اور خدائی فلسفہ کے موافق جس میں کسی مسلمان کو دم مارنے کا موقع نہیں
چنانچہ آپ ارشاد کرتے ہیں علمنی ربی من تاویل الاحادیث والبصر فی ایاته
ما لا یبصرون افلا تتفکرون وهو الذی فتح علی قلبی ابواب مفاتیح
الغیب من المعانی الالهیة والکونیه وکشف علی اسرار الحقیقة والشریعة
و ایدنی بتائیدات الآیات القرانیة و نصرنی بنصرة الملائکة
والارواح ۵

آپ فرماتے ہیں کہ جب علم الکتاب ختم ہونے کو تھی تو تین بار مجھے الہام ہوا
اے درو حبیب تو لوگوں کو یہ مژدہ سنادے کہ اس مبارک کتاب کے
پڑھنے سے ستر ہزار عام آدمی اولیاء کامل ہو جاوینگے اور اوس کے پڑھنے
سے موقنین کے دل کو کشادگی نصیب ہوگی اور ایک عالم کو نسبت مع اللہ اور
خدا کے سات راہ پیدا ہوگی اور اوس کی مطالعہ سے بہت سے دل معرفت
اور حقیقت سے لبریز ہو جائینگے اور حقیقت ایمان اور کنہ عرفان و ایقان کے
اون پر کھل جائینگے اور بطریق اویسیت محمدیہ خالصہ کے فیضان سے بہرہ یاب
ہو کر مراد کو پہونچ جائینگے کیونکہ یہ تمام امت کی ہدایت اور ترتیب کے واسطے
مرتب کروائی گئی ہے اور بہت سے فیضان ظاہری اور برکات باطنی اور
تائیدات جلیلہ اور تاثیرات قویہ تمام خلقت کی منفعت کے لئے اس میں
ودیعت کئے گئے ہیں پھر آپ فرماتے ہیں اس کتاب سے اہل حاجت فال
بھی خوب نکال سکتے ہیں اور زمانہ ماضی وحال و استقبال کے راز اس سے
کھل سکتے ہیں بشرطیکہ ادب و عقیدت کے سات کام لیا جائے یہ کتاب ۵۵ ۱۲ھ

میں ہمارے گھر سے غدر میں تلف ہو گئی تھی والد ماجد نے بہت چاہا کہ اوس کا نسخہ دستیاب ہو جائے مگر نہ ہوا۔

لیکن آفریں ہے نواب نور الحسن خانصاحب بن نواب صدیق خانصاحب مرحوم کو جنھوں نے کئی ہزار روپیہ صرف کرکے اپنے پیرومرشد مولانا حضرت نا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی کی خوشنودی کے لئے علم الکتاب کو کتب خانہ ریاست بھوپال سے حاصل کرکے چھپوا دیا ایک نسخہ نواب نور الحسن خاں صاحب نے مجھے بھی بتاریخ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۱ ہجری محمد اسحاق صاحب محافظ کتب خانہ کی معرفت بھوپال سے بھجوایا جو میرے پاس موجود ہے۔

الغرض خواجہ میر درد صاحب پانچوں وقت کے لئے حجرہ سے نکل کر اپنی مسجد تک تشریف لیجایا کرتے تھے ورنہ دن رات حجرہ میں ہی بیٹھے بیٹھے شہود کے جلوے دیکھا کرتے تھے مگر ایک وقت مقررہ میں حجرہ سے نکل کر بارہ دری میں رونق افروز ہوا کرتے تھے اور ایک تسبیح جس میں ایک لاکھ دانے تھے اور جسکا ڈورہ اتنا بڑا تھا کہ بارہ دری کے چاروں کونوں تک آسانی سے پہونچ جاتا تھا آپ کے سامنے رکھدی جاتی تھی اور آپ تسبیح کا ایک حصہ اٹھا کر کلمہ طیب پڑھنا شروع کر دیتے تھے اور آپ کے سات اور حاضرین بھی اوس تسبیح کا مسلسل ڈورا اٹھا لیتے تھے اور کلمہ پڑھنے میں مشغول ہوجاتے تھے اسیطرح جو شخص محفل میں حاضر ہوتا وہ سلام کرکے دوزانو ادب کے ساتھ بیٹھ جاتا اور تسبیح کا ایک حصہ لیکر کلمہ پڑھنے لگتا۔ یہ تسبیح جام شراب کی طرح ساری بزم میں دورکیا کرتی تھی اسی حالت میں جس کسی کی کوئی حاجت اور ضرورت ہوتی تو وہ عرض کر دیتا اور آپ اسے جواب باثواب سے تسلی دیتے مگر آپ تعویذ گنڈے سے بہت گھبراتے تھے اور فرمایا کرتے تھے درویشی رمالی اور منجمی

کا نام نہیں ہے جس کے ذریعہ سے شاہ صاحب سجادہ پر بیٹھے بیٹھے غیب کی خبریں مریدوں کو سنایا کریں درویشی فقط قرب الہی کا نام ہے جسے خدا نصیب کرے اعمال دعوت جو قران پاک کی سورتوں کو الٹ کر بنائے جاتے ہیں اور لوگ اونھیں پڑھتے ہیں بالکل کفر ہیں اور کلام اللہ شریف کی سورتوں کے موکل اور اسرافیل وعزرائیل کے وزن پر جو نام مشہور ہیں کوئی بتائے کہ حدیث میں کہاں آئے ہیں اور خدا کی نعمتوں کو جنکا کھانا پینا خدا نے حلال کر دیا ہے اونھیں چھوڑ دینا اور ترک حیوانات کیونکر حدیث سے ثابت ہوتا ہے اسد کا بدوح نام جو عاملوں میں مشہور ہے اوسکا بھی شریعت کی کسی کتاب میں ذکر نہیں پایا جاتا ہے اور مثلث اور مربع نقش جو شطرنج کی مہروں کی رفتار پر لکھے جاتے ہیں بالکل بدعت ہیں اور حوا کے نام کے خواص بھی جس کے مثلث نقش بنائے جاتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ سے مروی نہیں ہیں نقش لکھ کر فتیلہ بنانا اور اوسے جلانا بھی بے حقیقت ہے اللہ والے مشکل کشائی اور حاجت روائی کی دوکان نہیں کھولا کرتے اور نقش وعملیات کو معاش کا پیشہ نہیں ٹھیراتے۔ آپ کو کرامت اور خرق عادت کا تذکرہ بھی نہیں بھاتا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ فقیری شعبدہ بازی اور پھنڈیلہ پن کا نام نہیں ہے اگر فقیری اسی کا نام ہے جو چوک پر جا کر دیکھو لوکہ میاں بھان متی اور میاں مداری کیا کیا ان دیکھی دکھاتے ہیں ہمیں اکابر کی کرامت اور خرق عادات کی حرص نہیں کرنی چاہیئے وہ باتیں انہیں حضرات کو زیبا تھیں ہم لوگ ظاہر پرستوں کو اون کی کرامتوں پر نظر ہے مگر یہ نہیں دیکھتے کہ اون کے کیا اخلاق اور کیا اوصاف کیا کمالات کیا حالات کیا اعمال کیا اقوال کیا نیتیں کیا برکتیں

کیا ظاہر کیا باطن کیا اوضاع کیا اطوار کیا قوت ایمان کیا عقل و عرفان رکھتے
تھے پھر یہ رباعی ارشاد فرماتے ؎

اے شیخ بخلق از کرامات مگو | اخبار پریشان و مباہات مگو
منظور اگر بیہودہ گوئی باشد | دیگر چہ کم ست ایں خرافات مگو

ایک دن تخلیہ میں چند مرید جنھیں حضرت کے مزاج میں بہت دخل ہوگیا
تھا عرض کرنے لگے حضرت سنا ہے صوفی تبدیل برزخ کر لیتے ہیں اور اپنی
صورت کچھ سے کچھ بنا لیتے ہیں آپ نے فرمایا یہ فقر کی دوکان کا کوزہ کہلاتا
ہے میں نے اپنی دوکان سے جھاڑ کر اسے پھینکدیا ہے اس لئے آپ صاحبوں
کو یہاں آکر کوئی ڈھکوسلا نظر نہیں آتا ہے مگر وہ مرید پہلے سے گٹھ کر آئے
تھے سب نے ملکر بہت کچھ الحاح اور زاری کی اور فرمایا حضرت آج تو ہمیں تبدیل
برزخ کا مشاہدہ کروا ہی دیجیے جب آپ مجبور ہوے تو آپ نے فرمایا
میں حجرہ میں داخل ہوتا ہوں اور حجرہ کا دروازہ بند کئے لیتا ہوں آپ
ایک گھڑی کے بعد دروازہ کھول دیجیگا اور اس مسئلہ کو حل کر لیجیگا۔
چنانچہ آپ حجرہ میں تشریف لے گئے دروازہ بند ہوا اور مریدوں نے
فوراً ہی دروازہ کھولا۔

جلعلہ

کرامت

تو سب نے یہ دیکھا کہ ایک شیر ببر حجرہ میں جسکا منہ قبلہ کی طرف ہے
کھڑا ہے اور اوس کی آنکھوں میں اس بلا کا رعب ہے کہ زہرا آب ہوا جاتا
ہے۔ چنانچہ اون میں سے دو ایک صاحبوں کو غش آگیا دو ایک چیخ کر
بھاگ گئے دو ایک نے دل کڑا کر کے عرض کی کہ حضرت بہر خدا معاف کیجئے

ہم گنہگار یہ جلال کی صورت نہیں دیکھ سکتے یہ کہکر انہوں نے دروازہ بند کر لیا اور آپ مسکرا کر حجرہ سے باہر نکل آئے۔

کرامت

ایک روز شام کے قریب آپ حجرہ میں تشریف رکھتے تھے جو محلہ کے لوگوں نے دیکھا آسمان سے ایک آگ اتری اور اسنے حضرت کے حجرہ کو گھیر لیا اور اوس کی روشنی دور تک پھیل گئی دیکھنے والے یہ گمان کر کے دوڑے کہ خدا نخواستہ حضرت صاحب کی بارہ دری میں آگ لگ گئی چلکر بجھانا چاہیئے مگر بارہ دری کے اندر آکر معلوم ہوا کہ درحقیقت وہ ایک قسم کی ٹھنڈی روشنی ہے جو آسمان سے حضرت کے حجرہ تک قایم ہے تھوڑی دیر میں وہ روشنی غایب ہو گئی جب اس کی اصلیت کسی مرید نے آپ سے پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا زہرہ تارہ کی روحانیت ہم سے ملنے آئی تھی۔

کرامت

ایک دن بارہ دری میں آپ بیٹھے تھے جو ایک شخص نے آکر آپ کو سلام کیا آپ نے اوسکا چہرہ دیکھ کر فرمایا کیا تم میرزا مظہر جان جاناں صاحب کے اسی وقت مرید ہو کر آئے ہو تمہاری صورت پر میرزا صاحب کے انوار ولایت چمک رہے ہیں اوسنے کہا حضور مرید ہو کر تو نہیں آیا مگر اسوقت میں میرزا صاحب کی ہی خدمت بابرکت سے آرہا ہوں سبحان اللہ دونوں حضرات کیا باکمال تھے ایک ایسے کہ جو اونکے پاس جائے اوس کی شکل پر اونکے انوار ولایت چھا جائیں دوسرے ایسے کہ صورت دیکھتے ہی پہچان

یعنی کہ اس شخص کے چہرے پر فلاں بزرگ کا نور باطن جلوہ گر ہے۔

حضرت خواجہ صاحب کے بہت سے جن مرید تھے

ایک دن آپ بارہ دری میں بیٹھے ہوئے یہ فرما رہے تھے کہ ضیاء الناصر عرف برخوردار صاحب میر کا خط تین برس سے نہیں آیا ہے خدا جانے کہاں ہیں اور کسطرح ہیں جو چھت سے ایک کاغذ آپ کے سامنے آکر گرا آپ نے جو اوسے اوٹھا کر پڑھا تو معلوم ہوا کہ صاحبزادہ کا ہی خط ہے آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور چھت کی طرف دیکھ کر کہا آپ کون صاحب ہیں سامنے تشریف لائیے مگر انسانوں کی محفل ہے اس میں آدمی کی صورت بنکر آنا مناسب ہے تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ تین اجنبی شخص سفید پوش مٹھائی کی ٹوکری ہات میں لئے ہوئے بارہ دری میں آئے اور حضرت کی قدمبوسی کر کے دو زانو آپ کے پاس بیٹھ گئے آپ نے فرمایا میاں ضیاء الناصر اچھی طرح ہیں اور آپ صاحبوں کو کہاں ملے اون میں سے ایک شخص نے ہات باندھکر عرض کی حضور میں صحرائے بنگالہ کے ایک لق دق میدان میں اوڑا چلا جا تا تھا جو میں نے دیکھا ایک حسین اور جمیل جن کی عمر بیس برس سے زیادہ نہ ہو گی خاک پر کنبل بچھائے پڑا سوتا ہے اور اس کی صورت پر عجیب قسم کے انوار ہیں میرا دل قابو سے نکل گیا میں بے اختیار زمین پر اوتر آیا اور ایک بیتابی کے عالم میں مینے اوس نوجوان کا انگوٹھا پکڑ کر ہلایا وہ نوجوان چونکا اور اوس نے خواب ناز سے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا میں اپنی اصلی مہیب شکل میں تھا میں نے گمان کیا کہ یہ انسان مجھے دیکھکر خوف کے مارے جیتا نہ رہے گا مگر اوسنے اصلا پروا نکی اور سنبھلکر بیٹھا اور مجھسے کہا تم کون ہو اور ہمیں سوتے

سے کیوں جگایا ہے میں نے کہا میں ایک جن ہوں اوڑا چلا جاتا تھا جو میں نے
آپ کو خاک پر پڑا سوتے دیکھا آپ کی پیاری شکل مجھے بھا گئی اور میں نیچے اوتر آیا
اور میرے دل نے چاہا میں آپ کو جاگتا ہوا دیکھوں اور آپ سے باتیں کروں
نوجوان نے مسکرا کر فرمایا میں تو اس قابل نہیں ہوں مگر میں آپ کی مہربانی
اور قدر دانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں مینے کہا آپ کون ہیں کہاں رہتے ہیں
کیا کام کرتے ہیں نوجوان نے فرمایا میں دہلی کا رہنے والا ہوں میرا نام
ضیاء الناصر ہے اور صاحب میر مشہور ہوں قوم کا سیدزادہ ہوں اور فقیری
میرا اور میرے بڑوں کا پرانا کام ہے میں خواجہ ضیاء الناصر کی باتیں سنکر
لوٹ ہو گیا اور میں نے کہا حضرت مجھے اپنا مرید کر لیجیے آپ نے فرمایا باواجان
نے مجھے ابھی مرید کرنے کی اجازت نہیں دی ہے اگر تمہیں مرید ہونا ہے تو دلی چلے
جاؤ اور باواجان کے مرید ہو جاؤ مینے کہا آپ میری سفارش میں خط لکھدیں
تو میں دلی چلا جاؤں آپ نے فرمایا خط لکھنے کا تو مضائقہ نہیں مگر اس ویرانہ
میں دوات قلم اور کاغذ کہاں اور پھر رات کا وقت اندھیرے میں ہات کو
ہات تو دکھائی دیتا ہی نہیں خط کیونکر لکھا جائے میں نے کہا یہ سامان میں
ابھی لاتا ہوں یہ کہہ کر میں ایک آبادی میں گیا اور دوات قلم کاغذ اور ایک
شاخہ شمع کا آناً فاناً حضرت کی خدمت میں لاکر رکھدیا آپ نے خط لکھکر میرے
حوالہ کیا اور پھر اپنے کمبل پر لیٹ گئے خط لیکر میں اپنے گھر پہونچا اور اپنے
عزیزوں سے کہا میں حضرت خواجہ میر درد صاحب کی خدمت میں مرید ہونے
شاہجہاں آباد جاتا ہوں یہ سنکر میرے دونوں بھائی بھی بیعت کے مشتاق
ہوئے اور میں اونھیں ساتھ لیکر حضور کی خدمت میں آن پہونچا ہوں
حضرت خواجہ صاحب نے اون تینوں جنوں کو مرید کرکے فرمایا کہ اچھا رخصت

چنانچہ اون میں جنوں کے دو بھائی تو اوسی وقت چلے گئے مگر ایک جو خط لکھواکر
لائے تھے اونھوں نے خدمت میں رہنے کی اجازت چاہی اور اونکی درخواست
منظور ہوگئی اور وہ حضرت کی خدمت میں رہنے لگے خاص خاص آدمیوں پر
کبھی کبھی وہ ظاہر بھی ہو جایا کرتے تھے ورنہ سب کی نظروں سے غائب حضرت
کی خدمت کیا کرتے تھے نام تو اونکا کوئی جانتا نہ تھا مگر خواجہ صاحب اونھیں
پیر بھائی کہا کرتے تھے اسلئے وہ ہمارے گھر میں پیر بھائی مشہور تھے اور
اب تک جو ہمارے بزرگ باقی ہیں اونھیں پیر بھائی کہہ کر اونکے حال بیان
کیا کرتے ہیں خواجہ صاحب کی زندگی تک وہ بارہ دری میں رہتے تھے
مگر جب آپ نے وفات پائی تو خواجہ میر اثر صاحب نے فرمایا کہ پیر بھائی اب
دن بھر اپنے مرشد کے مزار پر رہتے ہیں اور رات کو بارہ دری میں آجاتے
ہیں اور ہم سب کی نگرانی کرتے ہیں خواجہ میر اثر صاحب کے بعد حضرت
ضیاء الناصر اور شاہ محمد نصیر صاحب کے عہد میں ہمارے خاندان کے اکثر
زن و مرد نے پیر بھائی کو دیکھا مگر شاہ محمد نصیر صاحب کی وفات کے بعد
وہ کسی پر ظاہر نہ ہوئے واللہ اعلم فوت ہو گئے یا شاہجہان آباد سے چلے گئے
عرس کے موقع پر اکثر لوگوں نے دیکھا کہ گل گیر خود بخود اوٹھا اور شمع کا گل
کتر اگیا اور گل گیر پھر اپنی جگہ پر آگیا مگر اوٹھانے والا نظر نہ آیا لوگ یہ تماشا
دیکھ کر حیران ہو جاتے مگر جاننے والے سمجھ جاتے کہ یہ پیر بھائی صاحب کی
کارگزاری ہے پیر بھائی کے مزاج میں چہل بہت تھی جب حضرت کے گھر میں
کوئی شادی کا ہنگامہ ہوتا اور زنانی حویلیوں میں مریدیاں آکر بھر جاتیں
تو صبح اوٹھ کر اون میں سے ایک کہتی ای لو دیکھو نیا تماشا ہے رات کو دوپٹہ
سرہانے رکھکر سوئی ہوں اب جو دیکھتی ہوں تو دوپٹہ کوئی نہیں یہ کہہ کر

کاجل کس نے کیا دوسری کہتی اے بہن میری بچی کے پاؤں کے گھنگرو کس نے
اُتار لیئے بھنکی پڑے کمبخت چوٹی مردار پر جو پیروں کا بھی خوف نہیں کرتی
اور اونکے گھروں میں آکر لوگوں کو موئس لیتے ہیں مُردے چُرانے والے پر
خواجہ میر درد کی ہی مار پڑے تیسری کہتی اے بی جاںباز ذرا اپنی للّو کو روکو تو سہی
صبح ہی صبح کیوں کسی کو برا بھلا کہا جاتی نہیں ہو پیر بھائی کے مزاج میں ٹھٹھہ
بہت ہے وہ مریدنیوں کے جھنکوانے کے لئے چیزیں چھپا دیا کرتے ہیں جس کی
چیز جاتی ہے جب وہ رُونکی ہو جاتی ہے اور خوب چیخ پیٹ لیتی ہے تو چپکے
سے اوس کی چیز اوسکی بغل میں لاکر رکھدیتے ہیں اور سچ مچ سب حرکتیں
پیر بھائی کی ہوتی تھیں حضرت کے ہاں کی ماما مغلانی کام دھندے سے فارغ
ہو کر بیٹھتی اور اپنی تلے دانی کھولتی تو دیکھتی قینچی ندارد ہے اب گوٹ کاٹے
کرتے سوچتی کہ الہی شاموں شام تو قینچی سینے تلے دانی میں رکھی ہے یہ اتنا کو
ایسا بادی چور کونسا آیا جو الگ تھلگ اوڑا لے گیا پھر آپ ہی آپ کہتی ارے
میں سمجھی یہ پیر بھائی کے کام ہیں اے پیر بھائی خدا کو مان کر میری قینچی دیدو
بھلا غریبوں کے ستانے سے کیا فائدہ ہے تم تو مجھ کمبخت کے پیچھے پڑ گئے ہو
کبھی قینچی چھپا دیتے ہو کبھی انگشتانہ لیجاتے ہو تو آج ایسی بھی کاٹے تنی ہنسی
ابھی بی مغلانی بڑبڑاتی ہی تھیں جو چھت میں سے قینچی اوسکے سامنے آکر گرتی اور وہ
اوٹھا کر کہتی میں تو پہلے ہی جان گئی تھی کہ یہ ہمارے پیر بھائی کی چھل تھی خیر
کیا کروں تم حضرت کے مرید ہو اسلئے کچھ منہ سے نہیں نکال سکتی کوئی اور ہوتا
تو اوسکی سات سات پشتوں کو پن کر رکھدیتی حضرت شاہ محمد نصیر صاحب کے
عہد میں بارہ دری کے جنوبی دیوار کے نیچے جہاں اب میاں اقبال شاہ صاحب کا
طویلہ بنا ہے میر ہاشم علیصاحب کے عزیز میر نیاز علی صاحب ایک مکان میں

رہتے تھے ایک بار چوبیسویں کی محفل بارہ دری میں ہوئی اور میر نیاز علی کی بہو بیٹیاں سب کی سب حضرت کے ہاں مہمان آئیں گھر میں فقط ایک لونڈی رہ گئی جسکا نام گیانی تھا جب گیانی کا جی اکیلے مکان میں گھبرایا تو کہنے لگی اے ہے مجھے تو اس ڈھنڈار میں اکیلے ڈر لگتا ہے کم بخت گھر کاٹے کھاتا ہے اللہ کیا کروں بلا سے پیر بھائی تم ہی آجاؤ کسی طرح رات تو کٹے بی گیانی نے شاید پیر بھائی کو دوبارہ ہی یاد کیا تھا جو نیم کے درخت پر سے جو گھر میں کھڑا تھا آواز آئی لے گیانی میں آیا اور اس آواز کے ساتھ چڑ چڑا کر کے ایک بہت موٹا ٹہنا نیم کا ٹوٹ کر انگنائی میں گرا اور گیانی مارے ڈر کے بیہوش ہو گئی جب میر نیاز علیصاحب محفل سے گھر آئے دروازہ کھٹکھٹایا گیانی کو پکارا مگر بولتا کون گیانی تو بیہوش پڑی تھی میر صاحب چول اوتار کر کواڑ کی یا زینہ دیوار پر لگا کر گھر میں آئے تو دیکھا کہ گیانی تو دنیا و مافیہا سے غافل ہیں اور ایک ٹہنا نیم کا ٹوٹا ہوا پڑا ہے آندھی نہ آئی تھی ہوا نہ چلی تھی حیرت ہوئی کہ نیم کا اتنا بھاری ٹہنا کیونکر ٹوٹا۔ گیانی کو عطر سونگھایا گیا اوسے جھنجوڑا تو اوسے ہوش ہوئے اور اوسنے پیر بھائی کے بلانے کا قصہ بیان کیا۔

حسنِ عمل

آپکو علم موسیقی میں دستگاہ تھی اور آپ راگ سنتے تھے

حضرت درد قدس سرہ العزیز کو علم موسیقی میں کمال تھا آپنے اس علم کی بہت سی پستکیں اور کتابیں سنسکرت اور بھاشا میں پڑھی تھیں اور اس فن کے تمام

قواعد اور اصول آپ کے نوک زبان تھے بڑے بڑے استاد گویا اور
قوال آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تال اور سروں کی تحقیق کیا کرتے تھے
اور آپ چھ راگ چھتیس راگنیوں اور ان کے پتر بھارجا اور دھیوں کو
اس طرح بیان فرماتے تھے کہ ہر مت کی تفریق اور تفصیل الگ الگ ہو جاتی
تھی اور نایک لوگ آپ کے قدم چوم لیتے تھے موسیقی میں آپ کی معلومات
صرف زبانی نہ تھی بلکہ آپ اس فن کے عامل کامل بھی تھے، فیروز خان
گویہ کے سات کبھی کبھی تخلیہ میں صحبت ہوا کرتی تھی اور وہ حضرت کے تفنن کو
دیکھکر حیران رہ جاتا تھا اور کہتا تھا حضرت آپ کے نانا دادا کی قسم کھا کر کہتا
ہوں جسطرح اپنے کنٹھ سے راگ راگنیاں ادا کرتے ہیں اور ان کا روپ
سروپ دکھاتے ہیں آج اس طرح پیشہ ور بھی سنگیت نہیں کر سکتے یوں تو
آپ راگ سنا ہی کرتے تھے مگر ہر مہینہ کی دوسری کو حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب
عندلیب رضی اللہ عنہ کی وفات کی یادگار میں بارہ دری کے اندر راگ کا
عجیب جلسہ ہوتا تھا دوسری تاریخ کی رات ہی سے محفل کی تیاری ہوتی
بارہ دری میں اندر اور اس کی وسیع انگنائی میں دریوں اور چاندنیوں کا
فرش کیا جاتا تھا شامیانہ لگایا جاتا روشنی کے لیے جھاڑ فانوس مرنگیوں
میں شمع روشن کی جاتیں چراغ اور مشعلوں کی روشنی الگ ہوتی کورے
کورے مٹکے مٹلیاں جھجریاں صراحیاں پانی سے بھر کر رکھدی جاتیں شہر
اور باہر شہر کے ڈوم کلاونت قوال گویے بے بلائے سینکڑوں حاضر ہوتے
شہر بھر میں دہوم مچ جاتی کہ آج رات کو خواجہ میر درد صاحب کی بارہ دری
میں دوسری کی محفل ہے چلو اور چل کر راگ سنو عوام الناس تو اس
محفل میں بے شمار ہمیشہ اکٹھے ہو جایا کرتے تھے مگر دلی کے امیر وزیر اور

صوفی حضرات بھی جو راگ کو معراج کمال کا زینہ سمجھتے ہیں بارہ دری میں تشریف
لے آتے جب خواجہ صاحب کو معلوم ہوتا کہ اب محفل خاص و عام سے بھر گئی ہے
تو اپنے عبادت خانہ سے نکل کر بارہ دری میں رونق افروز ہوتے ہزاروں
آدمی آپ کو سلام کرتے اور قدمبوسی بجا لاتے آپ محفل میں آکر دوزانو بیٹھ
جاتے اور آپ کی محفل میں دوزانو بیٹھنے کا عام قاعدہ تھا ہر شخص کو طوعاً
و کرہاً دوزانو بیٹھنا پڑتا تھا اسی دوزانو نہ بیٹھنے پر آپ نے شاہ عالم بادشاہ
دہلی سے کہدیا تھا کہ اگر آپ فقیروں کی محفل میں آیا کریں تو دوزانو بیٹھا کریں
نہیں تکلیف نہ کیا کریں سبحان اللہ کیا عقیدت مند لوگ تھے شاہ عالم نے
بہت ادب کے سات کہا آج میرے پاؤں میں درد ہے اسوجہ سے میرا
پاؤں آگے ہوگیا تھا اب ایسا کبھی نہ ہوگا اور بادشاہ بدستور آپ کی محفلوں
میں شریک ہوتے رہتے آپ کا اشارہ پاتے ہی راگ شروع ہوجاتا اور
اہل کمال باری باری سے اپنے جوہر دکھاتے الاپ کی آواز اور سازوں
کی سریلی آوازیں آسمان تک جاتیں اور راگ کا روپ در و دیوار پر چھا
جاتا آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نغمہ و سرود کو نہ فاسق فاجروں کی طرح
سنتا ہوں جنکے دل اور دماغ میں مجاز کے پری طلعتوں کی صورتیں جلوہ گر
رہتی ہیں اور گیسوئے عنبریں اور چشم نرگسیں کے تصور میں دیوانے بنے
رہتے ہیں نہ صوفیوں سالکوں کی طرح مغلوب الحال ہوکر چنگ و رباب
کی دلکش آواز پر میری جان جاتی ہے بلکہ جس طرح عالم فاضل لوگ جمع
ہوکر علوم ریاضی و طبیعی پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اوس کے دقائق کو خوب
جانتے ہیں مگر حکما کی طرح اوسکا اعتقاد نہیں رکھتے اسیطرح میں بھی موسیقی
کے سات توغل کیا کرتا ہوں کیونکہ موسیقی ریاضی کی ایک پرمیوہ شاخ ہے

اور طرفہ لطایف وانژ رکھتی ہے میں سماع کو نہ اس قدر اچھا جانتا ہوں جتنا
کہ اور حضرات صوفیہ کا اوس کی نسبت ادعا ہے نہ اتنا برا جانتا ہوں جتنا کہ
ظاہر میں ملا قشری - میں نہ کسی ڈوم گویہ کو بلواتا ہوں کہ تم مجھے آکر راگ سناؤ
نہ جو اس پیشہ کے لوگ میرے پاس آتے ہیں اور میرے سامنے گاتے بجاتے
ہیں میں اونھیں پیسہ کوڑی دیتا ہوں آپ ہی آجاتے ہیں آپ ہی مجھے
رات راگ سناتے ہیں اور بے لئے دئے ہنسی خوشی چلے جاتے ہین -
اگر یہ لوگ میرے پاس نہ آئیں تو میرے دل میں کبھی راگ سننے کا خیال
بھی پیدا نہ ہو میں نے آجتک اپنے کسی مرید کو راگ سننے کی اجازت
دی نہ اپنی اولاد کو - کیونکہ جو چیز ہماری شریعت میں ممنوع اور ہمارے
طریقہ میں مکروہ ہو اوسکے لئے میں کب کسی کو اجازت دیسکتا ہوں میں
میں اپنے تئیں گناہگار جانتا ہوں اور ہمیشہ اسی دہیان میں ہون کہ
راگ سننے سے توبہ کروں جو لوگ راگ نہیں سنتے ہیں میں اونھیں اپنے
سے اچھا جانتا ہوں اور اوس پاک بے نیاز سے امید کرتا ہوں کہ آخر کار
مجھے اس ابتلا سے نجات دیگا اور میری تقصیرات معاف کریگا -

حضرت خواجہ میر درد صاحب فارسی عربی اردو کے شاعر تھے ہی مگر
اس شاعری کے علاوہ آپ بھاشا میں خیال ٹھمری، ہوری، پٹہ، دھرپد
وغیرہ راگ گانے کی چیزیں بھی تصنیف فرمایا کرتے تھے اور پیشہ ور لوگ
اونھیں تبرکاً لیجاتے تھے اور آپ کے اوس تصرف آمیز کلام کو سنا کر
محفلوں اور شادی کے موقعوں کو زینت دیا کرتے تھے خواجہ صاحب نے
یا آپ کے کسی جانشین نے اس کلام کو آپ کے دیوان میں مرتب نہیں کیا
وہ صرف اہل عقیدت اور گویون کے حافظہ اور زبان پر ہی ہا - الدماجد

فرمایا کرتے تھے کہ میر ناصر احمد بھی کار حضرت کے عرس میں آپ کے خیال وغیرہ
گایا کرتے تھے اور والد ماجد کو دو چار خیال بھی یاد تھے مگر میں نے اپنی نادانی
سے اونھیں نہ لکھا چنانچہ آپ کی اس شاعری خاص کی نسبت آپ کے
چھوٹے بھائی خواجہ میر اثر صاحب اپنی مثنوی خواب و خیال میں بھی اشارہ
فرماتے ہیں فقیر فراق چند شعر اوسکے یہاں نقل کرتا ہے ۔

ف

کوئی صحبت خوشی کی بھاتی نہیں ۔۔۔ کوئی بزم طرب خوش آتی نہیں
انبساط و خوشی کرے ہے داغ ۔۔۔ گر سنوں بھی تو جوں سنی ہے چراغ
جمع جتنا ہو عیش کا اسباب ۔۔۔ دل کو اوتنا کریں جلا کے کباب
گر بہ تقریب راگ ہوتا ہے ۔۔۔ سینہ یک لخت آگ ہوتا ہے
راگ ہر یک جدا ہیں گو نیک ۔۔۔ پر اثر میں ہیں اب سبھی دیپک
حضرت درد کے بنائے خیال ۔۔۔ کیا کہوں کیا کریں ہیں دل کا حال
تان ہر ایک جان لیتی ہے ۔۔۔ تہہ لذت دلوں کو دیتی ہے

بولوں کا لطف جان لے ہے جدا
ہے دل و جان ہر طرح سے فدا

آپ کی عربی شاعری

آپ کو عربی کے علم ادب میں کامل دستگاہ تھی عربی نظم و نثر آپ کی
اہل عرب سنکر پھڑک جاتے تھے اور کہتے تھے آپ تو ہم میں سے ہیں علم الکتاب آدھی
عربی انشا ہے اور آدھی فارسی چونکہ اس میں ایک سو گیارہ رسالہ ہیں حمد و نعت

عربی زبان میں جدا جدا تحریر فرمائی ہے چنانچہ ایک سو گیارہ مقام پر ایک جگہ بھی
صنعت برات الاستہلال کو ہات سے جانے نہیں دیا ہے رسالہ کی حمد و نعت کے
دو لفظ ہی پڑھنے سے کھل جاتا ہے کہ اس میں یہ ذکر اور یہ بیان ہوگا اسی طرح
آپ فارسی کے زبان داں ہیں آپ کی فارسی نثر کہیں مقفی کہیں مسجع کہیں مرجز
کہیں عاری کہیں سلیس کہیں دقیق ہوتی ہے مگر پڑھنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے
لعل و یاقوت کا بازار میرے سامنے لگا ہوا ہے یا میں کسی چمن کی سیر کر رہا ہوں
جس میں انواع و اقسام کے رنگا رنگ پھول فرحت بخش جان پرور کھلے ہوئے
ہیں آپکی شاعری کو شاعری کہنا میرے نزدیک ایک قسم کی سوء ادبی ہے کیونکہ آپ کا
کلام تو بالکل الہامی ہے حضرت عمر خیام کی رباعیاں خاص و عام کی زبان پر
ہیں اور فی الحقیقت اون کی رباعیاں انمول ہیں مگر ہمارے حضرت کی رباعیاں
اونکے مقابل میں رکھکر دیکھی جائیں تو معلوم ہوا سرار غیب انکی رباعیوں
میں کہیں زیادہ ہیں آپ کی فارسی غزل میرزا عبدالقادر بیدل کے رنگ میں
ہوتی ہے مگر ایک ایک لفظ تصوف کے گلشن کا ایک خیابان ہوتا ہے آپکی
اردو شاعری کا تو کچھ بیان ہی نہیں آپ اردو کے موجد ہیں اور زمانہ میں
مشہور ہے کہ اردو زبان کے چار رکنوں میں سے ایک میرزا رفیع السودا ایک
میر تقی میر ایک میر سوز اور ایک آپ تھے آپ نے اردو کو چار چاند لگا دیئے
آپنے اردو کو فصاحت و بلاغت کے حسن و ادا سے آراستہ کر کے ایک ایسا
محبوب بنا دیا جسکے سامنے فارسی جیسے گل اندام معشوق کا رنگ مدہم پڑ گیا اور
اور محمد شاہ پیا اور شاہ عالم کی شاہانہ محفلوں میں اسکی رسائی ہونے لگی
چونکہ اردو کے ابھی الڑ پنے کے دن تھے اور اوسے دلربائی کے پورے
ناز و انداز نہ آئے تھے اسلئے کبھی کبھی فارسی سے یہ مات کھا جاتی اور کھسیانی

ہوکر اپنا منہ بنالیتی تو آپ فرماتے اے اردو گھبراتا نہیں تو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے خوب پھلے پھولیگی تو پروان چڑھے گی ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ قرآن حدیث تیری آغوش میں آکر آرام کرینگے بادشاہی قانون اور حکیموں کی طبابت تجھ میں آجائے گی اور تو سارے ہندوستان کی زبان مانی جائے گی میرزا رفیع السودا کی بڑی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ وہ بڑے ہجاجی تھے ہجو ایسی کہتے تھے کہ گورکے مردہ اکھیڑ کر اپنے قصیدوں میں بھر دیتے تھے اور گالیوں اور فحش کلامی کو خوب نباہتے تھے میر صاحب قبلہ فصیح ضرور تھے مگر انداز شاعری معمولی تھا میر سوز صاحب فکر سخن میں اپنا کلیجہ جلاتے تھے مگر کلام میں جتنی گرمی ہے وہ عیاں ہے اردو کے سچے مسیحا خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے اور تصوف کی جان آپ نے ہی اس میں ڈالی ہے کیا آپ کے ہمعصر میرزا جانجاناں مظہر وغیرہ حضرات نہ تھے اور وہ اپنی شاعری میں تصوف کے جوہر نہ چمکاتے تھے مگر اس زمانہ میں اس عہد تک سب ارباب کمال نے یہی رائے ظاہر کی ہے کہ خواجہ میر درد جیسا تصوف اردو شاعری میں آجتک کسی سے ادا نہ ہوا جس طرح راگ کی محفل آپ کے ہاں بڑی دھوم دہام سے ہوتی تھی اسیطرح مشاعرہ آپ کی بارہ دری میں طرفہ شان وشکوہ سے ہوتے تھے میرزا رفیع اسودا اور میر تقی میر اور میر سوز وغیرہ اوستاد بارہ دری میں آتے اور بڑے ادب کے سات خواجہ صاحب کے سامنے غزل پڑھتے جب مشاعرہ ختم ہوجاتا اور آپ یہ تینوں باکمال اور لایق لایق شاگرد رہجاتے تو اردو زبان کی درستی اور اصلاح کے دفتر کھولے جاتے اور مشورہ ہوتا کہ کون کون سے لفظ ترک کیے جائیں کیا کیا الفاظ اور فارسی وعربی کی ترکیبیں اردو میں داخل کی جائیں جب یہ مسائل طے ہولیتے تو یہ حضرات رخصت ہوتے اور آیندہ اشعار کی تصنیف کے وقت اونکا لحاظ

کیا جاتا کبھی مہینہ میں دو دو مشاعرے بارہ دری میں ہو جاتے ورنہ کم سے کم ہر مہینہ ایک مشاعرہ تو ضرور ہی ہوتا اور ہر مشاعرہ کے ساتھ زبان کی تراش خراش اور اصلاح و تربیت کی چھیڑ چھاڑیں یہ حضرات ضرور کر لیتے جب برسوں کی جانفشانی سے اردو بنی اور قبولیت کے آثار اسمیں پیدا ہوئے۔ میرے بھائیو یہ اونھیں حضرات اور خاصکر خواجہ میر درد صاحب کی دردمندی اور جاں سوزی کا اثر ہے جو آج اردو ہمیں اور تمھیں دلہن کی طرح سجی بنی دکھائی دے رہی ہے چونکہ باطنی مشاغل بہت رہتے تھے اس لئے ظاہریات کی طرف بہت کم توجہ تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کا دیوان اردو بہت چھوٹا ہے مگر اسی مختصر میں معرفت اور حقیقت کے گنج مطول درمطول بھرے پڑے ہیں آپ کا کلام درد اثر میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے جب آپ کی کوئی غزل کسی محفل میں گائی بجائی جاتی ہے تو یہ ناممکن ہے کہ دل میں اثر نہ پیدا کرے اور درد سے آدمی بیقرار نہ ہو جائے آپ کا کلام ہر شخص کی زبان پر ہے اسلئے یہاں کچھ اوسکے لکھنے کی حاجت نہیں ہے اس فن میں آپ کے ہزاروں شاگرد تھے مگر میں نے یہاں چند شاگردوں کے نام اور انکا نمونہ کلام لکھے دیتا ہوں۔

میر حسن دہلوی

میر حسن نام حسن تخلص میر غلام حسین ضاحک کے روشن چراغ ہیں آپ کا مذہب شیعہ تھا آپکو بچپن سے شاعری کا شوق تھا پندرہ برس کی عمر تھی کہ خواجہ میر درد صاحب کے شاگرد ہو گئے اور رات دن آپ کی صحبت میں رہکر فیض اوٹھانے لگے لوگوں نے ان کے والد کو یہ سوجھائی کہ خواجہ صاحب حنفی اور فقیر کامل ہیں ایسا نہ ہو آپ کا بچہ انکی صحبت میں اپنا مذہب بدل لے اوسے بارہ دری میں جانے

آنے سے رک گئے مگر میر ضاحک صاحب نے سنی ان سنی کر دی اور میر حسن
صاحب آپ کے پاس بدستور حاضر ہوتے رہے اور جب تک باپ
کے سات شاہجہان آباد سے فیض آباد نہیں گئے آپ کی خدمت میں آنا
اور اصلاح نہیں ترک کی بزرگوں کی دعا اور صحبت کی برکت دیکھ لیجیے
کہ میر حسن کے گھرانہ میں میر انیس اور مونس انس جیسے کتنے گوہر بے بہا
پیدا ہوئے یہ میر حسن صاحب اور اونکی ذریات کا ہی فیض تھا جس نے
لکھنؤ جیسے پوربی شہر میں اردوئے معلے کا آفتاب چمکایا اور سارا اوده
شاعر بنگیا میر حسن کو کندن خواجہ میر درد صاحب نے ہی بنایا مثنوی سحر البیان
میں جا بجا خواجہ صاحب نے اصلاح دی ہے اور اسی وجہ سے وہ
بدر منیر اور بے نظیر ہے میر حسن کا دیوان اردو میں نے قلمی دیکھا ہے
سبحان اللہ بالکل موتی پروئے ہیں اور اب وہ نولکشور کے مطبع میں
چھپ بھی گیا ہے نمونہ کے طور پر آپ کے چند شعر یہاں لکھے دیتا ہوں۔

دامن صحرا سے اوٹھنے کو حسن کا جی نہیں — نمونہ — پاؤں دیوانے نے پھیلائے بیاباں دیکھکر
دروازہ گو کھلا ہے اجابت کا پر حسن — دیگر — ہم کس کس آرزو کو خدا سے طلب کریں
کہتا ہے کہ تجھسے میں ہی نباہتا ہوں — دیگر — تو ہی کہیں ہو سچا میں یہی چاہتا ہوں
پڑی رات داد و ستد کچھ عجب — دیگر قطعہ — جو بوسہ کو اوس شوخ سے جا لڑے
لگاتے ہی لب سے لب جی دیا — حسن اور لینے کے دینے پڑے
آ جا کہیں شتاب کہ مانند نقش پا — دیگر — تکتے ہیں تیری راہ سر راہ میں پڑے
کہا میں نے بھرتا ہوں دم آپ کا — دیگر — لگا کہنے صاحب کرم آپ کا
پڑے ہیں عشق میں بیمار دیکھئے کیا ہو — دیگر — بہت برا ہے یہ آزار دیکھئے کیا ہو

چنپا کلی کو دیکھ گئے ہات پاؤں پھول دیگر بلبلے کی جھوک سب میرا اوسان لیگئی
کیا ہنسے اب کوئی اور کیا رو سکے دیگر دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہو سکے

چھمّن لال

نام چھمّن تخلص دلّی کا رہنے والا اس کے بزرگ امیر الامرا نواب ضابطہ خاں بہادر کی سرکار میں معزز و محترم تھے علوم عربی و زبان عربی و فارسی خوب حاصل کی اور جب اسے شاعری کا شوق ہوا تو حضرت خواجہ میر درد صاحب کی شاگردی اختیار کی اور اپنی جودت طبع اور آپ کی فیض اصلاح سے نامور ہو گئے خوب شعر کہتے تھے صنایع بدایع کے اوستاد تھے اکثر غزلیں اور مقطعات ذو بحرین کہتے تھے ہجو ہلیح بھی انکا ستصہ تھا بعض قصاید میں صنعت توشیح خوب دکھائی ہے ہر مصرعہ سے سن ہجری پیدا ہوتے ہیں بہت سی غزلیں منقوط اور بہت سی غیر منقوط بھی انہوں نے لکھی ہیں اور صنعت قلب اور ترجیع کو بھی خوب ادا کیا ہے یہ وہی شخص ہیں جنہوں نے بہار دانش جیسی بڑی کتاب کو منظوم کر ڈالا ہے خواجہ صاحب کے فیضان صحبت نے انہیں فقیر بنا دیا تھا اور یہ ہمیشہ فقر و فاقہ کے سات اپنا وقت گزارتے تھے اور رانند کے تار بجایا کرتے تھے۔

نمونہ کلام

دل جو سپند عشق کی آتش سے جلگیا اک آہ کھینچتے ہی مرا دم نکل گیا
اشک ہوتے ہی تو لڈ اسقدر رسوا ہوا یہ تو لڑکا حضرت مجنوں کا بھی باوا ہوا

شاہ محمدی

نام بیدار تخلص خواجہ محمد ناصر صاحب کے مرید اور خواجہ میر درد صاحب صاحب کے شاگرد ہیں آپ کا مزار پر انوار سیپ کے بازار میں شہر آگرہ کے اندر زیارتگاہ خواص و عام ہے فقیر فراق نے بھی

آگرہ حاضر ہو کر آپ کے مرقد منور کی خاک اپنی آنکھوں کو لگائی ہے
جس مکان میں آپ کا مزار ہے اوسکے دروازہ میں اب ایک تمباکو والے
کی دوکان ہے اہل حاجت روز آپ کی قبر پر حاضر ہوتے ہیں اور آپ کی
دعا سے کامیاب ہوتے ہیں سبب کے بازار میں جاکر ادنے اعلیٰ سے
پوچھا جائیگا کہ شاہ بیدار صاحب کا مزار کہاں ہے فوراً بتادے گا
کہ دیکھئے اس دوکان کے اندر سے اوسکا راستہ ہے میرے اوستاد
و مولانا سید پرورش علیصاحب سہسوانی جو سالہاسال آگرہ میں
رہی ہیں فرماتے تھے بیدار صاحب بدایوں شریف کے رہنے ولے تھے
اور آن کی ذرّیات میں سے بعض اشخاص آگرہ آکر ہر سال عرس
کیا کرتے تھے مگر اب عرصہ سے کوئی صاحب بدایوں سے عرس کے موقع پر
نہیں آئے ہیں۔ شاہ بیدار صاحب کی کرامات آگرہ میں بہت مشہور ہیں
انہیں کو خواجہ محمد ناصر صاحب نے اپنی نالہ عندلیب میں بیدار بخت
لکھا ہے اور آپ کی فارسی رباعیاں بھی نالہ عندلیب کے ہیں ارقام
فرمائی ہیں اردو کلام بطور نمونہ کے یہاں لکھے دیتا ہوں، خواجہ
بیدار صاحب خواجہ محمد ناصر صاحب کے ایماء سے حضرت مولانا فخر جہاں کے
غلاموں میں شامل ہو گئے تھے۔

نمونہ

صبا تیری گلی میں اسلئے ہر صبح آتی ہے — کہ تیری بو سے جا گلشن میں پھولوں کو بساتی ہے
جانیں مشتاقوں کی لب پر آتیاں — دیگر — بل بے ظالم تیری بے پروائیاں
ہم تری خاطر نازک سے حذر کرتے ہیں — دیگر — ورنہ یہ نالہ تو پتھر میں اثر کرتے ہیں
خواب میں ایک بھی شب یاد نہ آیا بیدار — دیگر — اس تمنا میں کئی دن ہوئے سوتے سوتے

بیدار کیونکہ آتش دل اشک سے بجھے دیگر ظاہر کی آگ ہوئے تو پانی بجھا سکے
جام ومینائے می ومطرب وساقی ہمراہ دیگر اس سرانجام سے بیدار کہاں جاتا ہے

شیخ محمد قیام

قیام تخلص چاند پور کے رہنے والے تھے مگر بچپن سے دلی میں رہے اور قایم تخلص کیا کمال شاعری خواجہ صاحب سے حاصل کیا جو اون کے دیوان دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے بادشاہی سلح خانہ کے داروغہ تھے ۱۲۱۰ھ ہجری میں فوت ہوئے۔

نمونہ کلام

قسمت کو دیکھہ ٹوٹی ہے جاکر کہاں کمند کچھہ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہگیا
غیر سے ملنا تمہارا سنکے گو ہم چپ رہے دیگر پر سنا ہوگا کہ تمکو اک جہاں نے کیا کہا
کوچہ گردی دل مجنوں نے مرے کی ایجاد دیگر سنتدل جانکے ڈھب بادیہ پیمائی کا
ٹوٹا جو کعبہ کونسی یہ جائے غم ہے شیخ دیگر کچھہ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا
ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر دیگر روٹھا تھا آپ تجھسے پر اور آپ منگیا
طوفان گریہ کی ہیں مری حد عمر نوح دیگر دریا نہیں کہ آج چڑھا کل اوتر گیا
مے کی توبہ کو تو مدت ہوئی قایم لیکن دیگر بے طلب ابھی جو ملجائے تو انکار نہیں

حکیم ثناء اللہ خان

فراق تخلص خواجہ میر درد صاحب قدس سرہ العزیز سے محمدی طریقہ مجاہدہ کے سات حاصل کیا اور علوم وفنون ظاہری بھی آپ سے سیکھے طبیعت موزوں تھی اسلئے حضرت کی اصلاح نے انکے کلام کے سات سونے میں سہاگہ کا کام کیا دہلی کے باشندہ تھے۔

یہ غم ہے ساغر و مینا مجھے کہ میرے بعد ذرا بھی تمکو نہیں کوئی منہ لگانے کا
اونگلیاں گھس گئیں پر ہاتھو نکو ملتے ملتے لیکن افسوس نوشتہ نہ مٹا قسمت کا

سمجھے تھے دام زلف سیہ ہے بلائے جان — پر کیا کریں کہ لگ گئی تقدیر کھینچ کر
دامن تلک گیا تھا کہیں اوسکے دست وہم — اللہ رے نازکی وہیں چولی مسک گئی

لطیف علی نام لطیف تخلص خواجہ صاحب کے مرید اور شاگرد تھے اسلئے اپنے اشعار بھی جواہر سے مرصع کیا کرتے تھے

نمونہ کلام

روتے ہیں شیخ و برہمن بھی لگے ہاتھوں — گبر نکلا نہ یہ کافر نہ مسلماں نکلا
رہتا ہے درد روز دل ناتوان ہیں — کیونکر اثر نہوئے ہماری زبانمیں
دامن کشیدہ جاتے ہو میرے غبار سے — تقصیر ایسی کیا ہوئی اس خاکسار سے

میرزا اسمعیل نام طپش تخلص انکے باپ کا نام میرزا جان اور دادا کا نام یوسف بیگ تھا۔ سنا ہے یہ سید جلال بخاری کی اولاد میں تھے اور یوسف بیگ بخارا سے دلّی آئے تھے میاں طپش دلّی میں پیدا ہوئے اور خواجہ میر درد صاحب کی صحبت میں عالم فاضل بنگئے سنسکرت میں بھی انھیں دستگاہ تھی ایک کتاب شمس البیان اور ایک مثنوی بہار دانش نام انکی تصنیف سے ہیں میرزا جہاندار شاہ کی فوج میں سردار تھے اصلاح سخن بھی خواجہ صاحب سے لی ہے۔

آتے تو ہو کہیں سے آخر ملے دلے تم — کیا ہوا اگر مرے بھی لگ جاؤ تم گلے سے
کس کی طرف سے آج طپش تجکو یاس ہے — سچ کہہ ہمارے سر کی قسم کیوں اداس ہے
تم تو کہتے ہو کہ دم کے بعد آجاتا ہوں میں — پر خدا جانے ہمیں دم کا بھروسہ کچھ نہیں

شیخ محمد بقائی بقا تخلص۔ حافظ لطف اللہ خوشنویس کے بیٹے تھے اکبرآباد میں پیدا ہوئے مگر نشوونما دلّی میں پائی

کچھ دنوں غمگین تخلص کیا مگر جب خواجہ میر درد صاحب کے شاگرد ہوئے تو بقا تخلص
اختیار کیا یہ وہی میاں بقا ہیں جنکے معرکہ میر تقی اور مرزا رفیع السودا سے
لکھنؤ میں گرم ہوئے انکے کمالات زیادہ دیکھنے ہوں تو اوستاد کی آبحیات
کو پڑھیے سنہ ۱۲۱۶ ہجری میں جب حجاز کا سفر کر رہے تھے جو ملک بقا کو
سدھار گئے۔

دست ناصح جو میری جیب کو اک بار لگا **وله**	پھاڑوں ایسا کہ پھر اوسمیں نہ رہے تار لگا
یار کو پہونچی خبر نالہ بیتابی کی	مدعی کون کھڑا تھا پس دیوار لگا
عشق میں بو ہے کبریائی کی **دیگر**	عاشقی جس نے کی خدائی کی
آہیں افلاک میں مل جاتی ہیں **دیگر**	مختیں خاک میں مل جاتی ہیں
دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں **دیگر**	اوسکا میں دیکھنے والا ہوں بقا واہ رے میں
ساقی کو پھر نوید بہار آئی باغ میں **دیگر**	سودے نے پھر خلل سا کیا ہے دماغ میں
کیا مجھے خط لکھنے کی حرکت ہات سے گم ہے **دیگر**	خامہ بھی میرے ہات میں انگشت ششم ہے

محمد پناہ خاں

نام حکیم تخلص۔ دلی کے رہنے والے اور خواجہ
میر درد صاحب کے علم موسیقی اور شاعری میں نامی
شاگرد گزرے ہیں کچھ دنوں نثار تخلص کیا مگر جب طبابت کا پیشہ اختیار
کیا تو حکیم تخلص تجویز کر لیا۔

نمونہ کلام

پوچھتے کیا ہو حکیم جگر افگار کا گھر	ایک تکیہ سا ہے اوس شوخ کی دیوار کے پاس

لالہ مکند لال

حضور تخلص۔ لالہ چھنم لال کے چھوٹے بھائی تھے
عربی صرف۔ نحو خوب جانتے تھے اور اردو فارسی
میں کامل استعداد رکھتے تھے۔ خواجہ صاحب کی صحبت میں مسلمان ہو گئے تھے

مگر بظاہر سند دانی وضع ہی رکھتے تھے، گیارہویں شریف بڑے تجمل کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

نمونہ کلام

یہ جو چشم پر آب ہیں دونوں ایک خانہ خراب ہیں دونوں

واں رشتۂ محبت معشوق توڑتے ہیں دیگر یہاں بیٹھے بیٹھے لگے ہم ٹکڑے جوڑتے ہیں

جفا کو تم وفا سمجھے ستم کو ہم کرم سمجھے دیگر اودھر کچھ دلیں تم سمجھے اودھر کچھ دلیں ہم سمجھے

میرزا محمد جان

ساقی تخلص۔ ان کے بڑے دشت قبچاق کے رہنے والے تھے مغلیہ سلطنت کے عروج میں اپنا وطن چھوڑ کر دلی آ گئے تھے اور بادشاہی خدمتوں پر سرفراز تھے ساقی صاحب نے جام شہود خواجہ میر درد صاحب کے ہات سے پیا اور آپ کے مرید ہو گئے چونکہ خواجہ صاحب کی صحبت شاعری کے فن کے لیے مسیحا تھی اسلئے بارہ دری میں پہونچکر مری سے مری طبیعت آپ کے فیضان سے جی اٹھتی تھی اور یہ ساقی تو شاعری کے لئے خداداد مناسبت لائے تھے اسلئے خواجہ صاحب کے شاگردوں میں یہ ایک نام اور عالی رتبہ شخص ہوئے۔ چونکہ انکی اصل ترکستان کی ہے اسلئے فارسی میں انکا شعر بہت خوب و مرغوب ہوتا تھا۔ خرم خاں صوبہ دار کشمیر کی مدح میں اونھوں نے ایک قصیدہ فارسی میں اس صنعت کے ساتھ لکھا ہے کہ اوسکے ہر مصرعہ سے دو تاریخیں نکلتی ہیں۔ خواجہ میر درد صاحب کی صفت و مناقبت میں انہوں نے ترجیع بند ترکیب بند اور رباعیاں بہت لکھی ہیں۔ شاہ عالم بادشاہ نے انکی طبیعت کا زور دیکھکر حکم دیا تھا کہ فردوسی طوسی کے انداز پر چار یار کی خلافت کے احوال نظم کریں اور ساقی نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل بھی شروع کر دی تھی مگران کے شیشۂ حیات کو

موت کی ٹھیس نے چور چور کر دیا اور وہ کام آدھے پیمانہ پر رہ گیا۔

نمونہ کلام

افسوس کہ اغیار ہوئے یار تمہارے
غماز بنے محرم اسرار تمہارے

مرغان قفس دن کو تڑپتے ہیں و لیکن
دن رات تڑپتے ہیں گرفتار تمہارے

ہم گھر میں تمہارے کہو کس راہ سے پہنچیں
دشمن ہیں ہمارے در و دیوار تمہارے

لالہ نراین داس

بیخود تخلص۔ دلی کے مہاجنوں میں سے ایک موزون طبع شخص تھے شاعری کے نشہ میں ذرا فرق بیخود رہتے تھے اور اصلاح خواجہ صاحب سے لیتے تھے۔

سرشک گرم سے میرے بہا سیلاب آتش کا
بنایا ہے الٰہی کیا دل بیتاب آتش کا

چمن میں آگ مچ رنگ گل نے دی مجھیں
نظر آتا ہے ہر اک گل میں گرداب آتش کا

میری آنکھوں سے دیکھے سیل اشک گرم کو کر
نہ دیکھا ہو کسو نے جو کبھو تالاب آتش کا

علی نقی نام

محشر تخلص۔ لکھنؤ کا رہنے والا بیس برس کا نوجوان حسین جمیل تھا اور اپنے وطن میں ایک شخص میرزا علی کو قتل کر کے دلی بھاگ آیا تھا اور خواجہ صاحب سے اصلاح شعر میں لیا کرتا تھا چونکہ جانباز تھا اسلئے اشعار میں قیامت کی شوخیاں بھر دیتا تھا دلی میں چند روز رہ کر لکھنؤ پہونچ گیا اور میرزا علی کے وارثوں نے اسے ہلاک کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔

نمونہ کلام

دور ہیں دو چشم کے گردوں کو آسایش نہیں
کس گھڑی کس دم نے فتنہ کی فرمایش نہیں

جاں منتظر ہے آنکھوں میں وقت رحیل ہے
جلدی پہنچ کہ تیری ہی آنے کی ڈھیل ہے

شاہ عبدالقادر صاحب بن شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

خواجہ میر درد صاحب کے ایک خاص شاگرد مولانا شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ہیں جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن میں جو سلاست اور فصاحت اور روانی ہے یہ خواجہ میر درد صاحب کی اصلاح کی برکت ہے آپ نے نظم کی اصلاح میر حسن صاحب دہلوی کو ایسی دی۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔ کہ میر صاحب موصوف نے سحرالبیان لکھ کر بتا دیا

کہ دیکھو دلی کی زبان اور اوسکی خوبیاں یہ ہیں اور اس سے اچھی مثنوی اردو میں تیار کرنی سخت دشوار ہے اور شاہ عبدالقادر صاحب کو اردو نثر لکھنی ایسی سکھائی کہ انہوں نے قرآن کا ترجمہ لکھ کر زمانہ کو دکھا دیا کہ اردو نری شاعری اور خیال بندی کی زبان نہیں ہے بلکہ اوستادوں سے سیکھی جائے تو اس میں قانون الٰہی کے بار اُٹھانے کی طاقت پیدا ہو سکتی ہے اگرچہ اس عہد میں قرآن شریف کے متعدد ترجمہ اردو میں کئے گئے ہیں مگر شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ سے ایک ترجمہ بھی لگا نہیں کھاتا بقول شخصے ؎

لگائی شیخ نے ڈاڑھی اگرچہ سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

اس فن زبان دانی کے علاوہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف اور سلوک بھی حضرت خواجہ میر درد صاحب قدس سرہ العزیز سے سیکھا ہے مگر شاہ صاحب نے اس سے پہلے باطنی طریقہ کے حاصل کرنے کے لئے شیخ عبدالاول صاحب قریشی نقشبندی کی بھی صحبت اختیار کی تھی اور شیخ عبدالاول صاحب نے خواجہ میر محمد ناصر صاحب رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کیا تھا۔

جزء ۱۷

خواجہ میر دردؒ کا اپنی وفات کی بابتہ مکاشفہ

آپ کو اپنی وفات سے بیس برس پہلے عالم بالا سے یہ مژدہ پہونچا کہ ہم تمکو آج تین خوشخبریاں دیتے ہیں ایک یہ کہ آپ کی موت لاعلمی سے نہ ہوگی بلکہ مرنے سے پہلے آپ کو اوسکے وقت سے آگاہ کیا جائیگا۔ چنانچہ ۱۱۹۹ھ ہجری میں الہام نے آپ سے کہا کہ بس اب کوچ کا وقت آگیا دنیا سے چلنے کی تیاری کیجیئے اسی سال شعبان کی ۲۴ ویں کو آپ رفیق اعلی سے جا ملیں گے۔ آپ کو الہام اور مکاشفہ پر یقین کامل ہوتا تھا اسواسطے آپ نے اوسکا اظہار زبانی بھی بہت دلیری سے فرمایا اور شمع محفل میں ارقام بھی فرمادیا از تقدیرات الٰہی حسن اتفاق اختتام مسودات ایں ختم التصانیف در یک ہزار ویکصد ونود ونہ ہجری در ہمیں شہر صفر کہ سال ارتحال ایں عاصی پر معاصی فقیر خواجہ میر محمدی المتخلص بہ درد غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ رونمود فللہ الحمد اولاً و آخراً و رجوعی الیہ باطناً و ظاہراً وھو الحاضر الناظر وھو الرفیق الاعلی وھو الناصر۔

اس پر درد خبر نے آپ کے یاروں اور عزیزوں کے دلوں کو پاش پاش کر دیا اور سب نے آپ کے فراق اور جدائی کے تصور میں گریبان چاک کر ڈالے۔ خواجہ صاحب نے سب کو تسلی دیکر فرمایا تم لوگ ناحق روتے دھوتے ہو۔ درد لازوال شے ہے جب تک دل باقی رہیں گے درد باقی رہیگا اور اگر کسی وقت درد رفع ہو جائے تو کیا ہے اوسکا اثر رہتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس بات کو اپنی شعر میں برسوں پہلے تمہیں جتا دیا تھا۔ درد ہم جاتے ہیں پر چھوڑے اثر جاتے ہیں۔

برادر عزیز ظہور الناصر معروف بہ میر اثر محمدی کمالات میں کسی طرح مجھ سے کم نہیں ہیں وہ میرے سجادہ پر بیٹھینگے اور اونکے بعد درد کا لخت جگر الم (یہ آپکے صاحبزادہ کا تخلص ہے) تمہاری دردمندی کے لئے حاضر ہے۔ الغرض آپ کی پیشین گوئی آپکے حق میں پوری ہوئی اور آپ نے صفر کی ۲۴ ویں ۱۱۹۹ھ صبح صادق کے قریب ۶۸ برس کی عمر میں عالم قدس کی طرف رحلت فرمائی اور آپ کی وصیت کے بموجب خواجہ محمد ناصر صاحب قدس سرہ العزیز کے دہنے پہلو میں آپ کو دفن کیا اور آپ کی وفات کی تاریخیں اور آپ کے دردفراق میں مرثیہ اور نوحہ بہت مریدوں نے لکھے ہیں مگر اس مختصر میں اونکی گنجائش نہیں۔ آپ کی لوح مزار پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

نور الناصر اول المحمدیین المتخلص بہ درد تحیات اللہ علیہ وعلے والدیہ وعلی من توسل الیہ ولادت نوزدہم ذیقعد ۱۱۳۳ھ روز سہ شنبہ عمر شریف ۶۸ سال رحلت ۲۴ صفر ۱۱۹۹ھ یوم جمعہ قبل صبح صادق

رباعی

خورشید ضمیر خواجہ میر درد ست　　ہم بدر منیر خواجہ میر درد ست
ہم میر و فقیر خواجہ میر درد ست　　ہم مرشد و پیر خواجہ میر درد ست

آپکے عہد زندگی میں محمد شاہ عالمگیر ثانی کا دور سلطنت ختم ہوا اور شاہ عالم کے وقت میں آپ نے وفات پائی آپ کے ہمعصر میرزا جان جاناں مظہر میر عبد الحی تاباں۔ سودا۔ میر تقی۔ میر سوز فغان شاہ ولی اللہ صاحب مولانا فخر جہاں حضرت فخر الدین صاحب چشتی نظامی۔ بھولو شاہ صاحب مجذوب قادری وغیرہ

باکمال حضرات تھے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضرت شاہ افاق صاحب نے بھی آپ کی صحبت اوٹھائی اور فیضیاب ہوئے۔

خواجہ میر درد صاحب کی تصانیف

دیوانِ درد اُردو۔ دیوانِ درد فارسی۔ رسالہ اسرار الصلوۃ۔ رسالہ حرمت غنا۔ وارداتِ درد۔ علم الکتاب۔ آہ سرد۔ نالہ درد۔ درد دل، شمع محفل۔ سوز دل۔ واقعاتِ درد۔ سوز دل اور واقعات درد کا فقط نام ہمنے اپنے بزرگوں سے سنا یا تذکروں میں لکھا دیکھا زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ یہ رسایل غدر میں تلف ہوگئے اور اب تک نہیں ملے۔

خواجہ میر درد صاحب کی اولاد

فرزند نرینہ صرف ایک جنکا نام خواجہ صاحب میر اور لقب ضیاء الناصر اور الم تخلص تھا اور دو صاحبزادیاں۔ ایک براتی بیگم صاحبہ اور دوسری زینت النساء بیگم صاحبہ۔ ان حضرات کا حال آگے موقع موقع سے آئیگا۔

ساتواں جام

مظہر کمالات محمدی حضرت خواجہ ظہور الناصر سید میر اثر صاحب ابن خواجہ محمد ناصر صاحب قدس سرہما

آپ خواجہ محمد ناصر صاحب کے سب سے چھوٹے فرزند اور خواجہ میر درد صاحب کے حقیقی بھائی اور خواجہ میر درد صاحب کے مرید اور خلیفہ ہیں اور آپ علمی کمالات اور باطنی اوصاف میں بڑے بھائی سے کچھ کم نہیں ہیں آپ نے علوم ظاہری اپنے والد ماجد اور حضرت درد سے تحصیل کیے مگر برلے چندے مولوی خواجہ احمد خانصاحب سے بھی درس لیا تھا۔ بیعت آپ کو اپنے بڑے بھائی خواجہ میر درد صاحب سے تھی جس طرح گل پر بلبل اور شمع پر پروانہ جان دیتا ہے خواجہ میر اثر صاحب حضرت درد پر اپنی جان قربان کرتے تھے اور خواجہ میر درد صاحب کی وصیت کے بموجب اون کی وفات کے بعد آپ ہی اونکی جگہ سجادہ نشین ہوئے اور آپ کی ذات والاصفات سے طریقہ محمدیہ کا فیض جس طرح خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب کے عہد میں جاری تھا اسی طرح آپکے مبارک زمانہ میں بھی جاری رہا بلکہ رونق وزینت کچھ زیادہ ہوئی۔ خواجہ میر درد صاحب نے اپنے والد ماجد کی وفات کی یادگار میں ہر مہینہ کی دوسری کو ایک محفل سماع کی قایم کی تھی خواجہ میر اثر صاحب نے خواجہ میر درد صاحب کی رحلت کی یادگار میں ہر مہینہ کی ۲۴ ویں جس کو آپنے انتقال فرمایا تھا ایک محفل قائم کی اور آپ کے زمانہ میں دوسری اور چوبیسویں کو دو محفلیں۔ دوسری اور چوبیسویں

اس دھوم اور شان و شوکت کے سات ہونے لگیں کہ اونکی مثال دہلی جیسے شہر میں نہ پائی جاتی تھی خواجہ میر اثر صاحب کو علم موسیقی میں بھی خواجہ میر درد صاحب کے مانند کامل مداخلت تھی بے بلائے اور بے اجرت نہایت اعتقاد کے سات اس فن کے اہل کمال بارہ دری میں آیا کرتے تھے اور اہل شوق دوسری اور چوبیسویں کے لئے دن گنا کرتے تھے گل و گلشن کے لحاظ سے خواجہ محمد ناصر صاحب نے عندلیب اور خواجہ میر درد صاحب نے درد تخلص کیا اور درد کے تعلق سے حضرت ظہور الناصر صاحب نے اپنا تخلص اثر رکھا حضرت اثر با کمال شاعر تھے اور اور اردو فارسی میں آپ کا کلام نہایت فصیح و بلیغ ہوتا تھا ایک مثنوی اردو زبان میں خواب و خیال نام تین ہزار شعر کی عجیب و غریب انداز میں لکھی ہے اگر اوسکے چند محاوروں سے قطع نظر کی جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے میرزا داغ نے آج چودویں صدی میں لکھی ہے۔ سراسر تصوف سے لبریز ہے اور صوفی تو اوس پر جان دیتے ہیں۔[۵۱] آپکا اردو دیوان خواجہ میر درد صاحب کے اردو دیوان کے برابر ہے مگر درد و اور اثر اوس میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے تیمناً و تبرکاً آپ کا نمونہ کلام یہاں لکھتا ہوں۔

نمونہ

دیکھیں گے اوسکی سنگدلی کو ہم اے اثر	گر کوئی نالہ ہم سے سرانجام ہو گیا

---

۵۱ حاشیہ۔ حکیم نواب میرزا شوق لکھنوی کی مثنوی بہار عشق جو اس قدر پر تاثیر اور ضلع جگت کے جنجال سے پاک ہے اس میں حکیم صاحب نے چالیس پینتالیس شعر اسی مثنوی خواب و خیال کے اوڑا کر اور مسخ کر کے داخل فرما لئے ہیں اور یہ سمجھے کہ کبھی اس راز کا انکشاف نہ ہوگا مگر خدا نے بھانڈا پھوڑ دیا۔ ملاحظہ فرمائیے مقدمہ شعر و شاعری حالی مطبوعہ انوار المطابع لکھنؤ صفحہ ۱۹۳۔ ناصر نذیر فراق۔

اوس سنگدل کے دلمیں تو نالے نے جا نکے — دیگر — کیا فائدہ جو اور کے جی میں اثر کیا

مر تو چلے کہاں تلک اب گزر کریں — دیگر — یا ہم نہیں اس آہ میں یا آسماں نہیں

بالفرض ایک دو دن لیت و لعل میں کاٹئے — دیگر — انصاف کیجیے آخر گزر بھی ہوں کہاں تک

کب کب آتا ہے اثر کیوں مجھ تنگ آتا ہے — دیگر — آنکلتا ہے کبھو جی سے جو تنگ آتا ہے

اثر ہے جو پڑی ہی چھڑی بات میں — دیگر — نشانی یہی زلف پر خم کی ہے

مثنوی خواب و خیال کے چند اشعار

بعد حمد خدا و نعت رسول — کچھ کہے ہے یہ اب ظلوم و جہول

بے محابا کلام ہے یعنی — بیشتر ہیچ پوچ و بیمعنی

لغزش گفتگوئے مستانہ — ہمگی ہائے و ہوے دیوانہ

کچھ نہ قصہ نہ کچھ حکایت ہے — کچھ نہ شکوہ نہ کچھ شکایت ہے

بات ہے بے سرشتہ و بے اصل — ہجر کیدھر کا اور کہاں کا وصل

جلوہ پردازی جہان مثال

نام اسکا یہی ہے خواب و خیال

آپ نے صفر کی تاریخ ۱۲۰۹ھ ہجری میں انتقال فرمایا اور خواجہ میر درد صاحب کے پہلو میں مغرب کی طرف دفن ہوئے۔ خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب کے مزار پر جو کتبہ ہیں وہ آپ نے ہی کندہ کروا کر لگائے تھے اور خواجہ میر درد صاحب کے مرقد پاک کے پہلو میں اپنا سردابہ اپنے جیتے تیار کروا کر اوس سردابہ کے سرہانہ یہ کتبہ کندہ کروا کر نصب کروا دیا تھا۔

ازبسکہ غلام خواجہ میر یم اثر — زیرا قدام خواجہ میر یم اثر

از رحمت حق زندہ جاوید شوم — ہرگاہ بنام خواجہ میر یم اثر

اسی سبب سے کہ آپ کی زندگی کا یہ کتبہ ہے آپ کی تاریخ رحلت اوس میں مرقوم نہیں ہے آپ کے صرف ایک دختر تھی۔ علاوہ دیوان فارسی اور دیوان اردو اور مثنوی خواب وخیال کے اور کتابیں آپ کی تصنیف سے تھیں جو غدر میں ہمارے گھر سے تلف ہوئیں اور اب اونکا کہیں نام بھی سننے میں نہیں آتا۔ میں ایک ترکیب بند خواجہ میر اثر صاحب کا یہاں نقل کرتا ہوں جسے پڑھکر ناظرین خیال فرمائینگے کہ باوجود اس امر کے کہ خواجہ میر اثر صاحب خواجہ محمد ناصر صاحب کے لخت جگر ہیں اور خواجہ میر درد صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں مگر بیعت کی وجہ سے اپنے بڑے بھائی کا کسقدر لحاظ فرماتے ہیں اور کسقدر اونکی تعریف کرتے ہیں سوائے نسبت پیر و مریدی کے عزیزداری کا کوئی تعلق خواجہ میر درد صاحب کے سات ظاہر نہیں کرتے ہیں اور جبتک آدمی خواجہ میر اثر صاحب کی طرح فنافی الشیخ نہیں ہوتا اوسے عرفان الہی حاصل نہیں ہوتا۔

ترکیب بند

بسکہ بنواخت آں جناب مرا ۔۔۔ بندۂ درد شد خطاب مرا

دل صد پارہ در بغل دارم ۔۔۔ باشد از بر ہمیں کتاب مرا

نالۂ عندلیب و نالۂ درد ۔۔۔ می نمایند فتح باب مرا

در مندم غلام حضرت درد ۔۔۔ نبود میل خورد و خواب مرا

گریہ جاں گداز من چو شمع ۔۔۔ ہمگی داده آب و تاب مرا

زیں گناہان بیحساب و شمار ۔۔۔ نہ فتد کار با حساب مرا

بہتر از جام جم ز دوست درد ۔۔۔ باشد ایں دیدۂ پر آب مرا

ہست سرشار درد مے دوم ۔۔۔ ہست خون جگر شراب مرا

چون نمک خوار حضرت دردم | دل بریان بود کباب مرا
تحت اقدام ملجا و ماوے | تا درش مرجع و مآب مرا

منکه از جان فدائے نام پیر خودم
خاک اقدام خواجہ میر خودم

هستم از جان و دل غلام او | درّة دل فدائے نام او
هر صباح و مسا کنند ادا | جن و انس و ملک سلام او
نتوان کرد شرح مرتبه اش | برتر از فهم ما مقام او
حضرت جامع جمال و کمال | قرعه از فال زد نبیا م او
ساقی کوثر از شراب طهور | همه لبریز کرده جام او
کته علم از مرو شن از سخنش | مرشد مرشدان کلام او
دین و ایمان و آسمان و زمین | همه قایم شد از قیام او
هست آزاد و واقعی بجهان | هر که گردید اسیر دام او
ناصر ما امام ما همه اوست | حضرت ناصر است امام او
ارد جان ست و حرز ایمانست | نام با عز و احترام او

پیر من خواجہ میر درد بود
پیر ما اوست هر که مرد بود

بسکه جانم بود فدائے درد | کرده آید همه بجائے درد
هر که بیند مرا به درد آید | هستیم هست رونمائے درد
قلب و قالب تصدق نامش | جان و تن گشته آشنائے درد
بندهٔ دردم و غلام درش | گرد نعلین و خاکپائے درد
نسبت قرب خاص کرده عطا | نتوان کرد تا بنائے درد

بسکہ نور مجرد ست ولطیف — قوۃ روحی بود غذائے درد
در جہاں در نظر نمے آرد — فخر شاہاں بود گدائے درد
دل وجانم بدرد آمدہ است — گشت ام خلق از برائے درد
مشت از خشک استخواں دارم — گر قدیم کنو ہمائے درد
بسکہ زو یافتم فنائے قلب — خود دل من بود بجائے درد

دل من درد جان من دردست
من زدرد دوا ازاں من دردست

ہم دوا ہم شفائے من دردست — ہر چہ ہست از برائے من دردست
کردہ رفع محب زپیش نظر — مرشد رہنمائے من دردست
غم دنیا میاں دل نگذاشت — مونس وغمزدائے من دردست
نفذ عقدہ بکار دلم — ہمہ مشکلکشائے من دردست
سر نیارم بزیر افسر و تاج — ظل بال ہمائے من دردست
در ہوایش پرم بجان و دل — کاہم وکہربائے من دردست
نالہ درد و آہ سرد کشم — ہادی وپیشوائے من دردست
می سپارم باد سفینہ دل — بخدا ناخدائے من دردست
دل وہ و دلنواز و مونس دل — دلبر و دلربائے من دردست
دردمندم سخن زدرد کنم — حاصل مدعائے من دردست

دردلم درد بر زبانم درد
دین وایمان وجسم وجانم درد

سخن درد بر زباں دارم — شمع ساں گرمی بیاں دارم
سربسر درگرفت آتش دل — دل بیتاب شعلہ ساں دارم

نالہائے رسا بدولت درد — دل سزاوار امتحاں دارم
بسکہ خو گر شدہ بلذت درد — رو سوے ہشت آستاں دارم
ہست رشک ہزار فصل بہار — نو بہارے کہ در خزاں دارم
بیقرارم نمودہ سوزش عشق — برق آسا دل تپاں دارم
من ہمیں سال کنم زیارت او — نالہ و آہ ہمرہاں دارم
مرغ روحم بلند پرواز ست — بر در درد آشیاں دارم
پائے برتر نہم زاوج فلک — سر بریں خاک آستاں دارم
اثر درد عندلیب خودم — من گمنام ایں نشاں دارم

میر من درد پیر من درد ست
حضرت خواجہ میر من درد ست

مالکؑ جسم و جان من درد ست — ہمہ روح و روان من درد ست
باطن و ظاہر ست جلوہ گہش — در دل و بر زبان من درد ست
بیدلاں را جز او کہ می پرسد — بس فقط قدر دان من درد ست
درد مندم مفید و خورسندم — ایں لبندم ازان من درد ست
باشد از درد قدر و منزلتم — محک امتحان من درد ست
بیدلم ہستیم ز درد بود — ہمہ نام و نشان من درد ست
طپش دل ز درد منبہاست — جملہ تاب و توان من درد ست
ہست مقبول صاحبان قبول — دلبر دلبران من درد ست
نالہ و آہ اوست ہادی راہ — جرس کاروان من درد ست

بندہ خواجہ میر درد خودم
پیرو ان وحید فرد خودم

ذاتِ او اولِ محمدیان | ہادی و رہنمائے انس و جان
آیت اللہ عارف باللہ | کاشف کل حقایق و اعیان
صادق الوعد صادق الاقوال | واثق العہد واثق پیمان
عالم باعمل ولیِ خدا | مطمئن بالیقین و باایمان
ذوالکرامت محقق بیمثل | صاحب کشف و صاحب عرفان
راحت انس و جان و مونس دل | صاحب درد و جملہ را درمان
در طریق خلوص و عین خصوص | اہل حق راست حجت و برہان
ہادی خلق و رہنمائے ہمہ | ہست ذات مبارک ایشان
خالق انس و جان باو بخشید | چہ بلاغ مبین و حسن بیان
تا کجا گویمت نعوت و صفات | تا خبر سازمت ز نام و نشان

خواجہ میر محمدی دردست

دستگیر محمدی درد دست

اکنون آن بہ کہ در حضور ایم | زین شرف سر بآسمان سایم
اے جناب مقدس پیرم | دستگیر و امام و مولایم
بر درت بودہ در حیات و ممات | بچنین ادب زمین سایم
از تمامی وساوس و خطرات | پاک یکسو شدہ بیا سایم
جز تو حرف و حکایتے نکنم | بکسے حال جز تو ننمایم
سر و کارم بہ ہیچکس نبود | صرف قربان این سراپایم
لایق قرب خاص گرچہ نیم | کنف لطف ساختی جایم
قبلۂ کعبۂ بہ ہر دو جہان | بتو وابستہ دین و دنیایم

نور ناصر تو قبلہ گاہ منی

ہم بدنیا و دیں پناہ من

باؒثر دردی و نیز سیر	از توام شد زوال عین و اثر
جسم و جاں را فدائے در دکنم	ورنہ از ہستیم مرا چہ خبر
اے خداوند وہب تاج ولوا	رونق زیب و عرشہ و مجبر
باد ذاتت مدام در دو جہاں	بر سرایں غلام ظل گستر
بحضورت کنم زمیں سائی	خاک پائے تو بر سرم افسر
توی ابن الامام ناصر دیں	نائب و جانشین پیغمبر
شدہ ٔ با امام اشبہ تمام	نتواں کرد فرق ہمدیگر
من من گفت آں امام ترا	اے دل عندلیب و لخت جگر
سر بسر عین ناصری بیشک	چشم و گوش زبان و ہوش بصر
غیر تو در جہان کسے نبود	پدر و پیر را چنیں مظہر

پدر من توی و پیر توئی
ناصرم تو و خواجہ میر توئی

خواجہ میر اثر صاحب کے صرف ایک دختر بیگما جان تھیں جن کی شادی نواب سید اسد اللہ خان بن نواب سید جعفر علی خاں صاحب سے ہوئی ان کی قبر خواجہ میر درد صاحب کے گورستان میں ہے مگر صحیح معلوم نہیں کہ کونسی قبر ہے اور اون کے شوہر نواب سید اسد اللہ کی قبر عظیم آباد پٹنہ میں ہے اور اس خاندان سے یعنی نواب سید اسد اللہ خانصاحب اور خواجہ محمد ناصر صاحب کے خاندان سے سات رشتہ داریاں بیٹی دینے اور بیٹی لینے کی ہوئیں۔ زوجہ میر عبد القیوم صاحب (بن خواجہ احمد یار خان بن خواجہ مظفر بن نواب روشن الدولہ رستم جنگ) جنکا نام حسینی بیگم تھا اسی خاندان سے تھیں اور

یہی حسینی بیگم میر عبد الناصر صاحب کی والدہ تھیں اور میر عبد الناصر صاحب کے
چچا مولوی عبد الحی صاحب (بن احمد یار خاں بن خواجہ مظفر بن نواب روشن الدولہ
صاحب ممدوح) خواجہ میر درد صاحب کے داماد (براتی بیگم صاحب کے شوہر) ہیں اور
انھیں مولوی عبد الحی صاحب کی بہن خواجہ حسین علی خاں صاحب رئیس اعظم
پٹنہ کی ماں اور خواجہ کی زوجہ تھیں خواجہ حسین علی خانصاحب کی
والد ماجد بعہدہ دہلی سے عظیم آباد (پٹنہ) تشریف لیگئے تھے
اور وہاں آپ اور آپ کی اولاد در اولاد امیرانہ شان و شوکت کے ساتھ زندگی
بسر کرتے رہے چونکہ یہ رشتہ بھی انھیں سات رشتوں میں سے خواجہ میر درد
صاحب کے سمدھیانہ کا ہے اسلئے میں خواجہ حسین علیخانصاحب کی اولاد کا چھوٹا
سا شجرہ لکھے دیتا ہوں:-

خواجہ حسین علیخاں
خواجہ حسن جان
خواجہ سلطان جان
خواجہ میرن جان
خواجہ وحید جان
خواجہ محمد جان
خواجہ حکیم جان
خواجہ محمد نور جان
مستقیم جان
خواجہ صدر جان
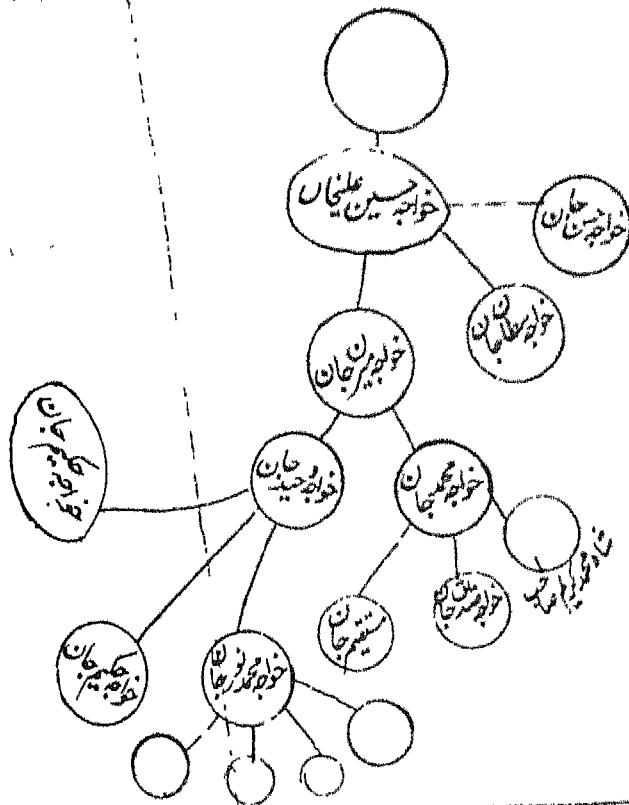
میرے والد ماجد نے خواجہ حسن جان خواجہ سلطان جان خواجہ میرن جان اور
اون کے صاحبزادہ خواجہ وحید جان صاحب کو غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے دیکھا ہے اور
خواجہ وحید جان صاحب سے ایک ملاقات آپ سے کے بعد غدر بھی بمقام علی گڑھ ہوئی
والد ماجد فرماتے تھے کہ خواجہ حسن جان صاحب اور خواجہ میرن جان صاحب مجھے اپنا نمن ماد فرمایا کرتے تھے اور اونکے بھائیوں کی داد و دہش اور
سخاوت کا تذکرہ فرماتے تھے تو معلوم ہوتا تھا یہ سب حضرات اپنے وقت کے نواب
آصف الدولہ اور حاتم طائی تھے ان کی سکونت عظیم آباد پٹنہ میں تھی۔ اور
وہیں کی خاک میں یہ سب آسودہ ہیں اب اس خاندان کی یادگار مخدومی محترمی
خواجہ محمد نور جان صاحب ہیں جو وکالت کا پیشہ کرتے ہیں اور علوم و فنون
انگریزی میں یکتا ہیں آپ کا اعزاز بھی اس سرکار برطانیہ میں ویسا ہی ہے
جیسا کہ ان کے بزرگوں کا منصب اور اقتدار شاہان مغلیہ کے دور میں تھا۔
خواجہ صاحب ممدوح کی سکونت شہر گیا میں ہے اور آپ کی شاندار کوٹھی گیا میں
قابل دید ہے۔ آپکی ذات بابرکات سے صوبہ بہار پر بہار ہے۔ ہر شخص کی مدد
اور اعانت آپ کرتے ہیں اور نیک نامی کے جواہر لوٹتے ہیں۔ از روئے رشتہ کے
خواجہ صاحب میرے ماموں ہوتے ہیں مگر چونکہ وہ امیر با توقیر کرسی نشین اور فقیر
راقم الحروف بوریہ نشین ہے اسلئے اس عاجز کو آپ سے گاہ گاہ نیاز حاصل ہوتا ہے۔

(حاشیہ) مولوی سید محبوب علی دہلوی بن سید مصاحب علیصاحب بن سید حسین علیجان بن سید روشن علیجان بن سید
عبدالرحیم بن سید فہیم الدین نقوی رضوی جو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگرد رشید ہیں اور جنہوں نے خواجہ صاحب
میرن خواجہ میر درد صاحب سے فقر کا فیض حاصل کیا ہے اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ سید فاضل خاں کے گھر میں اشرف النسا
بیگم بنت میر بالقوخاں سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں ایک مسماۃ نجیب النسا زوجہ میر محمدی دوسری عزیز النسا زوجہ میر
عبدالناصر (بن میر عبدالقیوم صاحب بن احمد یار خان بن خواجہ مظفر صاحب بن نواب روشن الدولہ) کی دادی جو
بہ سبب اپنے عم بزرگوار میر عبدالحی صاحب کی جاداد کے ناصری گنج ضلع آرہ میں رہنے لگے تھے انکا مزار اور سادات
خوافیہ کے مزار جو بزرگان جدی احمدی بیگم صاحبہ میں سے تھے بربلد مکے نالہ میں سید محمد بن احمد یار خاں قادری
کے مزار کے پاس واقع ہوئے ہیں اور نواب خاندوراں خاں کی زوجہ اور نواب خاندوراں خان شہید کے
بھائیوں کی مقابر جیسنگہ پورہ یعنی جنتر منتر کے قریب ایک باغ میں واقع ہوئی ہیں۔

آٹھواں جام

حضرت شمس المحمدین بدر العاشقین خواجہ سید ضیاء الناصر معروف بہ سید صاحب میر متخلص بہ الم قدس سرہ العزیز

آپ خواجہ میر درد صاحب کے فرزند دلبند ہیں اور الم آپ کا تخلص ہے آپ نے علوم و فنون اور خاندانی کمالات اپنے والد ماجد اور اپنے عم عالی گہر خواجہ میر اثر صاحب سے حاصل کئے ہیں اور بعد وفات اپنے چچا جان خواجہ میر اثر صاحب کے اپنے والد بزرگوار خواجہ میر درد صاحب کے سجادہ پر رونق افروز ہوئے بیس برس کی عمر میں خواجہ میر درد صاحب نے آپ کو کامل مکمل کرکے سیاحت کیوا سطے اشارہ فرمایا اور میر فتح علی نام ایک مرید با اعتبار کو انکے سات کیا۔ خواجہ ضیاء الناصر صاحب نے بارہ برس سیر و سفر میں گزارے اور بلاد اسلام اور جزائر اور تمام ہندوستان کو چل پھر کر دیکھا اور ہزاروں اولیاء اللہ درفقراسے ملاقات کی آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں چلتے چلتے ایک ایسے جزیرے میں پہنچا کہ وہاں سب انسان ننگے رہتے تھے ان ننگوں میں ایک سردار بھی تھا نہ میں ان لوگوں کی زبان سمجھتا تھا نہ وہ میری زبان سمجھتے تھے مجھے اور میر فتح علی کو وہ کپڑے پہنے ہوئے دیکھکر بہت متعجب ہوئے اور ہمیں انوکھی چیز سمجھکر اپنے سردار کے پاس لیگیا سردار بہت خلق کے ساتھ ہم سے ملا اور اشارہ کیا کہ ایک پرزہ اپنے کپڑوں میں سے مجھے دو میں نے اپنی چادر میں سے ایک ٹکڑہ اوسے دیا تو اوسنے اللہ آمین کرکے لیا اور تبرک سمجھکر اوسکا پھایا اپنے ماتھے پر لگایا ہمیں اوس

جزیرہ میں تین برس رہنے کا اتفاق ہوا اور ایک چادر بیچ کر اپنی ضروریات کا کام
چلایا۔ ایک بار چلتے چلتے آپ کو ایک جنگل میں رات ہو گئی جنگل اوجڑا اور ڈراونا تھا
میر فتح علی جو خادم ساتھ تھے وہ ایک بودے دل کے آدمی تھے اونھیں
ایسے موقعوں پر بہت ڈر لگتا تھا کہنے لگے حضور آج جانوں کی خیر نہیں معلوم
ہوتی کسی جھاڑی میں سے شیر یا ہاتھی نکل آئیگا اور لقمہ کر جائیگا حضرت
صاحب میر صاحب نے فرمایا اگر موت آن پہونچی ہے تو بچانے والا کون ہے۔
انھیں باتوں باتوں میں ترشح ہونے لگا اور آپ کو خیال ہوا کہ اگر کوئی امن
کی جگہ ملجائے تو وہاں بیٹھ رہیں۔ ناگہاں بجلی چمکی اور اس کی روشنی میں آپکو
چند قدم کے فاصلہ پر بستی کا ایک منڈھ نظر آیا۔ اسوقت وہ کھنڈلا محل اور
کمروں سے زیادہ عزیز ہو گیا اور آپ اوس میں تشریف لیگئے میر فتح علی
بھی منڈھ کے ایک کونے میں جا بیٹھے تھوڑی دیر کے بعد فتح علی کے کان میں
گھنگروں کی آواز اس طرح سے آئی کہ یہ گمان ہوتا تھا کہ کوئی تیسرا شخص میرے
اور حضرت صاحب میر کے بیچ میں بیٹھا ہوا ہے اور اپنے پاؤں کے گھنگرو
بجا رہا ہے مگر دکھائی کچھ نہ دیتا تھا۔ میر فتح علی صاحب کے دم پر بنگئی اور کہنے
لگے حضرت یہ کیسی آواز ہے آپ نے فرمایا بلا ہے اور تمہارے کھانے کا
قصد کر رہی ہے میر فتح علی سہم کر چپ ہو گئے یکایک برق چمکی اور تمام منڈھ
کے اندر دن سے زیادہ اوجالا ہو گیا اور آپ نے دیکھا کہ منڈھ کی دیوار میں
سے ایک بہت خوبصورت ہات جس میں مندوانی گہنے زیب دے رہے
ہیں نکلا ہوا ہے اور اوس پر ایک پیتل کا تھال دھرا ہے جس میں گرما گرم
حلوا بھرا ہوا ہے آپ نے اوس ہات سے وہ تھال لے لیا اور آپ نے
اور میر فتح علی نے جب میٹھا کھایا تو معلوم ہوا بہت خوش ذائقہ ہے صبح کیوقت

آپ وہاں سے چلدیئے اور میر فتح علی نے کہا حضور یہ رات کو منڈھ کی دیوار میں سے کس کا ہات نکلا تھا اور حلوہ کیسا تھا آپنے فرمایا وہ اوس ستی کی روحانیت کا ہات تھا جو اپنے خاوند کی محبت میں جلکر خاک ہو گئی تھی ہمیں تمہیں جو اوسنے اپنے گھر میں مہمان دیکھا تو ہماری دعوت کے واسطے موہن بھوگ لیکر حاضر ہوئی۔

ضلع آرہ ملک بنگال میں آپ اتفاقاً سر شام پہونچے قصبہ کے دروازہ پر سرکار کمپنی کی طرف سے کچھ پرمٹ کا انتظام تھا اس لئے چوکیداروں نے آپ کو اور میر فتح علی کو روکا اور کہا اپنی گٹھڑی بقچی کی تلاشی دو جب اندر جانا آپ نے فرمایا ہم لوگ فقیر ہیں ہمارے پاس کوئی محصولی شئے نہیں ہے مگر چوکیداروں نے آپ کو بہت تنگ کیا اور کہا جب تک تلاشی نہ دوگے قصبہ میں نہیں گھسنے دینگے آپ نے فرمایا اچھا نہ گھسنے دو فقیر جنگل میں ہی پڑ رہینگے کیونکہ درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست۔ چوکیداروں نے کہا آپ قصبہ میں جائیے یا نہ جائیے مگر تلاشی دیدیجیے آپ نے میر فتح علی کے کندھے پر سے گٹھڑی اوتار کر چوکیداروں کی طرف پھینکدی اور کہا دیکھو اور آپ قصبہ کے دروازہ کے باہر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے آپ کی آزردگی دیکھ کر دونوں چوکیدار ڈرے اور آپ کا سامان اوٹھا کر آپ کے پاس لائے اور کہا لیجیے یہ آپ کی چیز بست ہے ہم نے اسے کھول کر نہیں دیکھا اور ہمیں بے دیکھے یقین ہو گیا آپ کے پاس کوئی محصولی چیز نہ ہوگی اب آپ قصبہ میں چلے جائیے سردی کی تکلیف نہ اوٹھائیے آپ نے فرمایا اب تم تلاشی لو یا نہ لو ہمنے تو اپنا بستر پیڑ کے نیچے لگالیا چوکیدار چلے گئے اور رات کا گھپ اندھیرا زمین سے آسمان تک چھا گیا اور سردی نے

کشمیر کو یاد دلادیا میر فتح علی نے کہا حضرت یہ جنگل ٹھیرنے کا مقام نہیں ہے
آبادی میں چلکر کسی سرامیں آرام کیجیے آپ نے فرمایا میر صاحب اگر آپ کو تکلیف ہے
تو آبادی میں چلے جایئے میں تو آج یہیں رہونگا میر فتح علی چپ ہوگئے اور
عشاکی نماز پڑھکر بھوکے پیاسے دونوں صاحب اپنے اپنے بستر پر لیٹ گئے
خواجہ صاحب تو سوگئے مگر میر فتح علیصاحب کو نیند نہ آئی جنگل کی سائیں سائیں
سے اونکا زہرہ آب ہواجاتا تھا یہانتک کہ زمین نے اپنے محبوب خورشید کی
تلاش میں ٹپے ٹوئیاں مارتے مارتے رات کا آدھا رستہ طے کرلیا اور
عقد ثریا مشرق سے مغرب کی طرف مایل ہوا میر فتح علی نے دیکھا کہ جنگل میں
دور کے پلہ پر کچھ روشنی ہے اور اوسے نگاہ جماکر دیکھا تو معلوم ہوا روشنی
قریب ہوتی جاتی ہے میر فتح علی ڈرپوک تو تھے ہی اوس روشنی کو آسیب کا
خلل سمجھکر حضرت کو جگانے لگے آپ نے فرمایا میر فتح علی تم تو دو گھڑی
پڑنے بھی نہیں دیتے مجھے کیوں جھنجوڑ ڈالا میر فتح علی نے کہا حضرت للہ
مدد کیجیے دیکھیے وہ کیا ہے آپ نے آنکھ کھول کر چاروں طرف دیکھا اور آپکو
کچھ نظر نہ آیا میر فتح علی نے کہا دیکھیے وہ جو آگ بھڑک رہی ہے حضرت
نے فرمایا اچھا روشنی ہے تو اندیشہ کیا ہے میر فتح علی نے کہا کوئی بلا معلوم
ہوتی ہے کیونکہ ہماری طرف بڑھی چلی آتی ہے خواجہ صاحب میر نے
فرمایا بلا آئے گی اور تمہیں کھاجائیگی یہ فرماکر آپ پھر سوگئے اور آدھ گھنٹہ
میں وہ روشنی پاس آگئی اور میر فتح علی نے دیکھا کہ پرمٹ کے وہی دونوں
چوکیدار ہاتوں میں روشنی لئے آتے ہیں اونھیں پہچان کر میر صاحب کا
دل ٹھکانے ہوا جب بالکل پاس آگئے تو معلوم ہوا دونوں کے ہاتوں میں
دو پیالہ ہیں جن میں بنولے بھرے ہوئے ہیں اور تیل میں ڈوبے ہوئے ہیں

اور دھڑ دھڑ جل رہے ہیں دونوں چوکیداروں نے آتے ہی حضرت صاحب
میر صاحب کے قدموں پر اپنے اپنے سر رکھدئے اور زار زار رونے لگے آپ نے
فرمایا بات تو کہو اونہوں نے ہات باندھ کر کہا بات یہ ہے کہ ہمارا قصور
معاف کر دیجیے اور ہمارے گھر تشریف لے چلیئے آپ نے فرمایا کیوں چوکیداروں
نے کہا ہمیں معلوم ہو گیا کہ آپ بزرگ زادہ ہیں آپ نے فرمایا تمہیں کیونکر
معلوم ہوا۔

چوکیدار۔ ہم نے ایک خواب دیکھا۔

خواجہ صاحب میر صاحب۔ تم نے کیا خواب دیکھا۔

چوکیدار۔ ہم لوگ آپ کو جنگل میں چھوڑ کر اپنے گھر پہونچے اور کھانے پینے
سے فارغ ہو کر اپنے اپنے بچھونے پر سو گئے میں نے سوتے ہی دیکھا کہ ایک بزرگ
نورانی صورت جنکے کندھے پر ایک ٹیڑھی لکڑی ہے میرے سرہانے کھڑے
ہیں اور فرماتے ہیں ہائیں تو پلنگ پر چین سے پڑا سوتا ہے اور ہمارا لخت جگر
جنگل میں خاک پر پڑا ہوا ہے۔ بے شرط کہ تیرا پلنگ اولٹ دوں اور یہ خواب
ذراسی دیر میں تین بار میںنے دیکھا آخر میںنے خواب میں ہی اون بزرگ سے کہا
حضرت آپ کے لخت جگر کون ہیں میں تو اونہیں جانتا نہیں۔ فرمایا ہمارا لخت جگر
وہی نوجوان ہے جسکے سات آج تو نے جھنجھٹ کیا تھا اور قصبہ میں نجانے
دیا تھا میں اس خواب کو دیکھکر کانپ گیا اور میں نے اوٹھکر اپنے بھائی کو
پکارا جو دوسرے گھر میں اپنے بال بچوں کے سات سو رہا تھا اور جب اوسنے
مجھے جواب دیا تو میںنے کہا اسوقت میں نے ایک خواب دیکھا ہے میرے
اس بھائی نے وہیں کہا میں نے بھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے اور اسنے
بھی بعینہ یہی خواب میرے سامنے بیان کیا اور ہم نے کہا بیشک وہ بزرگ زادہ

ہیں ہم نے بڑی غلطی کی کہ اونکے سات تکرار کرتے رہے اچھا اب اون کے پاس چلو اور اپنی خطا اون سے معاف کرواؤ اور اونھیں اپنے گھر لاؤ اور اس وجہ سے آپ کے پاس اسوقت حاضر ہوئے ہیں آپنے فرمایا اون بزرگ کیا صورت تھی جب اون چوکیداروں نے حلیہ بیان کیا تو معلوم ہوا وہ حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب کا حلیہ مبارک تھا دونوں بھائیوں کے گڑگڑانے اور ہات پاؤں جوڑنے سے آپ اوسی وقت اونکے مکان پر قصبہ میں تشریف لے گئے اون کی بیویوں نے آپ کے ہاتھ منہ دہونے دہونے کے لئے پانی گرم کر رکھا تھا اور کھانا بھی تازہ تیار کرلیا تھا آپ ہاں جاکر آسودہ ہوئے اور اون لوگوں کو طریقہ محمدیہ خالصہ تعلیم فرمایا آپ کچھ دنوں بردوان بنگال کے مشہور شہر میں مقیم رہے وہاں ایک عطار آپ کا ازبس معتقد ہوگیا جس کی دوکان بازار کے منجہہ میں تھی آپ تفریحا شام کیوقت تھوڑی دیر کے لئے اوس کی دوکان پر جا بیٹھتے تھے عطار کی دوکان کے سامنے ایک عالی شان محل بنا ہوا تھا اور اوسکی غرفہ میں ایک عورت پری وش پری زاد بنی ٹھنی سجی سجائی بیٹھ کر بازار کی سیر کیا کرتی تھی اور آپ کو بڑے غور سے دیکھا کرتی تھی مگر آپ کبھی اوس کی طرف التفات نہ فرماتے تھے ایک دن جب آپ اپنے معتقد عطار کی دوکان پر بیٹھے تھے اوسکا آدمی آپکے پاس آیا اور کہنے لگا بیوی نے آپ کو سلام کہا ہے اور عرض کی ہے کہ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں کچھ دور بھی نہیں ہے چار قدم کا فاصلہ ہے آپنے فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ یہ کہکر آپ اوس آدمی کے سات ہوئے جب آپ اوس کے محل کے دروازہ تک پہونچے تو دیکھا وہ بنگالی پریزاد ڈہیوڑی میں کھڑی ہے۔ دیکھتے ہی اوس نے بہت ادب سے

آپ کو سلام کیا اور مکان میں لیجا کر مسند پر بٹھایا مکان بالکل خالی تھا
عورت نے کہا حضرت آپ کے بڑے فقیر کامل ہیں۔
حضرت صاحب میر صاحب۔ تم نے کیونکر جانا۔
عورت بنگالن۔ آپ جانتے ہیں یہ کانورو دیس کہلاتا ہے۔ یہاں جادو سیکھنے کا عام رواج ہے اور میں بھی ایک ادجھن یعنی جادوگرنی ہوں اور اپنے کام میں یکتا ہوں۔ عطار کی دوکان پر آپ کو آتے جاتے دیکھ کر میرا دل آپ پر آگیا اور میں نے چاہا جادو کے زور سے آپ کو اپنے پاس بلواؤں میں نے اپنے کرنے میں کوئی جتن نہ چھوڑا اور جو کچھ مجھے آتا تھا میں نے سبھی کچھ کیا مگر میرے بیروں نے یہی جواب دیا کہ ہم اس نوجوان پر ہات نہیں ڈال سکتے اس کے سات ہر وقت اس کے باپ دادا کی مدد رہتی ہے جس وقت سے یہ حال مجھے کھلا ہے میں اپنے دل میں بہت پشیمان ہوں اور یہ ڈر ہو گیا ہے کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑجائیں اور آپ کے بزرگ مجھے تباہ نہ کر دیں۔ میں نے اسواسطے آپ کو تکلیف دی کہ برائے خدا آپ میری تقصیر معاف کریں یہ کہکر وہ آپ کے پاؤں میں پڑگئی اور رونے لگی آپ رحم دل اور باخدا تھے آپنے فرمایا اچھا معاف کیا مگر آئندہ اس دہیان میں نہ پڑنا نہیں بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جادوگرنی آپ کی اس مہربانی کا بڑا شکریہ بجالائی اور کہنے لگی آپ عطار کی دوکان پہ آخر روز تشریف لاتے ہیں اگر گھڑی دو گھڑی کے لئے مجھ لونڈی کے گھر بھی پھیرا کر جایا کریں تو کیا ہرج ہے۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

اور خواجہ صاحب میر صاحب گاہ گاہ اوسکے ہاں جانے لگے ایک دن جادوگرنی کہنے لگی کل آپ ضرور تشریف لائیں میں آپ کو اپنے جادو کا کمال

آپ نے کہا اچھا دوسرے دن۔ آپ جادوگرنی کے مکان پر تشریف لے گئے
اور آپنے دیکھا کہ اوسکے گھر میں قسم قسم کی مٹھائیاں اور ہندوانی کھانے پک
رہے ہیں اور دو تین دیگوں میں پلاؤ بھی دم ہو رہا ہے جب یہ سب کھانے
تیار ہوگئے تو صدر دالان میں دسترخوان پر چنے گئے اور محلسرا میں سے سب
نوکر چاکر چلے گئے اور مسماۃ ڈہیوڑی کا دروازہ بند کر کے قفل لگا آئی اور
حضرت کو ایک صحنچی میں بٹھا کر چلمن ڈالدی اس کے بعد وہ ایک کشتی چھالیہ
کی ڈبیوں سے بھری ہوئی لائی اور ایک چوکی پر جو بیچ انگنائی میں بچھی ہوئی
تھی اور اوسپر سفید بچھونا تھا وہ چھالیہ کی کشتی اوسپر رکھدی اور آپ بھی
اوسپر بیٹھ گئی اور گوگل دہوپ اور قسم قسم کی خوشبوئیں اوسنے جلانی شروع
کیں اور بنگلہ زبان میں کچھ منتر پڑھ پڑھ کر آسمان کی طرف پھونکنے لگی اور
تھوڑی دیر میں عجیب و غریب تشکل کے موکل جن کے ڈیل ڈول ہاتی
جیسے اور قد و قامت تاڑ اور کھجور سے کم نہ تھے آسمان سے اوترنے شروع
ہوئے اور جو موکل زمین پر اوترتا پہلے چھالیہ کو سونگھتا اور جادوگرنی کا منہ
دیکھتا جادوگرنی صدر دالان کی طرف اشارہ کرتی وہ موکل صدر دالان میں
چلا جاتا اور حیوانوں کی طرح منہ سے کھانہ کھانے لگتا اسی طرح ہزاروں
موکل دیوزاد مہیب اور ہولناک صورتوں کے آئے اور دعوت کھانے
لگے ان میں سے بعض کی شکل بیل جیسی اور بعض کی کتے جیسی تھی جب
یہ موکل کھانے سے فارغ ہوئے تو پرندوں کی طرح پرواز کر گئے۔ اور
جادوگرنی نے حضرت سے کہا اب آپ باہر چلے آئیے۔ آپ صحنچی میں
نکل آئے اور آپ نے دیکھا جادوگرنی بہت خوش ہے کہنے لگی میری
دعوت میرے پیروں نے قبول کر لی اور میں اپنی مراد کو پہنچ گئی آپنے

فرمایا تمہاری مراد کیا تھی اوس نے کہا دیکھئے یہ جو چھالیہ کی ڈلیاں ہیں شدہ
ہو گئیں اور ان میں یہ تاثیر آگئی کہ اگر میں اس میں سے ایک ڈلی سروتہ میں
رکھوں اور منہ سے یہ کہوں کہ فلاں شخص جو فلاں جگہ رہتا ہے اوس کا دل
اس چھالیہ کی طرح دو ٹکڑے ہو جائے اور چھالیہ کو سروتہ سے دو ٹکڑے
کر دوں اوسی آن میں وہ شخص ہلاک ہو جائیگا۔ اس جادو گرنی کے مکان پہ
ایک دن آپ کی ملاقات اور جادو گر سے ہوئی اور اس نے کہا کسی دن
ایک کرشمہ میرے جادو کا بھی دیکھ لیجئے اور آپ نے فرمایا بہت اچھا وہ جادو گر
ایک شب کو آدھی بجے آیا اور آپ کو لیگیا اور ایک قبرستان میں پہونچا
اور ایک چھوٹی سی قبر کریدکر اوس میں سے اوس نے ایک لاش آٹھ دس
برس کے بچہ کی نکالی اور اسے وہ دریا کے کنارہ پر لیگیا دریا کے کنارہ پر
ایک درخت تھا اوس لاش کو اوسی درخت کے سہارہ سے اس طور پر
کھڑا کیا کہ لاش کے تلوے زمین پر نہ لگے اور آگ چقماق سے نکال کر دو
چراغ اوسنے جلائے اور لاش کے دونوں تلوؤں کے نیچے رکھدئے اور
وہ منتر پڑھنے بیٹھ گیا۔ ایک گھنٹہ جب اوسے منتر پڑھتے گزر گیا تو لاش
بچہ کی زندہ ہوگئی اور اوس بچہ نے بہت جھک کر جادو گر کو سلام کیا اور
کہا داتا میں حاضر ہوں جو کچھ آپ کام بتائیں میں وہ کروں جادو گر نے
حضرت کی طرف دیکھ کر کہا میں نے یہ کیسا بڑا کام کیا ہے آپ نے فرمایا
واقعی بڑا کام کیا ہے۔ جادو گر نے کہا ہماری اصطلاح میں اس کام کو
بالک جگانا کہتے ہیں۔ میں کئی روز سے اس فکر میں تھا کہ کوئی لڑکا
نابالغ مرے تو میں اوسے جگاؤں آج اتفاق سے مجھے معلوم ہوا کہ ایک
بچہ فلاں قبرستان میں دفن ہوا ہے میں نے سر شام اوس کی قبر کا پتہ

لگا لیا اور اپنا عمل پورا کیا یہ لڑکا میری زندگی تک مجھسے ایک دم کے لئے
جدا نہ ہوگا اور جو خدمت میں کہوں گا وہ بجا لائیگا مگر میں نے اسے بضرورت
جگایا ہے آپ سفر میں رہتے ہیں اسے آپ اپنے سات لیجائیے یہ آپ کی
دن رات خدمت کریگا اور نہ کھانا مانگیگا نہ کپڑا آپ نے فرمایا اچھے صاحب
آپ کی مہربانی مجھے ایسے خادم کی ضرورت نہیں ہے الغرض خواجہ میر اثر صاحب
کی رحلت کے بعد آپ اپنے والد بزرگوار اور عم عالی تبار کی جگہ سجادہ نشین
ہوئے آپ کے عہد میں رجوع خلایق بہت ہوئی اور لال قلعہ سے
رات دن شاہزادیوں کی پنسیں اور بادشاہزادوں کے ہوادار آپ کے
دروازہ پر رکھے رہتے تھے دوسری اور چوبیسویں کی رونق آپکے عہد میں
کچھ اور بڑھ گئی اور شہر کے ارباب نشاط کی حاضری کا اوس میں اضافہ
ہو گیا۔ آپ کی صاحبزادی بی امانی بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ میرے باواجان نے باوجودیکہ
بارہ برس پیادہ گدائی کی تھی مگر نزاکت کا یہ عالم تھا کہ جب صدر دالان سے
نکل کر اور جوتیاں پہنکر صحت خانہ تک جاتے تھے تو آپ کے تلوے سرخ
ہو جاتے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ سارے پاؤں میں ہندی باندہ دے
ہیں۔ فرماتی ہیں یہ کیفیت میں نے اپنی آنکھوں سے بارہا دیکھی ہے۔ آپکی
پیدایش کا قصہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ میر درد صاحب کی شادی آپ کے
پدر بزرگوار نے پندرہ سولہ برس کی ہی عمر میں کردی تھی آپ کی بیوی جب
بیاہی آئی تو اون کی عمر بارہ برس کی تھی اور وہ الڑھپنے کے سات اپنی
ہم جولیوں میں کھیلا کرتی تھیں آپ ایک دن آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں
اور آپ کی ہم عمر بارہ بارہ تیرہ تیرہ برس کی لڑکیاں آپ کے سات تھیں
ایک نواڑی پلنگ کا پایہ آپ کی کوکھ میں لگا اور آپ پھڑک گئیں اور

اور سخت درد ہوا درد کسی طرح فرو نہ ہوتا تھا۔ آپ کی ساس صاحب نے کہا ذرا دائی کو تو لاؤ بہو کی ناف تلوں ہیں تو خدانخواستہ ضرب نہیں آئی دائی آئی اور اوس نے کہا مبارک ہو بہو کو کچھ امید ہے چنانچہ ۹ مہینے کے بعد خواجہ صاحب میر صاحب پیدا ہوئے اور آپ کے اولٹے بازو پر پلنگ کے پایہ کا نشان موجود تھا۔

آپ کی طبیعت شاعری میں خاندانی جوہر رکھتی تھی اسلئے عربی فارسی اردو میں آپ کا شعر بہت اچھا ہوتا تھا۔ آپ کا دیوان اور آپ کی تصانیف کے متعدد رسالے جو بے بہا جواہر تھے غدر میں تلف ہو گئے۔ تیمناً و تبرکاً یہ چند شعر یہاں لکھے دیتا ہوں۔

میں پھروں کیوں نہ بیقرار ہوا | تجھے بد قول سے قرار ہوا
مثل آئینہ محو حیرت ہوں | کس کے مکھڑے سے میں دوچار ہوا
چھوڑتا کب ہوں اب میں یہ دامن | تیری خاطر یہ گو غبار ہوا
ابتو اوس بت کو ہم نے رام کیا | بس خدا تجکو بھی سلام کیا

رباعی حضرت آلم

نے دل کو قرار بیقراری کے سبب | نے چشم کو خواب اشکباری کے سبب
واقف نہ تھے ہم تو ان بلاؤں سے کبھو | جو کچھ دیکھا سو تیری یاری کے سبب

۲۱ جمادی الآخرہ ۱۲۱۸ ہجری کو آپ کا وصال ہوا اور آپ خواجہ میر درد صاحب کے پائیں میں دفن ہوئے۔

خواجہ صاحب میر کی اولاد آپ کے ایک صاحبزادہ میر محمد بخش نام اور ایک صاحبزادی بی امانی بیگم صاحبہ میر محمد بخش صاحب

علوم اسمی سے اپنے بزرگوں کی طرح خوب ماہر تھے۔ عمر آپکی کل تیس برس کی ہوئی
آپ لڑکپن میں کھیلتے کھیلتے لڑکوں سے فرمایا کرتے تھے کہ یہی جمادی الاولی کی بارہیں
ہم پر بھاری ہے۔ آپ کی والدہ صاحبہ بھی کبھی کبھی یہ بات اون کے منہ سے
سن لیتیں تو فرماتی بیٹا محمد بخش مجھے تیری یہ باتیں نہیں بھاتی ہیں خبردار کبھی
بد فال منہ سے نکالی تم کیا علم غیب پڑھے ہو جو دشمنوں کو اپنے مرنیکی خبر ہوگئی
مگر یہ کہو آج کل کے بچوں کو بڑوں کے دل دکھانے میں مزا آتا ہے۔ آپ
چپ ہو جاتے اور ہنستے ہوئے باہر چلے جاتے یہانتک کہ جوان ہوئے۔ اور
سرکار کمپنی نے آپ کو بڑا پینچ کا (جو پورب کا مشہور مقام ہے) حاکم کردیا آپکے
پاس ایک خدمتگار تھا اوس نے اتفاقاً کسی جگہ چوری کی اور لوگوں کو معلوم
ہوگیا اور آپ سے آکر شکایت کی آپ نے فرمایا میں چور کا حامی نہیں ہوں
شوق سے پکڑ لے جاؤ لوگ اوسے دست بدست لیگئے اور حاکم مجاز نے
جرم ثابت پاکر کئی برس کا جیل خانہ کردیا اوس خادم کو حضرت میر محمد بخش
صاحب کی یہ رکھائی بہت ناگوار گزری اور آپ کی طرف سے اوس کے
دل میں کینہ پیدا ہوگیا جب قید بھگت کر وہ چھوٹا تو آپ سے بدلہ لینے کی
فکر میں پڑگیا۔ جمادالاول کی ۱۲ ویں تاریخ آگئی اوس دن آپنے نہا دہو کر
کپڑے بدلے عطر لگایا اور ایک آبدار تلوار اپنے بستر پر رکھکر تنہا مکان کے
صحن میں جاکر آرام کیا اور پہرے کے سپاہیوں کو اوس دن چھٹی دیدی
سپاہیوں نے اسکا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا آج پہرے کی ضرورت
نہیں معلوم ہوتی رات کے بارہ بجے جب آپ بے خبر پڑے سو رہے تھے
وہ بدبخت نمک حرام دیوار کود کر چپکے سے مکان کے اندر آیا اور آپ کے
پہلو سے آپ کی شمشیر آبدار اٹھا کر آپ پر حملہ کیا آپ نے چونک کر تلوار

تو خالی میان پایا اس میں اوس بیدین نے آپ کو پارہ پارہ کر ڈالا اور آپ شہید ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کی نعش بطور امانت رکھی گئی اور حضرت خواجہ صاحب میر صاحب کو اس واقعہ کی بذریعہ خط کے اطلاع کی گئی آپ نے خط کے جواب لکھا کہ میاں کی لاش دہلی بھیجدو حضرت صاحب میر صاحب ایک دن بسنت چڑھانے خواجہ میر درد صاحب کی باغیچی کو تشریف لیجاتے تھے جو بارہ دری کے پھاٹک کے پاس میر محمد بخش صاحب کا تابوت ملا چاہیے تھا کہ جوان بیٹے کے لاشہ کو دیکھکر دل قابو سے بے قابو ہو جاتا مگر آپ کے استقلال میں اصلا فرق نہ آیا اور آپ نے تابوت کے ہمراہیوں سے کہا اچھا میاں کی سواری بارہ دری میں لیجاؤ ہم حضرت کے مزار پر بسنت چڑھا آئیں تو پھر میاں کی زیارت کرینگے چنانچہ آپ کے تابوت کو دوسرے دن باغیچی کے اندر سپرد خاک کیا آپ کا مزار از راہ ادب خاص اوس دائرہ میں جس کے اندر خواجہ محمد ناصر صاحبؒ اور خواجہ میر درد صاحبؒ اور خواجہ میر اثرؒ صاحبؒ کے مزارات ہیں نہیں بنایا گیا بلکہ اس دائرہ کے باہر جہاں اور خاندانی حضرات کی قبریں ہیں آپ کو رکھا گیا اس دایرہ موجودہ کے علاوہ بہت سے حظیرہ اور چار دیواریاں بنی ہوئی تھیں جنھیں چرخ کجرفتار کے نامبارک ہاتوں نے اکھیڑ کر پھینکدیا اونھیں میں میر محمد بخش صاحب کا مرقد بھی تھا مگر اب صحیح نشان آپ کی قبر کا نہیں لگتا ہے اس گول احاطہ کے باہر جیسے بیٹنے دائرہ لکھاہے بڑے بڑے درخت گولر وغیرہ کے بھی تھے جن کی عمر محمد شاہ پیا کے عہد کی تھی اور وہ خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب کے مزارات مقدسہ پر چھاؤں رکھتے تھے کاٹ کر پھینکدیے گئے۔

میری والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ میں نے میر محمد بخش کی بیوی کو دیکھا ہے بہت

بوڑھی ہوگئی تھیں اونکا نام بیگی صاحب تھا اور سب چھوٹے بڑے گھر کے
اونھیں بوا جان کہا کرتے تھے۔ میر محمد بخش صاحب کی والدہ ماجدہ بریدہ کے نالہ
کی بیٹی تھیں اور اونکا نام معلوم نہیں ہوا اون کی رحلت کے بعد خواجہ صاحب
میر رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا نکاح کیا ام سلمہ صاحبہ سے جنکا دوسرا نام بی عزت النسا
بھی تھا اون کے بطن سے امانی بیگم صاحبہ اٹھوانسی پیدا ہوئیں اٹھوانسے
بچہ نہیں جیتے ہیں اور حکیموں نے طب کی کتابوں میں اٹھوانسے بچہ کے
نہ جینے کی باریک توجہیں کی ہیں مگر خدا اس پر بھی قادر ہے کہ اٹھوانسے
کو بھی جلاوے۔ چنانچہ امانی بیگم صاحبہ اٹھوانسی پیدا ہوکر زندہ رہیں اور
سنہ ۱۲۰۳ کو پیدا ہوکر سنہ ۱۲۷۰ ۱۱ ربیع الاول تک عمر پاکر راہی ملک بقا
ہوئیں۔ آپ کی وفات کا دن منگل ہے۔

نواں جام

فاضل اجل ولی اکمل خواجہ محمد نصیر محمدی قدس سرہ العزیز

خواجہ میر درد صاحب کی دو صاحبزادیاں تھیں بڑی براتی بیگم صاحبہ اور چھوٹی زینت النساء بیگم صاحبہ براتی بیگم صاحبہ کی شادی مولوی عبدالحی صاحب سے ہوئی جو خواجہ میر درد صاحب کے چچازاد بھائی تھے۔ مولوی عبدالحی صاحب کے والد بزرگوار کا نام خواجہ احمد یار خاں[1] صاحب تھا۔ مولوی عبدالحی صاحب سرکار کمپنی کے ملازم ہوکر بنگال کو چلے گئے اور چونکہ سرکار کمپنی ملکی مصلحتوں کے لحاظ سے ہندوستان کے ذی علم لوگوں کی قدر کرتی تھی اس لیے مولوی عبدالحی صاحب کو کلکتہ لیجاکر اوس مجلس شوری میں ایک رکن کیا جو ہندوستان کے نظم ونسق اور یہاں کے آئین وقوانین کی اصلاح کے لئے قایم کی گئی تھی مولوی صاحب بڑے عالم متبحر علوم وفنون کے تھے آپ نے اپنے اس عہدہ کی بدولت بنارس کے قریب ایک تعلقہ خرید کیا اور ناصری گنج نام ایک قصبہ خواجہ محمد ناصر صاحب دہلویؒ کی یادگار میں آباد کیا اور اُسے اپنا دارالریاست بنایا آپ اس ناصری گنج میں ایک قلعہ بھی تیار کرنا چاہتے تھے اوس کا سامان مہیا کر رہے تھے مگر اجل نے مہلت نہ دی چونکہ آپ کار منصبی کی وجہ سے زیادہ تر کلکتہ اور اوس کے نواح میں رہتے تھے اس لئے آپ نے اپنی زوجہ محترمہ بی براتی بیگم صاحبہ کو اپنے پاس بلانا چاہا اور آپ کے پاس

---

[1] خواجہ احمد یار خاں کے والد کا نام خواجہ مظفر اور اونکے والد ماجد کا نام خواجہ ظفر اللہ خاں تورانی المخاطب بہ نواب ظفر اللہ خاں تورانی روشن الدولہ رستم جنگ تھا۔

ایک خط بھیجا براتی بیگم صاحبہ نے اس کے جواب میں میاں کو لکھا مجھے حاضر
خدمت ہونے میں کچھ عذر نہیں کیونکہ آپ میرے خدائے مجازی ہیں مگر
آپ جانتے ہیں کہ خواجہ میر درد صاحب کے خاندانی یہ رسم ہے کہ ان کے
گھرانہ کی بیٹی چوکھٹ نہیں لانگتی ہے جس گھر میں پیدا ہوتی ہے اوسی میں اوسکی
شادی ہوتی ہے وہیں رہتی سہتی ہے وہیں اوسے موت آتی ہے اور اوسکا
مردہ صندوق میں بند کرکے باغیچی میں لیجاتے ہیں اور اوسے پیوند خاک
کردیتے ہیں اس لئے میرا جی نہیں چاہتا کہ میں اپنے باپ کا بوریا بدھنا
چھوڑ کر گھر سے باہر پاؤں دہروں آگے آپ کی جو مرضی حکم کی منتظر ہوں
مولوی عبدالحی صاحب نے اس کے جواب میں لکھا میں نہیں چاہتا کہ خواجہ
صاحب کے خاندانی دستور کو میری وجہ سے بٹا لگے میں نے آپ کو خوشی سے
دلّی رہنے کی اجازت دی میں آپ کے خرچ کے لئے ایک ہزار روپیہ کی
ہنڈوی بھیجدیا کرونگا اور جبتک مولوی عبدالحی صاحب زندہ رہے
ہزار روپیہ کی ہنڈی ہر مہینہ براتی بیگم صاحبہ کے پاس آجایا کرتی تھی اور
براتی بیگم صاحبہ ایک ہی دن میں ہزار روپیہ چٹ پٹ کردیا کرتی تھیں
روپیہ بانٹتے بانٹتے آپ کے ہات کالے ہوجاتے اور لونڈی کھلی سے
آپ کے ہات دُہلاتی تو آپ فرماتیں خدا اس سفید ڈاین کی محبت کسی
مسلمان کو نہ دے جس طرح اس کے چھونے سے ہات کالے ہوجاتے
ہیں اسی طرح اس کی محبت سے آدمی کا دل سیاہ ہوجاتا ہے۔ براتی بیگم
صاحبہ لاولد رہیں اور آپ کی حیات میں ہی آپ کے شوہر مولوی عبدالحی
صاحب فوت ہوگئے۔ مولوی عبدالحی صاحب کی عادت تھی کہ صبح اوٹھکر
جدوار گھسوا کر نوش فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن عطار نے جدوار کے بدلہ

میٹھا تیلیا جو زہر قاتل ہے دیدیا اور آپ کے خدمت گار نے آپکو گھس کر پلا دیا جب آپ کی طبیعت بگڑی تو بھید کھلا آپ کو یقین ہو گیا کہ میں بچ نہیں سکتا اس لئے آپ نے فوراً اپنے قلم سے ایک مختصر وصیت نامہ لکھا اتفاق سے مسٹر آگسٹس بروک صاحب بھی وارد تھے جو علاقہ بنارس کے حاکم اعلیٰ تھے اور آپ کے بڑے دوست تھے وہ وصیت نامہ ان کے حوالہ کیا اور زبانی بھی کہدیا کہ میری جاداد جو ضلع آرہ میں ہے وہ میری زر خرید ہے بموجب اس وصیت نامہ کے تقسیم کر دی جائے۔

مولوی عبدالحی صاحب کا وصیّت نامہ علاقہ ناصری گنج کے متعلق

میں نے اپنے علاقہ کو سولہ آنہ فرض کر لیا اس میں سے دو آنہ میری بیوی بی بی بیگم کو جو دلی میں ہیں اور دو آنہ میری بہن کو جو خواجہ حسن جان کی دادی ہیں چار آنہ میرے بھتیجہ میر عبدالناصر دہلوی کو اور دو آنہ میری دونوں حرموں کو اور چار آنہ خواجہ میر درد صاحب کی درگاہ کی نیاز میں دئے جائیں کیونکہ میں خواجہ میر درد صاحب کا مرید بھی ہوں۔

زینت النساء بیگم صاحبہ بنت خواجہ میر درد صاحب

آپ خواجہ میر درد صاحب کی دوسری صاحبزادی ہیں آپ کی شادی میر کلّو صاحب اکبر آبادی سے ہوئی میر کلو صاحب کھرے سید ہیں اور میر نعمان بدخشانی کی اولاد میں سے ہیں میر نعمان صاحب اکبر آبادی شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی صابری کے خلیفہ اور مرید خاص ہیں اور مکتوبات شیخ میں میر نعمان صاحب موصوف کے نام بہت سے

خطوط ہیں جن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ میر نعمان صاحب کس رتبہ کے
درویش اور صاحب علم جامع ظاہر و باطن تھے میر نعمان صاحب کا بہت بڑا
مقبرہ آگرہ میں اسوقت تک موجود ہے تو اردر وزگار سے مقبرہ بوسیدہ
ہوگیا تھا مگر بالفعل اوس کی مرمت ہوگئی ہے اہل آگرہ ابتک حضرت میر نعمان
بدخشی کے معتقد ہیں اور زایرین کا ہجوم آپ کے مزار مقدس پر رہتا ہے
شاہ محمد نصیر صاحب ۱۱۸۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے آپ نے علوم وفنون
اور کمالات فقر محمدیہ اپنے ناناجان خواجہ میر درد صاحب اور خواجہ میر اثر
صاحب اپنے چھوٹے نانا اور اپنے ماموں خواجہ صاحب میر متخلص بہ الم سے
حاصل کئے چونکہ میر محمد بخش صاحب والد خواجہ صاحب میر اپنے والد ماجد
کی حیات میں جام شہادۃ نوش فرما چکے تھے آپ کی اولاد میں صرف ایک
دختر امانی بیگم صاحبہ رہ گئی تھیں اور عورت سجادہ نشین نہیں ہوسکتی
اس لئے خواجہ محمد نصیر صاحب خواجہ میر درد صاحب خواجہ صاحب میر اپنے ماموں
جان کی گدی پر بیٹھے اور خواجہ میر درد صاحب کے سجادہ نشین کہلائے
اور اپنے ماموں صاحب کے الم تخلص کے لحاظ سے اپنا تخلص رنج تجویز کیا
آپ کے دیکھنے والے اب بھی پرانے پرانے آدمی دہلی میں موجود ہیں
میری والدہ صاحبہ محترمہ نے بھی آپ کی زیارۃ کی ہے میری والدہ صاحبہ
خواجہ محمد نصیر صاحب رنج کو آپو کہا کرتی تھیں رنج صاحب بھی علم موسیقی
میں کامل تھے اور فن ریاضی میں دستگاہ رکھتے تھے مومن خاں صاحب
جنہیں اپنے کمالات علمی پر ناز تھا کہا کرتے تھے کہ خواجہ محمد نصیر صاحب جیسا
عالم فاضل میرے نزدیک دلی میں کوئی اور نہیں ہے آپ کے عہد میں
دوسری چوبیسویں اور خاندان محمدیہ کے تمام عرس نہایت رونق اور

زینت سے ہوے۔ ہمت خاں گویہ جو دہلی میں نایک سمجھا جاتا تھا اپنا گانا
بغرض اصلاح حضرت رنج کو سنایا کرتا تھا ہمت خاں اور اونکے نواسہ
میر ناصر احمد بین کار کا حال آپ تیر دیں جام کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیے
فقیر فراق نے اوسے وہاں مرقوم کیا ہے خواجہ میر محمد نصیر صاحب رنج نے
خواجہ میر درد صاحب اور خواجہ میر اثر صاحب اور خواجہ میر الم کے ملفوظات
اور حالات بہت کچھ کتاب کی صورت میں لکھے تھے اور اس کے علاوہ
تصوف اور ریاضی اور علم موسیقی میں متعدد کتابیں تصنیف کی تھیں جو غدر
۱۸۵۷ء میں تلف ہو گئیں آپ نے شوال کی دوسری تاریخ ۱۲۶۱ ہجری
کو انتقال فرمایا اور مومن خان صاحب نے یہ تاریخ لکھی۔

قطعہ تاریخ وفات حضرت رنج رحمۃ اللہ علیہ

شیخ زمان شد ز دہر دو زپئے سال وفات ——— فکر بلندم رہ جنت ماوی گرفت
گفت بمومن ملک خواجہ محمد نصیر ——— در قدم ناصر و درد نکو جا گرفت
۱۲۶۱

بی روشن آرا بیگم صاحبہ جو خواجہ ناصر وزیر صاحب کی سوتیلی ماں
ہیں اونکے والد میر شفیع احمد صاحب فرماتے ہیں ہمارے محلہ فراش خانہ
میں ایک میر صاحب رہتے تھے اونکی ایک لڑکی نا کتخدا کی چودہ سال کی
عمر تھی اور جس دن سے وہ پیدا ہوئی تھی اوس کی آنکھیں دکھتی تھیں دلی
کے سارے طبیبوں نے اوسکا علاج کیا مگر اوس کی آنکھیں اچھی نہوئیں
کسی معتقد نے اوسے یہ صلاح دی کہ تو اپنی لڑکی کو خواجہ محمد نصیر صاحب کا
مرید کروادے اور اس کی آنکھوں کے لئے اون سے دعا بھی کروا خدا چاہے
تو لڑکی کی اچھی ہو جاوے گی اوس شخص نے ایسا ہی کیا اور خواجہ محمد نصیر صاحب کا

پنس میں سوار کرکے اپنے گھر لیگیا اور اوس نے چاہا کہ لڑکی کو آپ کے
سامنے کردے اور اس کی آنکھیں دکھائے آپنے فرمایا یہ بڑی نازیبا بات
ہے کہ عورتیں اپنے پیروں کے سامنے آتی ہیں اور پیرجی صاحب اپنی مریدنیوں
سے گھل ملکر باتیں کرتے ہیں۔ میرا اور میرے گھرانہ کا یہ دستور نہیں ہے
بس بیٹے اوسے مرید کرلیا مگر میر صاحب نے نمانا اور وہ لڑکی کا ہات پکڑ کر آپکے
سامنے لے ہی آئے اور اوسکا منہ دوپٹہ سے کھولکر کہا حضرت ذرا اسکی
آنکھیں ملاحظہ فرمائیے ہے چودہ سال سے یہ آنکھ اُٹھا کر نہ کسی کو دیکھتی
ہے نہ روشنی میں چلتی پھرتی ہے آپ نے لڑکی کے باپکے تقاضہ سے
اوس کی آنکھیں دیکھیں اور ایک باطنی توجہ مبذول فرمائی اور اس کے
سات ہی لڑکی چیخی اور اوسنے کہا خواجہ محمد ناصر کی دوہائی ہے میں جلا للہ
میرا قصور معاف فرمائیے میں نے اس لڑکی کو چھوڑ دیا اب میں یہاں
کبھی نہیں آونگا آپ نے فرمایا تم نے اسے اسقدر کیوں تکلیف دی ہے اوسنے
کہا حضرت بیٹے اپنی دانست میں اسے کوئی تکلیف دی نہیں ہے بات یہ ہے
کہ جسدن سے یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے میں اس کی آنکھوں پر عاشق ہوگیا
ہوں اور ہر وقت اس کی آنکھوں کو دیکھتا رہتا ہوں مگر اب مجھے جان کے
لالے پڑگئے میں یہاں سے جاتا ہوں مجھے اجازت دیجے۔ آپنے فرمایا دیکھو
بنی جان انسان کا بڑا رتبہ ہے اور یہ محبوب ومطلوب الہی ہے اسے ستانا
سخت گناہ ہے تم نے جو خواجہ محمد ناصر صاحب کی دوہائی دی ہے اسوجہ سے
تمہیں چھوڑے دیتا ہوں ورنہ تم جانتے ہو یہ نسبت محمدیہ ہے جب ہم درویش
اسنے پہاڑ پر القا کرتے ہیں تو کرچیاں ہو جاتا ہے تم بچ نہیں سکتے تھے اچھا
رخصت اب کبھی ادہر نہ آنا لڑکی فوراً اچھی ہوگئی اور پھر کبھی اسکی آنکھیں بیمار

نہ ہوئیں میری والدہ ماجدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ آپ کے پاس حجرہ میں ایک درویش
آکر مہمان ہوئے وہ درویش صاحب کمال تھے اور آپ اون سے دن رات
بات چیت کیا کرتے تھے اون درویش کو بھی حضرت کی صحبت غنیمت معلوم ہوتی
تھی ایک دن وہ درویش کہنے لگے جو لوگ جنوں کے وجود سے انکار کرتے ہیں
سخت نادان ہیں جو شخص کہے کہ میں جن دیکھنا چاہتا ہوں اوسے دکھا دوں
آپ کے ایک مرید بولے اگر حضرت صاحب کی اجازت ہو جائے تو مجھے جن دکھا دیجیے
مگر میں جن کے بدلے پری دیکھنا چاہتا ہوں درویش مہمان نے کہا کیا مضائقہ
ہے میں آپ کو پری دکھا دونگا وہ جنیہ ہوتی ہے اور حضرت صاحب نے بھی اجازت
دیدی درویش صاحب نے کہا اچھا تو آپ ٹھیک دوپہر دن کو جب توپ چلے
میرے پاس مسجد میں آجانا چنانچہ وہ شایق ۱۲ بجے دن کے مسجد میں پہونچے
(اسی خواجہ میر درد صاحب کی مسجد میں جو بارہ دری سے ملحق ہے) درویش نے
کہا آئیے میرے پاس بیٹھ جائیے اور درویش مسجد کے بیچ والے در میں بیٹھے تھے یہ
شایق بھی وہاں جا بیٹھے درویش نے کچھ پڑھا اور پڑھکر دستک دی اور ان سے
کہا نیم کی پھننگ کو دیکھو مسجد کے صحن میں نیم کا بڑا درخت تھا شایق صاحب نے
دیکھا کہ نیم کی چوٹی پر ایک عورت خوش غلاف کھڑی ہے جس کا بدن سر سے
پاؤں تک نور کا ہے اور اوس کے سر کے بالوں میں چنگاریاں نکل رہی ہیں اور
اوس کے جسم میں اتنی چمک ہے کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی ہے شایق پری کو دیکھکر بہت
خوش ہوئے مگر اوسی وقت سے اونکی آنکھیں دکھنے آگئیں اور چھ ماہ تک اچھی ہوئیں
اور نیم کا درخت چند روز میں جلکر رہگیا خواجہ محمد نصیر صاحب نے فرمایا یہ اوس پری کی
آتشین مزاج کا اثر ہے جنوں میں چونکہ عنصر آتش غالب ہے اسلئے یہ جہاں جلوہ کرتے ہیں وہاں
شعلہ باری ہوتی ہے۔ مہمان عزیز نے ہماری مسجد کا نیم بھی جلا دیا اچھا تماشا دکھایا

شاہ محمد نصیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہتر سال کی عمر ہوئی۔ آپ حضرت صاحب میر اپنے ناموں کے پہلو میں دفن ہوئے آپکے مزار پر کوئی کتبہ نہیں تھا اور اب جو کانپور کے جھگڑہ کے بعد مزارات کی حفاظت کے لئے کتبہ لگائے گئے ہیں آپ کے مزار پر بھی ایک پتھر کندہ کر کے لگا دیا ہے مگر وہ محض ناقابل اعتبار ہے اور صحت یہی ہے جو میں نے اس میخانہ میں لکھی ہے۔ چند شعر آپ کے تیمناً و تبرکاً لکھے دیتا ہوں۔

خط دیکھ کر ادھر تو میرا دم اولٹ گیا منہ قاصد اودھر بدیدہ پرنم اولٹ گیا
یقین ہو گیا دیکھ کر اوسکا قامت منہ کہ بیشک قیامت میں دیدار ہوگا
دل یہ جسکے لئے پہلو میں تپاں رہتا ہے منہ یہ سنا ہے اوسے بھی خفقاں رہتا ہے

آپ کی اولاد

مولوی خواجہ سید ناصر جان صاحب ایک فرزند دلبند اور بی نصیرہ بیگم صاحبہ ایک دختر پہلی بیوی سے دوسری بیوی سے دو صاحبزادیاں ایک کا نام اشرف النساء بیگم۔ اور دوسری کا نام انجمن النساء بیگم۔ مولوی ناصر جان صاحب کی شادی بی امانی بیگم صاحبہ یعنی خواجہ میر درد صاحب کی پوتی اور حضرت خواجہ صاحب میر الم کی دختر نیک اختر سے ہوئی اور ان سے میری نانی بی عمدہ بیگم صاحبہ پیدا ہوئیں مولوی ناصر جان صاحب رنج کی مناسبت سے محزون تخلص کرتے تھے آپ نے علوم ظاہری اور کمالات باطنی خواجہ محمد نصیر صاحب اپنے والد ماجد سے سیکھے۔ اور منطق میں مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی کے شاگرد ہوئے۔ آپنے ریاضی کو نواب فرید الدین احمد خانصاحب ہمدانی دہلوی سے حاصل کیا اور فن ریاضی کے ساتھ آپ ایک خاص مناسبت رکھتے تھے اور اس فن میں آپ سے

دانایان فرنگ جو کمال کے ہمیشہ سے قدر دان ہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر لاینحل مسئلہ حل کیا کرتے تھے آپ نے اپنی صاحبزادی بی عمدہ بیگم صاحبہ کو جو راقم الحروف کی نانی تھیں علوم عربیہ تھوڑی سی عمر میں پڑھا دئے تھے مولوی ناصر جان صاحب کے مزاج میں نہایت اولو العزمی تھی اور آپ نے تہیہ کیا تھا کہ میں اپنے بزرگوں کی تمام کتابیں بطور خود چھاپ کر شائع کروں گا کیونکہ آپ کے عہد میں پریس اور چھپائی کا سامان ولایت سے آچکا تھا چنانچہ آپ نے کل چھاپے کی اور پتھر وغیرہ سب سامان مطبع کا خرید لیا تھا اور اس کام کو شروع کرنا چاہتے تھے جو آپ کے والد ماجد شاہ محمد نصیر صاحب نے فرمایا تم پہلے پورب ہو آؤ کیونکہ میر عبد الناصر نے ہمارے اوس حصہ جائداد پر بھی قبضہ کر لیا ہے جو مولوی عبد الحی صاحب نے اپنی بیوی براتی بیگم صاحبہ اور خواجہ میر درد صاحب کی نیاز درگاہ کے واسطے جدا کیا تھا اور اب ہم اوس جاداد کے وارث ہیں بجائے ہزار روپیہ ماہوار کے ہزار روپیہ سال بھی نہیں بھیجتے تمہارے جانے سے اول تو بغیر کہے سنے ہی وہ سیدھے ہو جائیں گے اور ہمارے حصہ کی جاداد تمہارے حوالہ کر دینگے اور اگر سیدھی اونگلیوں گھی نہ نکلے تو سرکار کمپنی نے عدالتیں قایم کر رکھی ہیں وہاں چارہ جوئی کرنا اور اپنا حق لے لینا مولوی ناصر جان صاحب سفر کی مصیبتیں اوٹھا کر ناصری گنج پہونچے میر عبد الناصر صاحب انکو دیکھکر ڈر گئے اور کہنے لگے جو آپ کے گاؤں ہیں وہ حاضر ہیں جس طرح آپ کا جی چاہے آپ اوسکا انتظام کریں۔ مولوی ناصر جان صاحب نے دو تین مہینہ میں بارہ ہزار روپیہ وصول کر کے ہنڈوی کے ذریعہ سے والد بزرگوار خواجہ محمد نصیر صاحب کے پاس دلی بھیجدیا۔ آپ کے ظاہری اور باطنی

کمالات کی سارے پورب میں دہوم مچگئی اور ہزاروں آدمی آپ کا مرید ہو گیا۔ ضلع کا کلکٹر بھی آپ کی ریاضی کا کمال سنکر مشتاق ہو گیا اور پنس بھیجکر بڑی تعظیم سے آپ کو بلایا اور کہنے لگا کہ ولایت سے چند سوال ریاضی کے میرے پاس آئے ہیں جو حل نہیں ہوتے ہیں آپ اونھیں دیکھیں گے آپنے کہا حاضر وراونس نے وہ سوال جو کاغذ پر لکھے ہوئے تھے دکھلائے آپ نے وہیں بیٹھے بیٹھے حل کر کے صاحب کلکٹر بہادر کو دیدیئے وہ اس کمال کو دیکھکر حیران ہو گیا اور حاکم بالا کو مولوی ناصر جان صاحب کی بڑی تعریف توصیف لکھی صدر سے آپ کے لیئے مقام گڑہینی کی منصفی کا عہدہ تجویز ہوا کلکٹر صاحب نے آپ کو بلا کر منصفی کا پروانہ آپ کو دیا تو آپ نے فرمایا مجھے تو نوکری کی حاجت نہیں کلکٹر صاحب نے کہا اگر آپ منصفی قبول نہ کرینگے تو حکام کی نظروں میں مجھے خفت ہوگی آپ بالکل اطمینان رکھیں میں آپ کی ترقی کے لیئے کوشش کر کے جلد صدر الصدور کروا دوں گا کیونکہ سرکار کمپنی بہادر آپ جیسے ہنرمند لوگوں کی دل وجان سے قدردان ہے آپنے بادل ناخواستہ منصفی گڑہینی کی منظور کی اور اپنی ریاست کا کام بھی کرتے رہے جو یکایک ۱۳ جنوری ۱۸۴۶ء مطابق ۲ - رمضان ۱۲۴۹ھ قصبہ گڑہینی میں انتقال فرمایا جس دن آپ نے رحلت فرمائی اوس دن شام کو صدر الصدوری کا پروانہ آپ کے نام آیا آپ شاعر بھی ضرور تھے۔ نمونہ کلام آپ کا یہ ہے۔

جھوٹ ہے اور ہے جو نینے لڑائیں آنکھیں ۔۔۔ ہمنے بیفائدہ رو رو کے سجائی آنکھیں

شاید اسوقت گیا آپ کا دہیان وہیں دیگر ۔۔۔ بات کرتے ہیں جو تم ربط سخن بہو گئے

نہ تو نامہ ہی نہ پیغام زبانی آیا
حیف محزوں تجھے یاران وطن بھولگئے

آپ کی رحلت کا سبب ہیضہ ہوا۔ کوئی کہتا تھا کہ ریاست کے مدعی نے زہر دلوا دیا۔ بہر حال آپ نوجوانی کے عالم میں دنیا سے سدھار گئے جب آپ کی خبر مرگ دہلی میں آئی تو حضرت خواجہ محمد نصیر صاحب زندہ در گور ہوگئے اور گھر میں کہرام مچگیا۔ آپ کی لاش صندوق میں ۔۔۔۔۔۔ گڑہنی سے دہلی لائی گئی اور آپ سید صاحب میر کے پہلو میں دفن کئے گئے آپ کی دختر بی عمدہ بیگم صاحبہ کی شادی میر امام الدین صاحب بن سید قطب الدین صاحب سے جو امام ناصر الدین صاحب کی اولاد میں سے مستند سید زادہ اور شاہ عبد العزیز صاحب کے رشتہ کے بھانجے تھے ہو گئی تھی بی عمدہ بیگم صاحبہ کے بطن سے بی بی شمس النسا بیگم صاحبہ پیدا ہوئیں جو اس فقیر فراق کی والدہ ماجدہ ہیں فقیر کے والد ماجد کا اسم گرامی سید محسن علیصاحب ہے ہم لوگ زیدیہ سید ہیں میرے مورث اعلی کا نام سید ابو الفرح واسطی ہے ہمارا نکاس قصبہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر پرگنہ اگوتہ میں ہے۔

بی نصیرہ بیگم بنت شاہ محمد نصیر صاحب

کی شادی میر ہاشم علیصاحب سے ہوئی جو جو نواب خاندوران خاں کے پوتے اور صحیح النسب سید تھے اور بی نصیرہ بیگم کے بطن سے خواجہ ناصر امیر ایک صاحبزادہ اور بی فرحت النسا بیگم صاحبہ ایک دختر پیدا ہوئیں۔ بی فرحت النسا بیگم صاحبہ کی شادی حافظ منیر الدین صاحب سے ہوئی جو قصبہ جلیسر کے پیرزادہ کہلاتے تھے اور بی فرحت النسا بیگم صاحبہ کے بطن سے دو صاحبزادہ پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام حاجی کبیر الدین احمد صاحب اور دوسرے کا نام پیرجی بشیر الدین احمد صاحب ہے۔ انکا آبائی پیشہ پیری مریدی ہے ہر سال مریدوں کے قصبات دیہات میں جاتے ہیں اور معاش حاصل کرتے ہیں۔ پیرجی کبیر الدین صاحب کی

ایک صاحبزادہ میاں محمد الدین اور کئی صاحبزادیاں ہیں پیرجی بشیرالدین صاحب کے دو صاحبزادہ ہیں جو معمولی نوشت و خواند سے بہرہ رکھتے ہیں اور دو صاحبزادیاں بھی ہیں۔

میاں سید ناصر امیر صاحب کی شادی جو بی نصیرہ بیگم کے فرزند اور خواجہ محمد نصیر صاحب کے نواسہ تھے میر بھکاری صاحب کی دختر بلند اختر سے ہوئی جنکا نام سعیدہ بیگم تھا اور بی سعیدہ بیگم کے بطن سے سید ناصر امیر کے گھر میں ایک صاحبزادہ پیدا ہوئے جنکا نام سید ناصر وزیر صاحب تھا دوسری شادی میر ناصر امیر صاحب نے میر شفیع احمد صاحب ساکن فراشخانہ کی دختر سے کی اونکا نام بی روشن آرا بیگم صاحبہ تھا۔ آپ بزرگ اور مقدسہ بیوی تھیں اونکے بطن سے ایک صاحبزادہ اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بی رفعت النساء بیگم صاحبہ کی شادی قصبہ جلیسر میں پیرجی بشیر الدین احمد صاحب سے ہوئی اور اور اون سے چھوٹی بی انجمن آرا بیگم صاحبہ کی شادی مولوی محمد یوسف صاحب بن مولوی محمد عبد القیوم صاحب سے ہوئی جو حاجی شاہ اسحق صاحب محدث دہلوی کے نواسہ تھے اور ریاست بھوپال میں بیگم صاحبہ کی قدر افزائی کی وجہ سے رہتے تھے۔ شاہ محمد نصیر صاحب کی دوسری بیوی سے جو دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں اونکا نام پہلے بھی لکھدیا گیا ہے کہ بڑی کا نام انجمن النساء بیگم صاحبہ کا اور دوسری کا نام اشرف النساء بیگم صاحبہ تھا۔ انجمن النساء بیگم صاحبہ کی شادی حکیم مومن خانصاحب سے ہوئی جو مشہور شاعر تھے اور انجمن النساء بیگم صاحبہ کے بطن سے خواجہ احمد نصیر خاں ولد حکیم مومن خانصاحب اور ایک دختر بی محمدی بیگم صاحبہ پیدا ہوئیں جن کی تاریخ مومن خاں نے یہ کہی ہے۔

دخت روشن رواں ہوئی پیدا   کیا ہی چمکا ہے اختر مومن

نال کٹنے کے سات ہاتف نے　　　کہی تاریخ دختر مومن

خواجہ احمد نصیر خاں صاحب کی اولاد دہلی میں اور محمدی بیگم صاحبہ کی اولاد بیتیا پور میں جی وقایم ہے۔

دوسری دختر شاہ محمد نصیر صاحب کی دوسری بیوی سے بی اشرف النساء بیگم صاحبہ تھیں جن کی شادی مولوی یوسف علی صاحب مدراسی سے ہوئی جو دلّی میں سکونت پذیر تھے مگر لاولد رہیں۔

دسواں جام

خواجہ سید ناصر امیر صاحب بن میر ہاشم علی صاحب مرحوم نواسہ حضرت شاہ محمد نصیر صاحب قدس سرہ العزیز

حضرت خواجہ سید محمد نصیر صاحب رنج کی آنکھیں بند ہوتے ہی خواجہ میر درد صاحب کے وارثوں میں ہل چل مچ گئی۔ مولوی ناصر جان صاحب زندہ ہوتے تو اپنے والد ماجد خواجہ محمد نصیر صاحب کی جگہ سجادہ نشین ہوتے اور خواجہ میر درد صاحب کا نام روشن کرتے مگر وہ اپنے والد بزرگوار کے سامنے دنیا سے گزر چکے تھے خواجہ محمد نصیر صاحب کے پھولوں والے دن جب تمام مشایخ بارہ دری میں جمع ہوئے تو مشورہ ہوا آپ کی جگہ کون سجادہ نشین کیا جائے۔ آخر سب کی رائے ہوئی کہ بی امانی بیگم صاحبہ سے پوچھنا چاہیئے کیونکہ وہ ہر طرح اس گدی کی مالک ہیں خواجہ صاحب میر کی دختر اور خواجہ میر درد صاحب کی پوتی ہیں چنانچہ سب مشایخ زنانی ڈیوڑھی پر تشریف لائے اور آپ کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ

خوشی ہو کہ میر امام الدین صاحب آپکے داماد سجادہ نشین کیے جائیں تو انھیں پگڑی بندھوا دی جائے ورنہ جس کو آپ کی مرضی ہو۔ امانی بیگم صاحبہ نے اس کا جواب یہ کہلا بھیجا کہ جس رتبہ کے بزرگ خواجہ میر درد صاحب اور میر اثر صاحب اور میرے والد خواجہ صاحب میر صاحب تھے ویسا تو اب خاندان میں مجھے نظر نہیں آتا اگر تھے تو میرے شوہر مولوی ناصر جان تھے مگر وہ رحلت فرما چکے اب رسمی سجادہ نشین باقی رہ گئے ہیں وہ میں اپنے داماد کو دلوانی نہیں چاہتی میرے نزدیک میاں ناصر امیر خواجہ محمد نصیر صاحب کے نواسہ گدی پر بٹھا دیے جائیں اور بی امانی بیگم صاحبہ کے اس ارشاد کو سب نے قبول اور پسند کیا اور خواجہ سید ناصر امیر صاحب بن میر ہاشم علی صاحب سجادہ نشین بنائے گئے۔

خواجہ ناصر امیر صاحب کا نسب

آپ کے والد ماجد کا نام سید ہاشم علیصاحب ہے اور سید ہاشم علیصاحب پوتے ہیں نواب خان دوران خان صاحب کے نواب خان دوراخاں کا نام خواجہ محمد عاصم تہا اور انکے والد کا نام خواجہ محمد قاسم تہا اور سلسلہ نسب خواجہ محمد قاسم کا خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے نواب خاندوراخاں کو اعزاز محمد فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں حاصل ہوا اور آپ نے محمد شاہ کے زمانہ میں بہت کچھ ترقی کی امیر الامرائی اور منصب میر بخشی گری کا اور صمصام الدولہ بہادر کا خطاب پایا اور عرصہ دراز تک شان و شوکت کے ساتھ زندگی بسر کی ۱۱۵۱ھ ہجری میں کرنال کے متصل نادر شاہ درانی کی جنگ میں شہید ہوئے نواب خاندوراخاں صاحب علم و فضیلت بھی رکھتے تھے رات کیوقت آپ کی صحبت میں علما و حکما و شعرا ہوتے تھے اور عجیب و غریب باتیں ہوتی تھیں کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیتے تھے۔

ایک دن محمد فرخ سیر بادشاہ کے سامنے آئینہ رکھا ہوا تھا اور بادشاہ بار بار اپنی صورت آئینہ میں دیکھتے تھے۔ نواب خاندوراں خاں صاحب نے فوراً اور بدیہتاً ایک غزل آئینہ کے متعلق کہی اور زبانی پڑھکر سنائی بادشاہ بہت محظوظ ہوئے اور سب حاضرین نے آفرین کہی اوس غزل کا مطلع یہ ہے۔

مطلع

دل آئینہ را نازم کہ برروئے تو می آید	سحر خورشید لرزان بر سہ کوئے تو می آید

مومن خانصاحب کو خواجہ سید ناصر امیر صاحب کی سجادہ نشینی بہت ناگوار ہوئی کیونکہ اونکا جی چاہتا تھا کہ سسرہ کی جگہ میں سجادہ نشین ہوں مگر جانتے تھے کہ اگر شاعری اور طبابت چھوڑکر فقیر بنوں گا تو زمانہ چٹکیوں میں اوڑائیگا اور کہے گا ؎

مومن چلا ہے کعبہ کو اک پارسا کے ساتھ	اللہ رے گمرہی بت و بتخانہ چھوڑکر

اسلئے انہوں نے یہ ڈھونگ کھڑا کیا کہ اپنے ہم زلف مولوی سید یوسف علی مدراسی کو جمعہ کے دن دلّی کی جامع مسجد میں لے گئے اور نماز کے بعد اونکے گلے میں کفنی ڈالی اور ایک ناصری اونکے کندھے پر رکھی جو خواجہ میر درد صاحب کے خاندان کی خاص علامت تھی اور لوگوں سے کہا خواجہ محمد نصیر صاحب مرحوم کی جگہ آپ اونکے سجادہ نشین ہوئے ہیں مگر مولوی یوسف علیصاحب کیطرف دلّی والے اصلا متوجہ نہوئے جب مومن خانصاحب نے دیکھا کہ یہ افسون بھی نہ چلا تو انہوں نے بیوی اور سالی کیطرف سے دعویٰ دایر کیا کہ ساری جائداد بارہ دری کی اور اوس کی متعلق خواجہ محمد نصیر صاحب کی ہے اس لئے ہمیں ملنی چاہیئے اور مقدمہ کی پیروی کے لئے میر تفضیل حسین وکیل کو مقرر کیا۔ میری نانی اور نانی رانڈوں کا اسوقت سوائے خدا کے کوئی مددگار نہ تھا

خواجہ ناصر امیر صاحب اوسوقت ناتجربہ کار اور اپنی ضروریات میں مبتلا تھے۔ بی امانی بیگم صاحبہ اور عمدہ بیگم صاحبہ نے جوابدہی کے لئے مغل جان وکیل کو ٹھیرایا پیروی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بارہ دری اور حجرہ یعنی خواجہ میر درد صاحب کا عبادتخانہ وقف ہو کر اون کے دعوے سے مستثنیٰ ہوگیا اور باقی جائداد کا دعویٰ اس بنا پر خارج ہوا کہ یہ تمام جائداد خواجہ محمد نصیر صاحب کی نہیں ہے بلکہ خواجہ میر درد صاحب کی متروکہ ہے چونکہ خواجہ میر درد صاحب کے خواجہ محمد نصیر صاحب نواسہ ہیں اسلئے اونکا چوتھائی حق نانا کے ترکہ میں سے ہوسکتا ہے اس پہلی نالش کے مصارف میں مومن خانصاحب کی بیوی اور سالی کے سکنی مکان فروخت ہوگئے اب انہوں نے دوبارہ چوتھائی کی نالش کی اور اس دعوے میں اونھیں کامیابی ہوئی اور میری پرنانی امانی بیگم صاحبہ اور عمدہ بیگم صاحبہ میری نانی کے پاس جو ہزاروں روپیہ کی جائداد تھی اوس میں سے چوتھائی انجمن النساء اور اشرف النساء کو ملگئی اور خرچہ کی زیرباری میں یہ دونوں مکان جواب میرے پاس ہیں اور میں نے برخوردار ناصر خلیق کو ہبہ کردئے ہیں اور برخوردار ناصر خلیق اونپر قابض ہیں اور وہ ایک مکان جو ان مکانوں سے ملحق ہے اور میرے بھتیجوں کے حصہ میں ہے۔ نیلام ہوگئے مگر میری والدہ نے اپنا زیور فروخت کرکے ان مکانوں کو خرید لیا تھا جب مومن خانصاحب نے دہلی میں اینٹ سے اینٹ بجالی تو انہوں نے پورب کی طرف توجہ فرمائی۔ مولوی یوسف علیصاحب کو ناصری گنج بھیجا تاکہ میر عبدالناصر صاحب پر نالش کرکے اپنی چوتھائی لے لیں مگر میر عبدالناصر نے بائیس کے بائیس گاؤں اپنی منکوحہ کے نام مہر میں لکھدئے تھے اسلئے مولوی یوسف علیصاحب کا پورب جانا بےسود ہوا اور وہاں اونکی آنکھ لگی

مگران حضرت کی چھیڑ چھاڑ سے میر عبد الناصر صاحب نے بی امانی بیگم صاحبہ
وغیرہ کے حصہ کا وہ جزوی روپیہ بھی دلی بھیجنا چھوڑ دیا جو اس سے پہلے
بھیجدیا کرتے تھے اور بی امانی بیگم صاحبہ اور میری نانی عمدہ بیگم صاحبہ کو بہت
تکلیف پہونچی - میری والدہ کی شادی ہو چکی تھی اسلئے امانی بیگم صاحبہ نے میرے
والد ماجد سے کہا کہ میاں اب ہم رانڈوں کے تم ہی والی وارث ہو اگرچہ تمہیں
سفر کی تکلیف اوٹھانی پڑے گی مگر تم ناصری گنج جاؤ اور میر عبد الناصر صاحب سے
میرا یہ پیغام دو کہ اس علاقہ میں بہت بڑا حصہ میرا ہے کیونکہ میں خواجہ میر درد
صاحب کی پوتی ہوں تم لوگ جو ادسے بے حلق نگلے جاتے ہو کیا ہمیشہ دنیا میں
ہی رہو گے خدا سے ڈرو اور بہت نہیں تو تہائی چوتھائی تو مجھے دو والد ماجد نے
خوشدامن صاحبہ کا کہنا کیا - ناصری گنج ضلع آرہ علاقہ سہسرام میں پہونچے اور
دو برس چار مہینہ وہاں رہے میر عبد الناصر صاحب نے میرے والد ماجد کے سامنے
ہی سو برس کی عمر کے قریب انتقال کیا میر عبد الناصر صاحب لاولد تھے اس
ضمن میں خواجہ ناصر امیر صاحب دلی سے ناصری گنج پہونچے اور نالش کے
تہیہ سے آرہ تشریف لے گئے اور ۱۶ ذلحجہ سنہ ۱۲۷۰ ہجری مطابق ۱۰ ستمبر سنہ ۱۸۵۴ء کو
ہیضہ کر کے آرہ میں فوت ہو گئے چونکہ یہ جائداد کثیر اور کئی لاکھ کی قیمت
رکھتی تھی اور سال تمام میں لاکھ روپیہ سے زیادہ لاخراج آمدنی تھی اسلئے
اس کے بہت سے دعوی دار تھے - خواجہ حسن جان صاحب خواجہ میرن جان
صاحب خواجہ سلطان جان صاحب ساکن عظیم آباد پٹنہ بھی مدعی تھے کیونکہ
ان صاحبوں کی مادر محترمہ جانی بیگم صاحبہ جو نواب حسین علیخان صاحب
کی اہلیہ تھیں وہ مولوی عبد الحی صاحب کی سگی بہن تھیں اور دو آخر مولوی
عبد الحی صاحب نے اپنی ان بہن کے نام بھی وصیت نامہ میں لکھے تھے مگر ان

صاحبوں کو بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اس ہنگامہ میں خواجہ حسن جانصاحب سے میرے والد ماجد کی ملاقات ہو گئی اور والد ماجد کو وہ اپنے سات عظیم آباد پٹنہ لیگئے اور والد ماجد کے سات ایسا سلوک اور ایسی مدارات کی جس طرح بزرگوں کو خوردوں کے سات سلوک اور مدارات لازم ہے والد ماجد کا جانا بھی ناصری گنج میں بے سود ہوا اور آپ رمضان سنہ ۱۲۷۲ ہجری میں دلی واپس آگئے اور حضرت بی امانی بیگم صاحبہ جو خواجہ میر درد صاحب کی پوتی اور فقیر فراق کی پرنانی تھیں ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۷۳ھ منگل کے دن بعارضہ فالج راہی ملک بقا ہوئیں اور آپ کا جنازہ بدستور صندوق میں بند کرکے خواجہ میر درد صاحب کی باغیچی میں دفن کیا گیا اور آپ کی صاحبزادی بی عمدہ بیگم صاحبہ جو میری نانی تھیں غدر میں بتاریخ ۳ صفر سنہ ۱۲۷۳ ہجری مطابق ۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۵۷ منگل کے دن دلّی سے نکل کر قصبہ حضرت نظام الدین اولیاء تک گئیں اور ہیضہ کرکے انتقال فرمایا اور باؤلی کی طرف درگاہ کے سامنے املی کے نیچے دفن کی گئین۔

گیارواں جام

خواجہ سید ناصر وزیر صاحب محمدی بن خواجہ سید ناصر امیر صاحب محمدی بن سید ہاشم علیصاحب ؒ ن

آپ سید ناصر امیر صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں اگرچہ آپ اپنے والد ماجد کی جگہ سجادہ نشین ہو سکتے تھے مگر مشایخ اور دلی کے روسلانے پھر بی امانی بیگم صاحبہ سے ان کے گدی پر بٹھانے کی اجازت لی اور انھیں سجادہ نشین کر دیا۔ خواجہ ناصر وزیر صاحب میں بچپن سے ہی رشد و سعادت کے آثار پیدا تھے اسلئے آپ نے خواجہ میر درد صاحب کی جگہ بیٹھ کر بڑی قابلیت دکھائی علاوہ خاندانی سلوک کے مولانا رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو حضرت میرزا جانجاناں کی خانقاہ میں سجادہ نشین تھے اور موسی زئی شریف جاکر اخون دوست محمد صاحب قندہاری قدس سرہ العزیز سے طریقہ مجددیہ نقشبندیہ اور چشتیہ سہروردیہ اور قادریہ نسبت کو بھی حاصل کیا فقہ حدیث بھی تحصیل کی خط نسخ میں حافظ امیر الدین صاحب دہلوی کے شاگرد تھے اور خدا نے آپ کے دست مبارک میں ایسا جوہر دیا تھا کہ خط نسخ و نستعلیق و شفیعہ و شکستہ و ناخن وغیرہ عجیب و غریب لکھتے تھے اور جو صناعی ہاتھوں سے متعلق ہے ایسی کرتے تھے کہ اس فن کے پیشہ ور آپکے سامنے کان پکڑ لیتے آپکے جسم میں زور اور طاقت خدا داد تھی آپ بہت لاغر اندام اور خوش صورت تھے آپ کی قوت و طاقت کو دیکھکر یقین آتا تھا کہ جناب علی مرتضی علیہ السلام میں قوت و طاقت جو بیان کی جاتی ہے وہ بالکل بجا ہے آپ نے دو حج کئے تھے اور مدینہ

شریف میں بھی دونوں بار حاضر ہوئے تھے آپ کی بہت سی کرامتیں زبانوں پر ہیں بارہ دری سے ملحق جو خواجہ میر درد صاحب کی مسجد ہے یہ بہت بوسیدہ ہوگئی تھی آپ نے ازسر نو اوسے بنوایا اور اوسے ایسا خوبصورت بنوایا کہ ابتک اوسے دیکھنے کے لئے معمار کاریگر آتے ہیں آپ کے وقت میں عرس بھی بہت اچھی طرح سب بزرگوں کے ہوتے رہے دوسرے حج سے جب آپ واپس ہوئے تو آپ کو اسہال شروع ہوگئے اور دلی پہونچکر اسہال کا بہت علاج کیا مگر آپ جانبر نہ ہوئے اور آپنے شعبان کی تاریخ ۱۲۹۸ھ کو انتقال فرمایا اور خواجہ میر درد صاحب کے پائیں میں دفن ہوئے مولوی الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی نے یہ تاریخ کہی۔

قطعہ تاریخ وفات خواجہ سید ناصر وزیر صاحبؒ

جب ہوئے ناصر وزیر راہی ملک بقا   سب ہوئے اندوہگیں شہر کے برناؤ پیر

دل نے کہا ہر جگہ پھبتی ہے چیز اک جدا   باغ میں نسرین و گل چرخ پہ مہر منیر

عیش میں شعر و غزل سوگ میں تاریخ مرگ

غیب سے آئی ندا   خلد میں ناصر وزیر

خواجہ سید ناصر وزیر صاحب کی اولاد

آپ کی شادی نواب امین الدین خانصاحب[1] جاگیردار لوہارو کی دختر نیک اختر سے ہوئی اور ان سے تین صاحبزادے تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ بڑے صاحبزادے کا نام سید ناصر خلیل عرف کلن تہا اور دوسرے کا نام سید ناصر سعید عرف ابن تھا چھوٹے صاحبزادہ کا نام سید ناصر وحید صاحب[1] ہے۔

حاشیہ ۱ افسوس کہ ۱۹۳۴ء کو میاں ناصر وحید صاحب بھی انتقال فرما گئے۔

خواجہ سید ناصر خلیل صاحب فوت ہوئے اور باغیچی میں آپ کا مرقد بنا
آپ کا صرف ایک لڑکا سید ناصر جلیل نام ہے جو اکثر دکن میں رہتا ہے سید ناصر سعید
صاحب بتاریخ رمضان المبارک ۱۳۲۲ ہجری انتقال کر گئے اور باغیچی میں
اوس دائرہ کے اندر جس میں خواجہ میر درد صاحب کا مزار پر انوار ہے مدفون ہوئے
خواجہ ناصر وزیر صاحب کی بڑی صاحبزادی جناب محی الدین صاحب کو بیاہی گئیں
اون کی اولاد موجود ہے وہ انتقال کر گئیں دوسری دختر خواجہ ناصر وزیر صاحب
کی مومن خاں کے نواسہ کو منسوب ہوئیں اور وہ بھی صاحب اولاد ہیں تیسری
بیٹی خواجہ ناصر وزیر صاحب کی شادی محمد سعید بیگ بن میرزا مہر علی بیگ ساکن شہر
دہلی کوچہ پنڈت سے ہوئی اور اونکے بھی ایک لڑکی اور دو لڑکے ہیں۔
خواجہ ناصر وزیر صاحب کے پاس چونکہ کوئی سکنی مکان نہ تھا اس لیئے وہ
ہمارے مکان میں کرایہ پر رہتے تھے اور تمام عمر آپ نے ہمارے ہی مکان میں
کاٹی۔ بعد اونکی وفات حسرت آیات کے خواجہ ناصر خلیل اور خواجہ ناصر سعید
میں مناقشہ ہوا اور اس مناقشہ میں خواجہ میر درد صاحب کا عبادتخانہ جو حجرہ
کہلاتا تھا وہ بک گیا اور بارہ دری جو اوسی عبادت خانہ کے سات وقف
تھی مکان مسکونہ بنالی گئی اور وہ نمود مٹادی گئی جس میں شاہان مغلیہ اور
سودا اور میر تقی اور میر سوز اور جملہ شعرا فقرا ارباب کمال بیٹھے تھے اور مذاکرہ
مشاعرہ کی محفلیں گرم ہوتی تھیں اب اوس بارہ دری کے محدود مکان میں
ناصر سعید صاحب کی اولاد رہتی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔۔

بارہواں جام

بارہواں جام صاحب فضل ویقین حضرت خواجہ سید امام الدین ناصری جانشین حضرت مولوی ناصر جان صاحب نور اللہ مرقدہما

خواجہ میر درد صاحب کے گھرانہ میں ایک یہ بھی دستور تھا کہ جہاں تک بن پڑتا تھا اپنی اولاد کا بیاہ اور شادی بیاہ آپس میں ہی کرتے تھے نہ بہو غیروں میں سے لاتے تھے نہ لڑکی غیروں میں دیتے تھے مگر جب مجبوری ہوتی تھی تو غیروں میں بھی تعلق پیدا کرتے تھے مگر شیخ سیدوں میں کیونکہ شیخ سید اصل میں ایک ہیں اون شیخ سیدوں کے حسب نسب کی خوب چھان بین کر لیتے تھے اون کی کرسی نامہ اور شجرہ دیکھ لیتے تھے۔ چنانچہ جب مولوی ناصر جان صاحب کی دختر عالی گوہر بی عمدہ بیگم صاحبہ تیرہ چودہ برس کی ہوئیں تو اون کی شادی کی فکر ہوئی خاندان میں کوئی لڑکا نہ ملا۔

اس واسطے غیر خاندانوں میں ایک شریف زادہ کی جستجو ہوئی مگر شرافت کے ساتھ دوسری شرط یہ بھی لگائی گئی کہ لڑکا ذی علم ہو کیونکہ عمدہ بیگم صاحبہ کو اونکے باپ نے قریب فضیلت کے علوم و فنون کی تعلیم دی تھی اونکے لئے شوہر بھی لایق فایق درکار ہوا اس بنا پر معلوم ہوا کہ مولوی سید قطب الدین بن سید شمس الدین صاحب پانی پتی صاحب ناصری کے فرزند ارجمند مولوی سید امام الدین صاحب ناصری شاہ عبدالعزیز صاحب کے رشتہ کے بھانجے ایسے ہی

اوصاف رکھتے ہیں اور اپنے ماموں شاہ عبدالعزیز صاحب کا خاندانی سلسلہ قادریہ ونقشبندیہ اور اپنے جد اعلیٰ حضرت امام ناصر الدین شہید سونی پتی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ درویشی بھی حاصل کئے ہوئے ہیں اسلئے مجھ فقیر ناصر نذیر فراق دہلوی کی نانی صاحبہ یعنی بی عمدہ بیگم صاحبہ کا عقد شرعی حضرت خواجہ سید امام الدین صاحب سے ہوگیا اس شادی کے بعد حضرت شاہ محمد نصیر صاحب اور خواجہ محمد ناصر جان صاحب نے سید امام الدین صاحب سے کہا اگرچہ ماشاء اللہ تم اپنی ددھیال ننھیال کے دو سلسلہ فقر حاصل کر چکے ہو مگر ہماری خوشی ہے کہ تم ہمارے جد مکرم خواجہ میر درد صاحب کے طریقہ محمدیہ کو بھی سیکھ لو آپ نے اپنے ددیا سسرے اور اپنے سسرہ کے فرمانے کو تسلیم کیا اور سلوک محمدیہ نقشبندیہ کو کماحقہ حاصل فرمایا چونکہ ان چند جملون کے لکھنے سے سید خواجہ امام الدین صاحب کی شرافت ذاتی واضح نہیں ہوتی اس لئے فقیر فراق آپکے نسب کو کسی قدر تفصیل کے سات بیان کرتا ہے۔

شجرہ

جناب ولایت مآب امام سید عبداللہ المدعو بناصر الملت والدین شہید سونی پتی بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید کربلا علیہم السلام

سید امام الدین صاحب حضرت امام ناصر الدین صاحب سونی پتی کی اولاد میں سے ہیں اور امام ناصر الدین صاحب فرزند دلبند ہیں امام باقر علیہ السلام کے وہ فرزند ارجمند ہیں امام زین العابدین علیہ السلام کے امام صاحب کا مزار سونی پت میں زیارتگاہ خاص و عام ہے امام صاحب کے سونی پت آنے کی یہ وجہ ہوئی کہ انکے والد بزرگوار امام باقر علیہ السلام کے پانچ صاحبزادہ تھے ایک امام جعفر صادق علیہ السلام

دوسرے امام عبداللہ ناصرالدین سونی پتی تیسرے سید عبیداللہ چوتھے سید ابراہیم پانچویں علی کذا فی تاریخ الانساب الافق المبین۔

مادر سید عبداللہ ناصرالدین سونی پتی کی دختر ہیں حکیم بن سفیان کی امام باقر علیہ السلام جب مدینہ شریف سے نیشاپور تشریف لائے تو امام ناصرالدین صاحب اوسوقت دو برس کے تھے اور اپنی مادر مہربان کی گودی میں پرورش پاتے تھے امام باقر علیہ السلام نیشاپور میں مقیم تھے جو آپ کے دل میں صاحبزادہ کی یاد کا ایک جوش اوٹھا اور امام ناصرالدین صاحب کی جدائی نے بیقرار کر دیا آپ نے ایک خط اپنی بیوی صاحبہ کے نام اس مضمون کا لکھا کہ اگرچہ ڈھائی تین برس کے بچّہ کو کائے کوسوں بلانا مصلحت کے خلاف ہے مگر میں برخوردار ناصرالدین کے دیکھنے کے لئے سخت بیچین ہوں اور اس میں درپردہ کوئی حکمت الٰہی ہے تم اپنی چھاتی پر پتھر رکھو اور اپنے لخت جگر سید عبداللہ ناصرالدین کو معہ اوسکی دایہ کے اس قاصد کے ہمراہ میرے پاس نیشاپور بھیجدو امام باقر علیہ السلام کی بیوی نے شوہر کے حکم کی تعمیل کی اور امام عبداللہ ناصرالدین کو معہ دایہ کے نیشاپور روانہ کر دیا جب یہ لوگ مدینہ سے عراق میں پہونچے اور کشتی میں سوار ہوکر خلیج عجم میں چلے تو دریا میں طوفان آیا اور امام صاحب کی کشتی پلٹ کر شہر واسط کے قریب پہونچکر ٹوٹ گئی اور امام صاحب اپنی دایہ کے سات کشتی کے ایک تختہ پر بیٹھے رہگئے اور عمدۃ التجار محمد اسمٰعیل واسطی آپ کو اور آپ کی دایہ کو دریا سے نکال کر شہر واسط میں لایا اور اپنے گھر میں بیٹھکر اوس نے دایہ سے پوچھا کہ یہ بچہ کسکا ہے اور تو اس کی کون ہے دایہ نے کہا میرا نام حلیمہ ہے اور یہ صاحبزادہ امام باقر علیہ السلام کے فرزند ہیں انکا نام عبداللہ ہے۔ اور ان کے والد بزرگوار نے اس طرح مدینہ سے نیشاپور بلایا تھا اور قضا و قدر

اس طرح مجھے اور انھیں یہاں لائی ہے اگر تجھے میرے کہنے کا یقین نہ ہو تو یہ
مہر ہے امام باقر علیہ السلام کی اور یہ آپ کی تلوار ہے جو آپ نے مدینہ سے طلب
کی تھی اور میں نیشاپور لئے جاتی تھی یہ دو نشانیاں دیکھ کر عمدۃ التجار کو حلیمہ کے
بیان کا یقین ہو گیا اور اوسنے دایہ سے کہا تم خوب جانتی ہو زمانہ سادات کا
تشنہ خون ہے اس لئے تم اس راز کو اب کسی اور سے شہر واسط میں نہ کہنا
جب موقع ہو گا میں تمہیں اور صاحبزادہ کو خود ان کے والد ماجد کی خدمت میں
پہونچا دونگا۔ مگر کچھ ہی دن کے بعد عمدۃ التجار کا خیال امام صاحب کی نسبت بدلا
اور اُس نے یہ چاہا کہ انھیں تمام عمر اپنے پاس رکھوں اور ان کے والد ماجد کے
پاس نہ پہونچاؤں اس واسطے وہ جب تجارۃ کے لئے سفر کرتا تو خواہ مخواہ آپکو
اور آپ کی دایہ کو سات لیجانے کی تکلیف دیتا اور سات لیجانے سے اوس کی
یہی غرض تھی کہ مبادا میری غیبت میں دایہ اس بات کو افشا کر دے اور امام
زادہ کے حامی واسط میں پیدا ہو جائیں ایک بار صاحبزادہ عمدۃ التجار کے سات
سفر میں تھے اور قافلہ ایک پرخوف میدان سے گذر رہا تھا جو راہزنوں کی ایک فوج نے آن لیا اور قافلہ لٹنے
لگا اور قریب تھا کہ ڈاکو کشت و خون بھی کریں کہ ایک غیبی آواز نے کہا قافلہ والو تم اصلا نہ گھبراؤ تمہارے
درمیان سید عبداللہ ناصر الدین امام زادہ ہے اوس کے قدموں کی برکت سے تمہارا بال بھی بیکا
نہ ہو گا اور رتی بھر مال بھی دشمن نہ لیجا سکینگے وہ دیکھو حیدر کرار اپنی فوج لئے
اپنے پوتے کی مدد کے لئے تشریف لا رہے ہیں اور اہل قافلہ اور ڈاکوؤں
نے دیکھا کہ فی الواقع ایک بہت بڑا لشکر اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑائے
ادہر چلا آتا ہے اور ایک سردار خورشید رو ابلق گھوڑے پر سوار آگے آگے
ہے۔ قزاق اس لشکر کو دیکھ کر سرپٹ پٹائے اور جو مال لیا تھا وہ بھی پھینکدیا
اور بھاگ گئے۔ قزاقوں کے بھاگنے کے بعد وہ لشکر بھی رک گیا اور باگیں

موڑ کر دوسری طرف کو چلدیا اور اب سب قافلہ اور خصوصا اہل واسط پر یہ راز کھل گیا کہ عمدۃ التجار کے پاس جو لڑکا ہے وہ خانوادہ نبوت کا گوہر بے بہا ہے اور امام باقر علیہ السلام کا فرزند ہے اور آپ کی عظمت سب کے دل میں بیٹھ گئی اور آپ کے اس اعجاز کو ابن ابوالخیر شافی سفیر واسطی نے امام ابوالفضل کے حوالہ سے تاریخ فضلی میں نقل کیا ہے اور اس شخص نے آپ کی بہت سی کرامتیں اس کتاب میں نقل کی ہیں جو بہ لحاظ طوالت یہاں نہیں لکھی گئیں۔ جب آپ اس سن شعور کو پہونچے تو عمدۃ التجار نے آپ کے لئے مُلّا محمد بن مبارک بغدادی کو جو فاضل اجل تھے اوستاد تجویز کیا اور محمد بن مبارک نے چند ہی روز میں اپنے شاگرد امام صاحب کی بیشمار کرامتیں دیکھیں اور اوسنے جابجا اون کرامتوں کو لوگوں کے سامنے بیان کیا عمدۃ التجار اور واسط والوں نے جان لیا کہ محمد بن مبارک اس بھید کو کھولنا چاہتا ہے اور بھید کھلتے ہی یہ چشمۂ فیضان ہم سے چھن جائیگا اور امام باقر علیہ السلام آگاہ ہوکر خدا جانے ہمپر کیا بلا نازل کرینگے اس لئے ملا محمد بن مبارک کو قتل کر دینا مناسب ہے محمد بن مبارک بھی اونکی بدنیتی کو تاڑ گیا اور وہ واسط سے بھاگ گیا چنانچہ وہ مدینہ پہونچا اور امام باقر علیہ السلام کو اس بات سے خبردار کرنا چاہا مگر معلوم ہوا کہ حضرت امام یعقوب علیہ السلام کی طرح فراق فرزند میں روتے روتے راہی ملک بقا ہوئے اسواسطے اوس نے یہ سارا قصہ آپ کے بھائی سید امام جعفر صادق علیہ السلام کے روبرو بیان کیا بھائی کی مصیبت سنکر حضرت جعفر صادق علیہ السلام زار و قطار روئے اور قاصد کو خط دیکر واسط عمدۃ التجار کے پاس بھیجا خط میں لکھا تھا کہ تم نے بہت بُرا کیا کہ سید عبداللہ کو اتنی مدۃ چھپائے رکھا اب مناسب ہے کہ فوراً اوس لوز العین کو

میرے پاس بھیجدو ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہو عمدۃ التجار خط کو پڑھکر کانپ گیا اور آپ کو بہت احترام کے ساتھ ان کے برادر مکرم کے پاس روانہ کیا جب آپ مدینہ پہونچے تو سارا مدینہ امنڈ آیا اور خاندان نبوی میں انھیں دیکھکر وہ آہ وزاری ہوئی کہ معرکہ کربلا آنکھوں کے سامنے آگیا آپ ایک مدۃ تک مدینہ میں رہکر بالہام الٰہی بھائی صاحب سے رخصت ہوکر ایران کی طرف چلے گئے اور مشہد کے پاس ایک گاؤں میں جسکا دامان نام تھا جاکر ٹھہر گئے اور اسے اپنا وطن بنالیا اور ایک کیا کیقبادی شاہزادی سے اپنا عقد کیا اور اوس بادشاہزادی کے بطن پاک سے اس تفصیل کے سات اولاد ہوئی۔ ابوالاشجع دوسرے قاسم اسمٰعیل تیسرے حسین ذوالاشہب فرزند بیٹے چوتھی۔ بی بی امنیہ۔ دختر نیک اختر جسوقت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بھائی کی خانہ آبادی کا حال معلوم ہوا تو آپ نے اپنے بھانجہ سید ابراہیم کو بہت سے تحفہ تحائف دیکر دامان بھیجا اور مبارکباد کا خط لکھا آپ سید ابراہیم کو دیکھکر اور بھائی کی بھیجی ہوئی چیزوں کو لیکر جو ایک قسم کا تبرک تھا ازبس شاد ہوے اور سید ابراہیم صاحب کو آپ کی صحبت ایسی پسند آئی کہ آپ بھی اپنے ماموں سید عبداللہ امام ناصرالدین صاحب کے پاس دامان میں رہ پڑے اور ان کی شادی بھی ایک بادشاہزادی سے ہوگئی اور اون کے بطن سے سید ابراہیم صاحب کے گھر میں یہ اولاد ہوئی۔ ابوعبداللہ ایک۔ ابو عبدالرحمن دو فرزند بی بی خدیجہ۔ صاحبزادی دامان میں۔ یہ خاندان عالی شان اپنا وقت چین سے گزار رہا تھا جو ایک دن سید عبداللہ امام ناصرالدین علیہ السلام نے نماز صبح کے بعد سید ابراہیم سے کہا میں نے شب کو خواب میں دیکھا کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار گرم ہے اور تمام صحابہ موجود ہیں اور میں

اور تم بھی ایک گوشہ میں دست لبستہ حاضر ہیں اور یہ مسئلہ اوس بزم میں زیر بحث
ہے کہ ساری عبادتوں میں کونسی عبادت بہتر اور بڑھ چڑھکر ہے جو حضرت عمر
خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ لیس العبادۃ مثل الشہادۃ یعنی فضیلت اور
بہتری میں کوئی عبادت شہادۃ کو نہیں پہونچتی اور حضرت علی مرتضی علیہ السلام
نے فرمایا عمر آپ کا کہنا بالکل بجا ہے جب اُس خواب کو امام ناصر الدین صاحب
کہہ چکے تو سید ابراہیم صاحب نے کہا حضرت بالکل یہی خواب میں نے بھی آنکھوں
دیکھا ہے امام صاحب نے فرمایا ہمارے تمہارے رویائے صادقہ ہیں اور ہمارے
بزرگوں کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم تم دونوں ملکر اللہ کے رستہ میں جان
دیں سید ابراہیم نے کہا بیشک حضرات کی مرضی یہی معلوم ہوتی ہے اور اوسی
دن سے ان دونوں صاحبوں نے جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری شروع کی
اور کچھ فوج ملازم رکھنے لگے اور اپنے بڑے بھائی امام جعفر صادق علیہ السلام
کو اپنے اس ارادہ سے عامر بن نوفل اور ابو ظفر اور ہلال بن اسمٰعیل واسطی
کی معرفت آگاہ کیا امام جعفر علیہ السلام نے خط پڑھکر اور ان صاحبوں کا بیان
سنکر بہت افسوس کیا اور فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ کی مشیت ٹل نہیں
سکتی ہے اور اپنے صاحبزادہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کو مع کچھ سامان
اور اسباب کے آپ کے پاس دامان بھیجا اور حضرت موسیٰ کاظم چند روز
اپنے عم بزرگوار امام ناصر الدین کی خدمت بابرکت میں رہکر اپنے والد کے
پاس چلے گئے ان کے جانے کے بعد امام ناصر الدین صاحب نے جہاد کا
مشورہ کیا اور یہ فرمایا کہ شہادت کیونکر حاصل کی جائے اور ہمیں کدہر جانا
جانا چاہیئے سب اصحاب کی یہ رائے ہوئی کہ اس کام کے لئے سرزمین
ہندوستان بہت موزوں ہے قنوج کے راجہ سے مقابلہ کیجئے اور راجہ

شہادت لیجئے اور جب یہ قرارداد ہوگئی اور آپ ہندوستان کیطرف اپنا لاؤلشکر لیکر چلدیے جب غزنی کے مقام پر پہونچے تو آپ کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کیا اور کہا ہم اپنا سر کٹوانا ضرور نہیں جانتے ہمیں ہمارے وطن جانیکی اجازت دیجیے آپ نے فرمایا شوق سے اپنے وطن کو جاؤ میں تمہارے بھروسہ پر نہیں چلا ہوں فوج آپ کو چھوڑ کر واپس ہوئی اور آپ کے ہمرکاب صرف چھیاسٹھ یار وفادار جان نثار رہ گئے فقیر فراق کے پاس ان ۶۶ حضرات کے نام جدا جدا مرقوم ہیں مگر بسبب طول بیجا کے یہاں نہیں لکھے ہیں۔ آپ اپنے ان رفیقوں کو لیکر بڑھے اور چلتے چلتے دریائے سندھ کے کنارہ پر آن پہونچے دریا کے قریب ایک ریاست تھی اور وہاں کا راجہ بہت عاقل و ہوشیار شخص تھا وہ آپ کے لشکر میں آکر آپ سے ملا اور آپ کی شان و شوکت کو دیکھ کر آپ کا عقیدت مند بنگیا اور آپ کی مع آپ کے لشکر کی دعوت کی اور جب آپ اوس سے رخصت ہوئے تو اوس نے پوچھا کہ آپ ہندوستان کس غرض سے تشریف لئے جاتے ہیں آپ نے جواب دیا ہم سوداگر ہیں اور عربی گھوڑوں کی تجارت کرتے ہیں سنا ہے راجہ قنوج عرب کے گھوڑوں کا بڑا قدردان ہے اس لئے قنوج کا قصد ہے یقین ہے کہ راجہ سے اپنے گھوڑوں کی اچھی قیمت وصول کریں اسی طرح چلتے چلتے آپ ۱۴۶ھ ہجری ذلحجہ کی آخر تاریخوں میں قصبہ سونی پت پہونچگئے اور سونی پت میں جہاں فی زمانہ مشہد شہدا ہے آپ نے قیام کیا اس مقام کے پاس ایک بت خانہ تھا اس قصبہ کا حاکم ارجن دیو نام ایک راجہ تھا جو دلی کے راجہ کا داماد تھا اوس کے وزیر کا نام لیمان رائے تھا اس وزیر کا محل اس بت خانہ کے قریب واقع ہوا تھا اور لیمان رائے

بت خانہ کا متولی بھی تھا۔ یہ بت خانہ شہاب الدین غوری کے عہد تک سلامت
تھا اس بت خانہ کی ہندوستانیوں کی نگاہ میں بڑی وقعت تھی اور دور
دور سے جاترا کے لئے آتے تھے سب سے پہلے وزیر کو امام صاحب کے یہاں
خیمہ زن ہونیکا حال معلوم ہوا اور اوس نے رات میں ہی ارجن دیو کو آپکے
ٹھیرنے کی اطلاع کی راجہ نے فوراً چند آدمی آپ کی خدمت میں بھیجے اور
دریافت کیا کہ آپ مسلمان ہیں ہمارے ملک میں کیوں آئے ہیں ملک
جوہر نام ایک رفیق حضرت کے ہندی زبان خوب جانتے تھے وہ ترجمان
ہوئے اور انہوں نے حضرت کی طرف سے جواب دیا کہ ہم سوداگر ہیں اور
گھوڑہ بیچتے ہیں قنوج کا قصد ہے وہاں کے راجہ کے ہات گھوڑے
فروخت کرینگے اور قیمت خاطر خواہ لیں گے۔ راجہ کے آدمیوں نے
جاکر راجہ کی خدمت میں سارا حال کہا اور حضرت کے طویلہ کے گھوڑے
جو دیکھ گئے تھے اون کی اپنے آقا کے سامنے اس قدر تعریف کی کہ وہ بغیر دیکھے
فریفتہ ہو گیا اور اوس نے امام صاحب کو کہلا بھیجا کہ آپ قنوج جانے کی
کیوں تکلیف اوٹھائیں ہم بھی آپ کے گھوڑوں کو دیکھ کر اور پسند کرکے
جو کچھ آپ قیمت مانگینگے دیدینگے اور آپ کو خوش کردینگے آپنے اوسکے
جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ مہاراجہ قنوج کے رتبہ کو نہیں پہونچ سکتے وہ
مہاراجہ ہے اوس کے برابر آپ ہمارے گھوڑوں کی کبھی قیمت نہ دے
سکینگے اس لئے ہم آپ سے سودا کرنا مناسب نہیں جانتے ہم سیدھے
قنوج جائینگے۔ ارجن دیو کو امام صاحب کی یہ باتیں بُری لگیں اور
اوسنے اپنے وزیر سے کہا میں ان مسلمانوں سے ضرور گھوڑے لونگا۔ اور
اگر یہ خوشی سے نہ دینگے تو تلوار کے زور سے چھین لونگا اور اوس نے

کئی سو سپاہی حضرت کے قافلہ کی نگرانی کے لئے فوراً بھیجدئے تاکہ آپ رات کو چپکے سے چل نہ دیں اور خود صبح ہی اپنے مصاحبوں سمیت حضرت کے خیمہ گاہ پر آیا اور آپ کے جمال روشن اور آپ کے یاروں کی نورانی صورتیں دیکھ کر شگفتہ ہو گیا۔ حضرت امام بھی بہت خلق سے ملے ارجن دیو نے کہا ذرا مجھے اپنے گھوڑے دکھا دیجے آپ اوس کے سات ہو لئے اور سب گھوڑے اوسے دکھائے جنھیں دیکھ کر وہ لوٹ ہو گیا اور اوسنے کہا آپ جو کچھ فرمائیے وہ میں ان گھوڑوں کی قیمت دونگا آپنے اوسے وہی رات کا جواب دیا کہ ہم اپنا مال سوائے قنوج کے راجہ کے کسی کے ہات نہیں بیچینگے راجہ رنجیدہ ہو کر چلا آیا اور اوس نے اپنے مصاحبوں سے کہا یہ مسلمان بڑے ضدی معلوم ہوتے ہیں میں ان کا محاصرہ کرواتا ہوں اور وزیر کو حکم دیا کہ مسلمانوں کے خیموں کے چاروں طرف گھیرا ڈالدیا جائے اور ہماری فوج اس طرح اونھیں گھیرے کہ ایک چڑیا بھی کارواں کے ڈیروں سے نہ نکلنے پائے مجھے دیکھنا ہے یہ لوگ میرے لشکر سے کیونکر عہدہ بر آ ہوتے ہیں اور قنوج کیسے جاتے ہیں اس معاملہ کو دیکھکر امام صاحب نے سید ابراہیم سے کہا ارجن دیو اب ہمیں آگے قدم نہ اُٹھانے دیگا اوسنے ہم پر آمد و شد کے دروازہ بند کر دئے گئے ہیں مگر ہمیں آمد و شد سے کیا بحث ہماری غرض شہادت ہے۔ قنوج میں ہو یا سونی پت میں۔ اور کیا عجب ہے کہ قلم قدرت نے اسی سرزمین پر ہماری شہادت لکھی ہو اب ہمیں قنوج جانے کا خیال چھوڑ دینا چاہیئے اور سونی پت میں ہی اپنا مدعا حاصل کرنا چاہیئے۔ سید ابراہیم نے کہا بالکل بجا ہے اور صبح ہوتے ہی میدان کارزار کو گرم کریں اس مشورہ کے بعد آپکے سب رفیق شوق

شہادۃ میں اپنے اپنے ہتیاروں کو درست کرنے لگے اور رات بھر یاد الہی میں مشغول رہے یہانتک کہ سحر نے اپنا گریبان چاک کیا اور آپ نماز سے فارغ ہوکر مع اپنے رفیقوں کے میدان جنگ میں آگئے یہ خاص محرم الحرام کی دسویں تاریخ تھی اور آل محمد کو عرصہ کربلا کا واقعہ یاد دلارہی تھی۔ اس میدان میں امام علیہ السلام کے داہنے ہات کی طرف ایک اونچی جگہ تھی آپنے اپنا علم سیاہ ایک نوجوان کو دیا اور فرمایا برادر گاڑدے اس اسلامی جھنڈے کو کفر کے کلیجہ پر اور اوس ٹیلہ کی طرف اشارہ کیا وہ نوجوان اوس علم سیاہ کو لیکر اوس ٹیلہ پر پہونچا اور جب اوسنے جھنڈا گاڑدیا تو چلاکر کہا مینے اسلام کا جھنڈا اپنے مولی کے حکم سے ہندوستان میں قیامت تک کے لئے مضبوط گاڑدیا اس پر آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے زور سے تکبیر کہی اور پھر فرمایا مبارک مبارک اسکے بعد آپ نے فوج سے آگے بڑھکر اور ارجن دیو کا نام لیکر حجت کو پورا کیا۔

ارجن دیو بھی اپنی جرار فوج لئے حاضر تہا۔ بس لڑائی چھڑ گئی۔ مسلمان شہادۃ پر تلے ہوئے تھے اس لئے انھوں نے حملہ ایسا سخت کیا کہ راجہ کی فوج کے پاؤں اوکھڑ گئے۔ راجہ ارجن دیو زخمی ہوا اور دو گھڑی میں اوس کا کام تمام ہوا اور رات آگئی۔ ارجن کی ہلاکت سے اوس کی قوم میں ہلچل مچگئی اور رات بھر میں دور دور قاصد دوڑادئے گئے تاکہ ادہر اودہر کے لوگ راجہ کی مدد کے لئے آجائیں دوسرے دن گیارہویں محرم الحرام کو طلوع آفتاب کے بعد ہرہر دیو جو راجہ ارجن کا بھائی یا بیٹا تھا اور کلیان راؤ کرنال کا راجہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آن پہونچے اور لڑائی شروع ہوگئی۔ کلیان راؤ کو فنون سپہ گری میں بڑا دخل تہا اوسکا سید ساح

سے مقابلہ ہوا اور کلیان رائو نے اپنے کرتب خوب دکھائے مگر سید رماح کی شمشیر خارا شگاف نے اوسے دو ٹکڑے کر دیا اور اوس کی فوج میدان چھوڑ کر چلدی مگر ہر دیو کی فوج نے سید رماح کو چاروں طرف سے گھیرلیا متہر زلال نہاوندی اور فریدون کیانی سید رماح کی مدد کو پہونچے اور گھوڑوں سے کود پڑے اور تلوار لیکر چلے تو سو کے قریب دشمن تہ تیغ کئے مگر سید رماح اور متہر زلال اور فریدون کیانی اور متہر حمزہ اور شہاب نوفلی اس معرکہ میں شہید ہو گئے۔ اور امام صاحب کے متعدد ہمراہی جو مخالفوں کے تعاقب میں سرحد کیری تک گئے سب کے سب شہید ہو گئے شہاب محدث اور ارغول کی پاکنڈی ہر کرن کے بھتیجے سے مدبھیڑ ہو گئی اور اون کی مدد کے لیئے قانون طویل اور حاجب علوی وغیرہ پہونچے اور ہر کرن کا بیٹا نند کرن اونکے پیچھے سے اون پر حملہ آور ہوا یہ حضرات دشمنوں کو مارتے مارتے دور لیسی تک چلے گئے اور سب کے سب شہید ہو گئے ملک جوہر حنیف زخمی ہوئے اور رفیقوں سے دور جا کر گھوڑے سے گرے اور راہی ملک بقا ہوئے۔ الغرض گیارہویں محرم کی شام تک دو ثلث امام صاحب کے یار وفادار شہید ہو چکے تھے چونکہ قبریں پہلے ہی روز کھودلی گئیں تھیں اور ایک غار گنج شہیدان بھی مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں سے بنالیا تھا اس لیئے جو جو حضرات شہید ہوتے جاتے تھے اون کے رفیق موقع موقع سے قبریں سلاتے جاتے تھے ۱۲ ویں محرم ۲۶ھ ہجری کو امام سید عبداللہ ناصر الملت والدین اور حضرت واجب التعظیم سید ابراہیم مع اپنے دوستوں کے پھر دشمنوں کے مقابلہ میں آئے اور ایک ہزار پینتیس مخالفوں کو قتل کر کے خود بھی خاک وخون کی منزلیں طے کر کے شہید کہلائے

اور سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے
ہندوستان کا دروازہ کھول گئے جب تک ان صاحبوں میں سے ایک دو
بھی زندہ تھے وہ اپنے شہید ساتھیوں کو گنج شہیداں میں پہونچاتے رہے اور
باقی جو بے یار و مددگار مقتول ہوئے تھے اونھیں خدا کے اون ہاتھوں نے
جنھوں نے کربلا کے شہیدوں کو مرقدوں میں سلایا تھا ان کی منزل گاہ میں
پہونچایا میں نے اس واقعہ کو قصر عارفان سے نقل کیا ہے قصر عارفان
اوس تذکرہ کا نام ہے جو سید احمد علی صاحب خیر آبادی نے فارسی میں
لکھا ہے اور سید احمد علی صاحب مرید اور خلیفہ ہیں حافظ سید محمد علی صاحب
خیر آبادی کے اور وہ خلیفہ ہیں حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ
علیہم اجمعین کے اور امام صاحب کا حال شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی
نے اپنی کتاب انفاس العارفین میں ضرور تا کیا ہے کیونکہ شاہ صاحب
موصوف کے بزرگوں کی ننہیال بھی حضرت امام ناصر الدین صاحب کی
اولاد سے وابستہ ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب انفاس العارفین میں
فخریہ لکھتے ہیں کہ میرے نانا کے مورث اعلیٰ امام ناصر الدین شہید سونی پتی
ایسے مقبول بارگاہ ہیں کہ ابتک آپ کے مزار سے فیض کا دریا جاری ہے
میری ننہیال کے خاندان میں سے ایک بزرگ ہیں شیخ عبد الغنی
جو جلال الدین اکبر کے زمانہ میں گزرے ہیں اور جلال الدین اکبر
اونکے کمالات و زہد کا ازبس معتقد تھا مگر جسوقت سے اکبر اعظم کی طبیعت
مذہب کی طرف سے بدل گئی تھی شیخ عبد الغنی صاحب نے اوس سے
ملنا چھوڑ دیا تھا اور اس ضمن میں شاہنشاہ اکبر کو چتوڑ گڑھ کے فتح کا
خیال دامنگیر ہوگیا تھا وہ چتوڑ گڑھ پر متواتر لشکر بھیج رہا تھا اور خود بھی

وہاں گیا تھا مگر چتوڑ گڑھ کسی طرح فتح نہ ہوتا تھا اور اکبر کی فوجیں ضایع ہو رہی
تھیں اور بادشاہ نہایت پریشان خاطر رہتا تھا اسی جنگ وجدال کے
زمانہ میں شیخ عبدالغنی صاحب امام ناصرالدین صاحب کی درگاہ میں سونی پت
آکر معتکف ہوئے تھے ایک شب آپ نے عالم بیداری میں دیکھا کہ درگاہ کے
باہر سے بہت سے سپاہی مسلح اور ہاتوں میں قلعہ شکنی کے اوزار لیے ہوئے
اور مشعلیں جلائے ہوئے درگاہ میں آئے اون سپاہیوں کے آگے اونکا
سردار بھی کچھ آلات اپنے ہات میں لئے ہوئے تھا جب وہ سردار روضہ امام
صاحب کے مقبرہ میں داخل ہوا تو مزار شریف پھٹ گیا وہ سردار نورانی
اوس مزار میں اور اوس کے پیچھے اوسی مزار میں اوس کے ساتھی گھسنے
لگے۔ جو لوگ باہر تھے اون سے شیخ عبدالغنی صاحب نے پوچھا آپ کون لوگ
ہیں اور یہ کیا معاملہ ہے اون میں سے ایک صاحب نے کہا ہم لوگ شہدا
ہیں اور ہمارے آقا نامدار امام ناصرالدین صاحب اسوقت چتوڑ گڑھ فتح
کرنے گئے تھے اور ہمیں سات لے گئے تھے خدا کے فضل سے ہم نے وہ قلعہ
فتح کر لیا اور شاہنشاہ اکبر کے حوالہ کیا اب وہاں سے واپس آرہے ہیں شیخ
عبدالغنی صاحب نے صبح ہی ایک خط اکبر اعظم کو لکھکر قاصد کے حوالہ کیا۔
خط میں لکھا کہ میں نے شب کو جاگتے میں یہ تماشا دیکھا ہے امید ہے کہ عنقریب
چتوڑ گڑھ فتح ہو جائیگا آپ اپنے دل میں تردد و پریشانی کو راہ نہ دیجے۔
چنانچہ شیخ کے لکھنے کے بموجب جلد چتوڑ گڑھ پر اکبر اعظم کا قبضہ ہو گیا اور
اس کے شکریہ و نیاز میں بارہ گاؤں حضرت امام ناصرالدین صاحب کی
درگاہ کے نذر کئے اور اون گاؤں کا متولی شیخ عبدالغنی صاحب کو کیا۔
حضرت سید محمود بجار صاحب ہاڑ گوڑے کے راجہ جنکا مزار دہلی میں بارہ پلہ

کے پاس بنا ہوا ہے امام صاحب کی ہی اولاد ہیں جنکی تعریف میں کہا گیا ہے

گلشن ہند زفیض قدمت یافت بہا   سرو گلزار نبی سید محمود بہار

غیاث الدین بلبن اور شاہنشاہ اکبر نے چاہا تھا کہ امام ناصر الدین
صاحب کے مزار پر ایک عالی شان مقبرہ بنائیں مگر ایما ہوا کہ ہرگز ایسا نہ کرنا
یہاں قدم قدم پر شہدا آرام فرما رہے ہیں اور یہاں کی خاک کا ہر ذرہ خون
شہیداں کا یاقوت بنا ہوا ہے کن ہاتوں کی تاب وطاقت ہے جو انھیں
ادہر سے ادہر کرے۔ جب امام صاحب کی شہادت کی خبر وہاں میں پہونچی
تو آپ کے صاحبزادوں اور سارے گھر والوں نے رو رو کر قیامت برپا کی
مگر فوراً سونی پت آنا مناسب نہ سمجھا چار برس کے بعد آپ کے تیسرے فرزند
سید حسین ذوالاشہب مع شریف ابوالبرکات اور خواجہ عبدالرحمٰن
اور بلال کے سونی پت آئے اور ایک سال سے زیادہ سونی پت میں ٹھہر کر
اور مزارات کی درستی کر کے واپس خراسان کو چلے گئے جب مسلمانوں کا
پورا تسلط ہندوستان میں ہو گیا تو آپ کی اولاد ولایت خراسان سے
سونی پت میں آبسی اور اب ماشاء اللہ متعدد گھران سادات عالی مقام کے
سونی پت میں موجود ہیں یہ حضرت سید عبداللہ ناصر الدین امام عالی مقام
میرے نانا میر امام الدین صاحب کے مورث اعلیٰ ہیں۔ میر امام الدین صاحب
کی صاحبزادی ہیں میری والدہ صاحبہ محترمہ شمس النساء بیگم صاحبہ جو بی بی
عمدہ بیگم صاحبہ بنت مولوی ناصر جان کے بطن سے پیدا ہوئیں جب مولوی
ناصر جان صاحب اپنے والد ماجد شاہ محمد نصیر صاحب کی زندگی
میں فوت ہو گئے تو شاہ محمد نصیر صاحب نے چاہا کہ بیٹے کے داماد کو اپنا
جانشین بنائیں اور لکھ جائیں کہ میرے بعد میر الپت داماد میرے سجادہ پر

بیٹھے اور خواجہ میر درد صاحب کے سب مریدین و معتقدین ان سے رجوع کریں
مگر میرے نانا صاحب نے دست بستہ کہا کہ حضرت مجھے معاف کیجیے تین بار میں
نہیں اٹھا سکتا۔ ایک سلسلہ تعلیم و تعلم کا شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاندان سے
مجھے پہونچا ہے اوس سے مجھے فرصت نہیں ہوتی پھر اسی خاندان کا سلسلہ درویشی
مجھسے متعلق طالبوں کو یہ بھی سکھاتا ہوں پھر اپنے جد اعلی امام ناصر الدین شہید کا
سلسلہ آبائی میرے سر ہے اب سب کو چھوڑ کر اس طریق محمدیہ کی کیونکر اشاعت
کروں آپ نے جب اس خدمت کو نقبول فرمایا تو بعد وفات شاہ محمد نصیر
صاحب کے بی امانی بیگم صاحبہ خواجہ میر درد صاحب کی پوتی یعنی شاہ
محمد نصیر صاحب کی بہو صاحبہ نے میاں ناصر امیر صاحب کو گدی پر بیٹھا دیا۔
نانا صاحب عربی کے بڑے ادیب اور شاعر تھے اور آپ کا ایک دیوان
عربی کا اور ایک دیوان فارسی کا اور ایک فارسی کا اور اردو کا کلام سب
غدر میں ضایع ہوا اردو میں آپ شاہ محمد نصیر صاحب کے شاگرد تھے
اور اونکی خوشنودی اور ادب کے پاس سے اردو میں نغم تخلص فرماتے
تھے۔ آپ نے بتاریخ ۲۹ ذیقعد ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۵ء انتقال فرمایا اور
خواجہ میر درد صاحب کے پائین دایرہ سے باہر جانب جنوب دفن کئے گئے
مزار آپ کا ابتک نمایاں ہے نانا صاحب علاوہ علوم و فنون اور سلوک
فقر کے اور بہت سے کمالات رکھتے تھے چنانچہ نکل سازی میں شہر دہلی
کے اندر آپ یکتا گنے جاتے تھے لال قلعہ کے شاہزادہ اکثر اس فن میں
آپکے شاگرد تھے۔ جس طرح میر پنجہ کش صاحب مرحوم کی وصلی اشرفیوں کو
فروخت ہو جاتی تھی اسی طرح ان کی ہات کی نکل کی جوڑی دو دو سو
ڈھائی ڈھائی سو کو قدردان بادشاہزادے لیجاتے تھے میرے والد ماجد نے

بھی علاوہ اور کمالات کے اس فن کو بھی اپنے خسر سید امام الدین صاحب سے حاصل کیا تھا۔

تیرھواں جام

سیدی سندی والدی ماجدی حضرت میر محسن علیصاحب زیدی واسطی دہلوی محمدی وارث کمالات حضرت درد نور الله قبورہما

جب میری والدہ ماجدہ بی شمس النساء بیگم صاحبہ کی عمر بارہ سال کی ہوئی تو آپکے والدین کو انکی شادی کی فکر ہوئی مگر خاندان میں کوئی لڑکا نہ پایا گیا تو نانا صاحب نے اس بات کو نواب زین العابدین خانصاحب اور نواب شیر جنگ خانصاحب سے کہا یہ دونوں امیر اور رئیس اسی چیلوں کے کوچہ میں رہتے تھے اور شہر کے امرائے با توقیر میں شمار ہوتے تھے۔ خصوصًا نواب زین العابدین خانصاحب کیونکہ آپ خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے خواجہ ابو یوسف ہمدانی سالار سلسلہ نقشبندیہ ہیں اور آپکے خلیفہ حکیم سنائی جیسے صاحب کمال گزری ہیں نواب زین العابدین خانصاحب کے ملنے والے ایک سید میر عصمت علیصاحب سیٹھ ضلع بلند شہر کے رہنے والے تھے۔ نواب صاحب نے اونسے اسکا تذکرہ کیا کیونکہ میر صاحب بڑے رسا کار تھے اور انھیں میر صاحب کی معرفت میرے والد ماجد کی نسبت اس خاندان میں قرار پائی اور خانہ دامادی کی شرط کے سات میرے والد ماجد کی شادی میری والدہ صاحبہ محترمہ سے ہوگئی

میر امام الدین صاحب اور بی عمدہ بیگم صاحبہ اور اونکی والدہ بی امانی بیگم
صاحبہ خواجہ میر درد صاحب کی پوتی میرے والد ماجد کو اپنے دل خواہ داماد
پاکر بہت خوش ہوئیں اب یہاں ضرور ہے کہ فقیر ناصر نذیر کا اپنے والد ماجد
کے حسب و نسب کا مختصراً بیان کر دے کیونکہ مفصل حال تو فقیر فراق نے
اپنے بزرگون کا اپنی کتاب **دود مان فراق** میں لکھا ہے۔ واضح ہو
کہ سادات بلگرام سادات مارہرہ شریف سادات بارہہ سادات گلاوٹھی
ضلع بلند شہر سادات سینٹھ سید ابو الفرح واسطی کی اولاد ہیں ان سادات
نے اپنے اپنے عہد میں جو ترقی اور جو جاہ و حشم حاصل کئے ہیں وہ اظہر
من الشمس ہیں اور ہم سب کے نسب نامہ بالکل ایک اور سارے ہندوستان
میں خانہ بخانہ ملتے ہیں۔ سید ابو الفرح واسطی امام زید شہید بن امام زین العابدین
علیہما السلام کے فرزند ہیں آپ کے صاحبزادہ سلطان محمود غزنوی کے
عہد میں ہندوستان آئے اور بلگرام اور بارہہ تک پھیل کر بس گئے
میرے جد اعلیٰ کی جاگیر سکندر لودہی کے وقت میں قصبہ لونی سے گڈہ مکتیسر
تک تھی اور میرے اکثر اجداد منصب دار اور ہفت ہزاری اور پنج ہزاری
گزرے ہیں چنانچہ سید محمد صدیق نام جن سے مجھ تک چھٹی پشت ہے محمد شاہ
پیا کے عہد میں ہفت ہزاری منصب دار تھے اور اس کے بعد بھی میرے
دادا صاحب تک جاگیر اور دیہات باقی تھے جب سے مغلیہ کی سلطنت میں ضعف
آیا تھا اوسکے امیر امرا بھی پست ہوتے جاتے تھے ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں
اس جاگیر کا خاتمہ ہو لیا تھا مگر سندات اور فرامین شاہی موجود و محفوظ تھے
اور والد ماجد نے چاہا تھا کہ اسکا استغاثہ پریوی کونسل لندن میں کیا جاوے
اور اوسے واگذاشت کرایا جاوے چنانچہ مسٹر جورف فرانسیس وکیل نے بعد ایک

اقرارنامہ لکھوانے کے اون سندات اور فرامین کو لندن بھیجدیا تھا مگر قضا و قدر
اس کے خلاف تھی غدر ۱۸۵۷ء برپا ہوگیا مسٹر جوزف صاحب کو نالایق باغیون نے
بے گناہ قتل کیا اور وہ کاغذات بھی ولایت کے ولایت میں رہے مسٹر جوزف
چتلی قبر کے پاس رہتے تھے عوام الناس اونکی حویلی کو ابتک جورس صاحب کا
کمرہ کہتے ہیں۔ میرے والد ماجد جامع الکمالات تھے آپ نے اپنے والد ماجد سے
تحصیل تمام کی تھی اور حدیث میں کچھ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی
سے استفادہ کیا تھا کیونکہ اجدائی سکونت ہماری شہر دہلی میں حبش خان
کے پھاٹک کے پاس چتلی آتی تھی جب داماد بنکر خواجہ میر درد صاحب
کی اہلبیت میں شامل ہوئے تو سلوک محمدیہ نقشبندیہ کو اپنے خسر میر امام الدین
ناصری سے کما حقہ حاصل کیا اور مولانا شاہ احمد سعید صاحب اور شاہ
عبد الغنی صاحب نقشبندی مجددی سے جو میرزا جانجاناں صاحب
صاحب کی خانقاہ کے آفتاب ماہتاب تھے حاصل کیا خط نستعلیق کو اپنے
والد ماجد سے سیکھا وہ میر پنجہ کش صاحب رضوی کے شاگرد رشید تھے۔
مگر کچھ کچھ اصلاح اپنے والد ماجد کے اوستاد یعنی میر پنجہ کش صاحب سے
بھی لی اور چونکہ بارہ دری کے قریب نواب زین العابدین خانصاحب کے
دیوان خانہ میں آغا صاحب رہتے تھے کچھ اون سے بھی نستعلیق کی مشق کی۔ اخون صاحب
قندھاری بھی خطاطی کے اوستاد شمار ہوتے تھے فارسی شعر و سخن میں
اپنے والد ماجد کے شاگرد تھے اور اردو شاعری میں مومن خان صاحب سے
برسوں اصلاح لی خواجہ میر درد صاحب کے پاس ادب سے اپنا تخلص ملال کرتے تھے
غدر سے پہلے آپ نے دو دیوان (ایک اردو کا ایک فارسی کا) مرتب
کر لئے تھے جو غدر میں تلف ہوئے بعد غدر کے آپ نے پھر کبھی شعر نہیں کہا

اگر کوئی دوست شعر کہنے کے لئے تقاضہ کرتا تو فرماتے بھائی شعر وشاعری کا لطف
لال قلعہ اور شہر کی آبادی کے ساتھ گیا۔ کہاں جا کر غزل پڑھیں اور کسے
سنائیں۔ فقیر ناصر نذیر فراق نے حضرت سے چالیس برس سے زیادہ فیض حاصل کیا اور آپکی
کفش برداری کی اور الحمد للہ کہ آپ نے اپنے وصال سے پہلے تمام فیوض اور
کمالات جو حضرت کو اپنے خاندان اور حضرت خواجہ میر درد صاحب کے خاندان سے
پہونچے تھے برضا و رغبت مجھے عطا فرما گئے۔

فن موسیقی میں آپ کو دستگاہ تھی اور اس فن خاص میں آپ میر
ناصر احمد[1] بین کار کے شاگرد تھے اور چونکہ اوستاد کامل سے اس فن کو حاصل
کیا تھا اس لئے جب کسی گویہ قوال نے سامنے کچھ آپ مشق کرتے تو قوال

---

[1] ہمت خاں نام ایک گویہ دہلی کے حضرت شاہ محمد نصیر صاحب کے مرید تھے اونکے گھر میں اولاد
نہ ہوتی تھی پیر و مرشد سے بار بار عرض کرتے تھے کہ حضور اولاد کیواسطے دعا فرمائیں ایک دن آپ نے کہا
ہمت خاں تمہارے گھر میں ایک لڑکی پیدا ہوگی وہ لڑکی تم سید کو دیدینا میں نے آج شب کو تمہارے حق میں
دعا کی تھی اور عالم غیب سے یہ ایما ہوا ہے حضرت کی دعا کے بموجب ہمت خاں کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی اور
جب وہ لڑکی جوان ہوئی تو ہمت خاں نے اوسکا عقد میر جعفر علی نام ایک سیدزادہ سے کردیا قصبہ ڈاسنہ
ضلع بلندشہر کے رہنے والے تھے نو مہینہ کے بعد ہمت خاں کے ہاں نواسہ ہوا اور وہ نواسہ کو لیکر شاہ
محمد نصیر صاحب کی خدمت میں لائے اور فرمایا حضور اس بچہ کے لئے دعا کر دیجے اور اس کا نام بھی رکھ دیجے
آپ نے فوراً دعا کی اور فرمایا ہمت خاں تیرا یہ نواسہ بڑا نام آور ہوگا اور اس کی شہرت دور دور تک
ہوگی ہم نے اسکا نام ناصر احمد رکھدیا ہے۔ آپ کی دعا میاں ناصر احمد کو خوب پھلی ہمت خاں صاحب
کمال گویہ تھے انہوں نے علم موسیقی اپنے نواسہ کو کماحقہ سکھا دیا۔ خیال۔ دہرپد چترنگ اور چھ راگ
چھتیس راگنیاں میر ناصر احمد حلق سے بھی ادا کرتے تھے اور بین میں بھی بین کاری میں ہندوستان کے
پیشہ وروں میں ممتاز تھے وہ اپنے تئیں سید جانتے تھے اور دلی میں بڑے وقار سے رہتے تھے یا
حضرت ابوظفر بادشاہ دہلی کے سامنے بین بجاتے اور گاتے تھے یا اپنے پیر و مرشد خواجہ محمد نصیر صاحب کے
سامنے بارہ دری میں حاضر ہوکر۔ اور اگر کوئی امیر رئیس والی ملک باہر سے آکر چاہتا کہ میر ناصر احمد کو بلا
تو ہرگز مجرئی نہ کرتے۔ لال قلعہ کے اکثر شاہزادے انکے گھر پر آکر ستار سیکھتے تھے اور یہ دکھنیں برا بھلا کہتے تھے

اور گویہ سخت متحیر ہوتے اور کہتے آپ کو پیرون کی اولاد سمجھکر میر ناصر احمد صاحب نے
اس طرح یہ فن سکھایا کہ اگر کوئی پیشہ ور سیکھتا تو بس اس سے زیادہ نہ ہوتا افسوس
ہے کہ آپ نے یکم رجب سنہ ۱۳۱۳ ہجری کو رحلت فرمائی اور فقیر فراق نے یہ تاریخ کہی

قطعہ تاریخ

والدی ماجدی خجستہ سیر — میر محسن علی چون رحلت یافت
جان من سوختہ زنار الم — دل من داغ رنج و حسرت یافت
بخت بیدار داشت در دنیا — شرف و علم و مال و دولت یافت
خوش بیان خوش کلام و خوش تقریر — در ازل بہرہ فصاحت یافت
زیدی و واسطی و آل نبی — از علی مرتضی سیادت یافت
در طریقت کمال حاصل بود — در شریعت چو استقامت یافت

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ۔ اور وہ از راہ قدر دانی سنتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ خواجہ میر درد صاحب کی بارہ دری کے پاس آپکی مسجد کے عقب میں انکا مکان تھا۔ مہاراجہ کپورتھلہ جب دہلی میں تشریف لائے تو انہوں نے انہیں بلاکر سننا چاہا میر ناصر احمد صاحب نے صاف انکار کیا۔ مہاراج نے کہلا بھیجا نوکری کر دیگے انہوں نے کہا کر لونگا ڈھائی سو روپیہ ماہوار لونگا۔ مہاراجہ نے کہا دیا جائیگا چنانچہ مہاراجہ کپورتھلہ انہیں سات لے گئے اور ایسی قدر دانی فرمائی کہ تادم مرگ پھر وہانسے واپس نہ آئے اور وہاں میں انتقال کیا اب اونکی اولاد وہیں رہتی ہے اور اسوقت جو مہاراجہ بہادر کپورتھلہ کے والی ہیں اونکی اولاد کی دستگیری کرتے ہین۔ جالندھر کے مقام پر سنہ ۱۹ء میں میر ناصر احمد صاحب کے صاحبزادہ سے فراق کی اتفاقیہ ملاقات ہوگئی تھی بعض تذکرون مین اور نولکشور صاحب کے مطبع مین جو خواجہ میر درد صاحب کا دیوان چھپا ہے اوسکے خاتمہ مین بے تحقیق لکھدیا ہے کہ میر ناصر احمد خواجہ میر درد صاحب کے نواسہ ہین۔ اور انکی جگہ سجادہ نشین ہین یہ سخت غلطی ہے اور تذکرہ نویسون نے اسیطرح خواجہ صاحب کے حالات لکھنے میں اور ٹھوکرین کھائی ہیں اسواسطے فقیر فراق نے اس حاشیہ مین لکھدیا اور سمجھا دیا کہ میر ناصر احمد صاحب کو

بود تاریخ اولین زرجب　　چون ازین خاکدان خصت یافت

ہاتف غیب از فراق حزین

سال او گفت عیش و جنت یافت

ایک بار مین نے ایک درویش سے جنکا مین از بس معتقد تھا عرض کی
کہ آپ مجھے حضرت علی مرتضی کی زیارت کروا دیجے انہون نے کہا یہ کچھ بڑی بات
نہین ہے۔ دیکھ بچہ آج رات کو جب تیرا باپ ململ کی چادر سے اپنا منہ ڈھانک
کر سوئے تو۔ چپکے چپکے جاکر اوسکے منہ پر سے چادر ہٹا کر اوس کی صورت دیکھ لینا
بس تجھے علی کی زیارت ہو جائیگی مینے کہا واہ حضرت مین اپنے باپ کا منہ جاگتے
مین روز دیکھتا ہون سوتے مین دیکھون گا تو کیا ہوگا مجھے تو حضرت علی کی زیارت
کرائیے شاہ صاحب نے فرمایا بابا تیرے باپ کی صورت بالکل علی جیسی ہے وہ
تو نے نہین دیکھی ہے رات کو دیکھیگا تو معلوم ہو جائیگا مینے کہا بہتر ہے گرمی کا
موسم تھا حضور والد ماجد صحن چبوترہ پر عشا کی نماز پڑھ کر سو رہے تھے۔ اور
مچھرون کی وجہ سے ایک ململ کی چادر سے سراپا ڈھانک رکھا تھا مینے بہت
اطمینان کے سات آپکے چہرہ مبارک پر سے دوپٹہ کا کونا سرکایا اور مینے
اپنے والد ماجد کے چہرے کا وہ عالم دیکھا کہ مین حیران ہو گیا اور جب حیرت بڑھی
تو مینے ایک چیخ ماری اور لڑکھڑا کر زمین پر گرا اس چیخ سے والد ماجد کی اور جو
جو صحن مین سوتے تھے آنکھ کھل گئی۔ انہون نے آکر مجھے اوٹھایا مگر مینے
کسی سے یہ حال نہ کہا صبح اوٹھکر والد ماجد نے کہا میرے سات آؤ اور مردانہ
مکان مین لیجا کر اون شاہ صاحب سے کہا آپ نے اس بچہ کو کیون پریشان کیا
شاہ صاحب نے فرمایا سنو اس نے ہم سے کئی بار ایسا کہا تھا ہم نے جو بات
سچی سچی تھی وہ اس سے کہدی اگر آپ کو ناگوار ہوا ہے تو معاف کر دیجے

والد ماجد نے فرمایا آپکا گھر ہے جبتک جی چاہے رہیئے مگر آئندہ پھر کوئی اور سبق نہ پڑھیگا۔ شاہ صاحب جبتک ہمارے مکان پر مقیم رہے برابر یہی کہتے رہے بچہ اپنے باپ کا ادب بہت کیا کر تیرا باپ اصل سید ہے۔ یہ درویش چشتی سلیمانی اور پنجاب کے رہنے والے تھے اور چلتے پھرتے ہمارے ہاں آ گئے تھے۔ دیوان تو والد ماجد کے تلف ہو ہی گئے مگر غدر ۱۸۵۷ء کے بعد جو خطوط فارسی آپنے ضرورتاً لکھے تھے اونکے مسودہ میرے ہات آ گئے اور مینے ۱۸۹۱ء عیسوی مین اونکی ایک انشا تیار کرکے اوسکا نام **انشای بینظیر** رکھا وہ تبرک گھر مین موجود ہے اونکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے ارادت خان واضح کے پنج رقعہ دیکھ رہے ہیں آپنے اپنی وفات سے چند روز پہلے وصیت کی کہ خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب تمہارے نانا بڑے صاحب تنہ درویش گزرے ہیں انہون نے دنیا پر لات ماری تھی اور فقر کو بادشاہی شان پر رکھا تھا۔ ہمارے بعد تم اوس فقر کو دنیا کے بدلہ فروخت نکرنا اور دربدر یہ کہتے نہ پھرنا کہ ہم خواجہ میر درد صاحب کے نواسہ ہین تم ہمارے مرید ہو جاؤ اور نذرانہ لاؤ۔ البتہ اگر کوئی مخلص تم سے خواجہ صاحب کے فقر و سلوک کو تم سے پوچھے تو تم اوسے للہ بتا دینا اور کسی طرح دریغ نکرنا۔

میری والدہ صاحبہ کی ولادت ۱۳ صفر ۱۲۴۷ ہجری مطابق ۲۴ جولائی ۱۸۳۱ء دوشنبہ کے دن ہوئی آپنے اپنے والد ماجد خواجہ سید امام الدین ناصری سے خاندانی علوم پڑھے اور اپنی نانی بی اماں بیگم صاحبہ اور اپنی والدہ عمدہ بیگم صاحبہ سے خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب کے خاندانی اسرار ظاہری و باطنی حاصل فرمائے۔ آپ کی شادی رجب ۱۲۶۷ ہجری مطابق مئی ۱۸۵۱ء کو میرے والد بزرگوار سے ہوئی اور ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۲۶۸ مطابق

۱۴- اپریل ۱۸۵۲ء روز چہارشنبہ میرے بڑے بھائی خواجہ سید ناصر سلطان عرف سید محمد امیر صاحب پیدا ہوئے پھر ۳- ربیع الاول ۱۲۷۰ھ ہجری مطابق ۵ دسمبر ۱۸۵۳ء کو میری بہن قمر النساء بیگم صاحبہ پیدا ہوئیں پھر ۵- شعبان ۱۲۷۳ھ ہجری مطابق یکم اپریل ۱۸۵۷ء روز چہارشنبہ میری دوسری بہن منوّر النساء بیگم پیدا ہوئیں پھر ۱۵ شوال ۱۲۷۸ھ ہجری مطابق ۱۵- اپریل ۱۸۶۲ء سہ شنبہ میری تیسری بہن اشرف النساء بیگم صاحبہ پیدا ہوئین پھر ۳- ربیع الاول ۱۲۸۲ھ ہجری روز چہارشنبہ مطابق ۱۶- اگست ۱۸۶۵ء فقیر حقیر ناچیز ناصر نذیر فراق دہلوی مؤلف میخانہ درد پیدا ہوا- پھر ۶ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ ہجری مطابق

میری چھوٹی بہن مشرف النساء بیگم پیدا ہوئیں- میری اکا بھائی خواجہ سید ناصر سلطان عرف سید محمد امیر صاحب نے چشتیہ- نظامیہ سلیمانیہ طریقہ میں بیعت کر کے سخت مجاہدہ کیا اور کمال حاصل کیا اون کے بعد مجھ فقیر فراق کو بھی چشتیہ- نظامیہ- سلیمانیہ کی طرف رغبت پیدا ہوئی اور اپنے پیر دستگیر فلک رخش حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی سجادہ نشین خواجہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہما سے بیعت کی اور تونسہ مقدسہ میں حاضر باشی کی سعادت بھی حاصل کی بھائیصاحب قبلہ نے بتاریخ ۲- صفر ۱۳۲۴ھ انتقال فرمایا- میری بڑی بہن کی شادی سید امراؤ علیصاحب ساکن سینٹھ ضلع بلند شہر سے ہوئی جو ذات کے صحیح النسب سید زیدی واسطی تھے ان بہن کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہے ان پانچون بھانجون میں سید محمد علی مضطر تخلص کو فن شعر سے خاص مناسبت ہے اور صاحب دیوان شاعر اور میرا شاگرد ہے- منجھلی بہن منور النساء بیگم صاحبہ شادی کے ۹ ماہ بعد ۱۷- رمضان ۱۲۹۳ھ ہجری کو انتقال کر گئیں اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی اون سے چھوٹی بہن اشرف النساء[1] بیگم صاحبہ بقید حیات ہیں شرافت حسین اور

[1] ان کی شادی پھوپی زاد بھائی سے ہوئی جنکا نام سید محمد حسن صاحب ہے حضرت سید آدم بنوری کی اولاد میں ہیں جو حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اول تھے

لیاقت حسین نام دو لڑکے اور دو لڑکیان اونکی ماشاء اللہ اسوقت تک خوش و
خورم ہین۔ سب سے چھوٹی بہن مشرف النساء بیگم بھی بفضل الٰہی زندہ اور موجود ہین
اونکے شوہر مولوی عبد المجید صاحب ساکن قصبہ گھٹاولی ضلع بلند شہر کے سندی سید ہین
ان بہن کے دو لڑکے اور دو لڑکیان ہین فقیر ناصر نذیر کا ایک نکاح ۲۴ محرم ۱۳۰۳ ہجری
مطابق دوسری نومبر ۱۸۸۵ء روز دوشنبہ میر واحد علی صاحب وکیل کی صاحبزادی
حمیدہ بیگم سے ہوا جو ۲۵ ربیع الاول ۱۳۰۴ ہجری مطابق ۲۲ دسمبر ۱۸۸۶ء روز چہارشنبہ
شہر آگرہ میں فوت ہو کر وہین مدفون ہوئیں پھر میرا دوسرا نکاح ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ
مطابق ۲۳ جولائی ۱۸۹۱ء کو مسماۃ عباسی بیگم صاحبہ بنت میر ظریف صاحب برادر
میر عرب صاحب سے ہوی یہ دونون بھائی شرافت و نجابت اور وضعداری میں دہلی
کے مشہور حضرات سے تھے عباسی بیگم صاحبہ کے بطن سے فقیر خانہ ہین وقتاً فوقتاً
بارہ بچہ پیدا ہوے جن ہین سے دو لڑکیان اور ایک لڑکا مولوی سید ناصر خلیق زندہ
ہین سلمہم اللہ تعالےٰ بڑی لڑکی کا عقد قاضی منظر الحق سب انسپکٹر پولیس ساکن مہم ضلع
رہتک سے ہوا قاضی منظر الحق صدیقی ہین اور اونکا حسب و نسب مشہور و معروف ہے
شاہ محمد رمضان مہمی سے (جو انکے بڑے تھے) زمانہ واقف ہے۔ بڑی لڑکی کا نام
امۃ الناصر عرف فرخ جہاں بیگم ہے دوسری لڑکی میری میرے بھتیجہ سے منسوب ہے
جسکا نام سید صاحب میر ہے اس لڑکی کے دو بچہ ہین ایک کا نام سید ناصر جان ہے
اور دوسرے کا نام رئیس الناصر ہے دوسری لڑکی کا نام ناصرہ بیگم عرف نیّر جہان بیگم
ہے برخوردار سید ناصر خلیق سلمہ ربہ کی شادی میر افضل علی میرے چچا زاد بھائی کی
دختر نیک اختر سے ہو گئی ہے جسکا نام صفیہ بیگم ہے۔ برخوردار ناصر خلیق کو خدا نے
صاحب اولاد بھی کر دیا ہے۔ ایک لڑکی شیر خوار ہے جسکا نام شمس الناصر بیگم رکھا
ہے۔ میرے دوسرے بھتیجہ کا نام سید ناصر منیر ہے۔ سید ناصر منیر میرا بھتیجہ منشی

خوشنویس اور ہر طرح ذی لیاقت ہے۔ افسوس ہے کہ میرا تیسرا بھتیجہ سید ناصر محمود حسن عین شباب میں فاضل اکمل ہو کر بعارضہ دق مبتلا ہو کر داغ جدائی دے گیا یہ میرے نقش قدم پر چلتا تھا مگر عمر نے وفا نہ کی۔ بھائی صاحب کی دو لڑکیاں زندہ اور صاحب اولاد ہیں۔

نسب نامہ حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلوی مؤلف میخانہ درد

سید ناصر خلیق	بن سید ناصر نذیر فراق	بن سید محسن علی	بن سید فیاض علی	بن سید الٰہی بخش	بن سید ید اللہ	بن سید محمد صدیق منصب دار	بن سید فتح الدین	بن سید محمد باقر	بن سید مداری
بن سید اکبر	بن سید مبارک	بن سید حسام الدین	بن سید عبد اللہ	بن سید فتح اللہ	بن سید کمال الدین	بن سید احمد	بن سید علاؤ الدین	بن سید شمس الدین	بن سید تاج الدین
بن سید حسین	بن سید ویس	بن سید فرید	بن سید علاؤ الدین	بن سید عوض	بن سید ابوالفتح واسطی	بن سید داؤد لاڈلے	بن سید حسین بزرگ	بن سید یحییٰ بزرگ	بن سید زید
بن سید عمر بزرگ	بن سید زید بزرگ	بن سید علی	بن سید حسین	بن سید علی بزرگ	بن سید محمد	بن سید عیسےٰ	بن سید زید شہید علیہ السلام	بن سید زین العابدین	بن سید امام حسین شہید کربلا
بن سید علی مرتضیٰ علیہ السلام	بن خواجہ ابوطالب	بن عبد المطلب	بن ہاشم	بن عبد مناف	بن قصی	بن کلاب	بن مرہ	بن کعب	بن لوی
بن غالب	بن فہر	بن مالک	بن نضر	بن کنانہ	بن خزیمہ	بن مدرکہ	بن الیاس	بن منصر	بن نزار
بن معد	بن عدنان بن آدد	بن آدد	بن الیسع	بن ملت بن ثابت	بن سلیمان	بن حمل حمل بن قیدار	بن اسمٰعیل	بن ابراہیم علیہ السلام	بن آذر
بن تارخ	بن ناحور	بن سروغ	بن ارغو	بن قالغ	بن عابر	بن تالخ متاشلخ	بن ارفخشد	بن سام	بن نوح
بن مالک	بن منوشیخ	بن ادریس	بن برد	بن مہلیل مہلائیل	بن قینان	بن انوش	بن حضرت شیث علیہ السلام	بن ابوالبشر آدم علیہ السلام	

جز عہ

خواجہ میر درد صاحب کا سلسلہ درویشی

ھوالناصر۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علے رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد فھذہ السلسلتی من مشائخی فی الطریقہ المحمدیہ النقشبندیہ رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعلمین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمت خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویوسف ھمدانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ جہان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

الٰهی بحرمت حضرت خواجه عزیزان علی رامیتنی رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت خواجه محمد بابا سماسی رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت سید امیر کلال رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت خواجه خواجگان پیر پیران حضرت خواجه سید بهاؤ الدین نقشبند بخاری رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت خواجه علاؤ الدین عطار رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت خواجه عبید الله احرار رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت خواجه مولانا محمد زاهد رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت خواجه محمد درویش رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت خواجه امکنکی رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت خواجه محمد باقی رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرهندی رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت عروة الوثقی حضرت خواجه محمد معصوم رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت خواجه حجة الله نقشبند ثانی رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت خواجه محمد زبیر رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت امیر المحمدئین امام الناصر خواجه محمد ناصر صاحب رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت فرید الفرد حضرت خواجه میر درد معروف به نور الناصر رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت ظهور الناصر معروف به خواجه میر اثر رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت خواجه ضیاء الناصر مشهور به حضرت صاحب میر الم تخلص درد رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت خواجه محمد نصیر متخلص به رنج رحمة الله علیه
الٰهی بحرمت حضرت خواجه محمد ناصر جان متخلص به محزون رحمة الله علیه

الٰهی بحرمت حضرت خواجہ مولوی سید امام الدین ناصری متخلص بہ غم رحمۃ اللہ علیہ
الٰهی بحرمت حضرت خواجہ سید محسن علی متخلص بہ ملال رحمۃ اللہ علیہ
الٰهی بہ کربت و غربت خاکسار دردمندان فقیر حقیر ناصر نذیر فراق عاقبت
جملہ بادہ نوشان میخانہ درد۔
بخیر گردان آمین آمین ثم آمین

چودوان جام

حضرت خواجہ میر درد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ یا باغیچی شریف

جب خواجہ میر درد صاحب اور آپکے والد بزرگوار بربدہ کے نالہ سے شاہجہان آباد مین آ کر رہے تو مہر پرور بیگم نے ایک قطعہ زمین کا ترکمان دروازہ کے باہر سڑک سے ملا ہوا مدفن کے لئے نذر کیا اوسمین خواجہ محمد ناصر صاحب کے ہی عہد میں ایک عیدگاہ بنائی گئی اور قبرستان کے لئے ایک حصہ زمین کا خاص کر کے ساری زمین کو چمن اور گلستان بنا دیا گیا جس مین امرود۔ انار۔ گولر۔ کھرنیون کے قطعہ تھے ترکاری بھی پیدا ہوتی تھی پھلواڑ بھی رنگا رنگ تھی خواجہ محمد ناصر صاحب مع اپنے عزیزون اور دوستون اور مریدون کے اپنی عیدگاہ میں جا کر عیدین کی نماز ادا کرتے تھے گورستان کے لئے حصہ الگ الگ کر کے عام اجازت دیدی تھی کہ جس مسلمان کا جی چاہے اپنا مردہ اس میں دفن کرے باغیچی کی بہار ایک سو برس تک بدستور ترقی پر تھی ایک تہ خانہ بھی مختصر سا اسمین بنوا دیا گیا تھا تاکہ طالب خدا اوس میں بیٹھ کر چلہ کشی کرین اوس تہ خانہ کے اوپر ایک عمارت بھی بنائی گئی تھی جسے بارہ دری کہتے تھے اور اوس بارہ دری میں بیٹھ کر ہر جمعرات کو نیاز فاتحہ کیجاتی تھی

اور سینکڑون آدمی حاضر ہوتے تھے۔ خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب وغیرہ حضرات ایک گول چاردیواری کے اندر مدفون ہین مگر اس گول دایرے کے چارون طرف بہت سے حظیرے بنے ہوئے تھے اور اون مین خواجہ میر درد صاحب کے پیر بھائی اور خلفاء آپکے دفن تھے اون حظیرون کی دیوارون مین روشنی کے لئے طاق تھے دیوارین شاہجہانی اینٹ کی استوار بنی ہوئی تھین مگر اس چرخ زنگاری کو بزرگون کے سات خدا جانے کیا بیر ہے کہ اوس باغیچہ کو ویران کر دیا حظیرہ کھود ڈالے وہ اشجار سایہ دار تناور و تنومند جو خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب وغیرہ کے مزارون پر نورانی ملایکہ کی طرح اپنی شاخون کے زمردین پر پھیلائے سایہ افگن تھے سب کلہاڑیوں اور آرون کے تیز دندانون سے کٹ کر کام آئے گویا خواجہ میر درد صاحب نے اپنی بارہ دری اور باغیچے اور عبادت خانہ کی تباہی کے لئے ہی یہ شعر موزون فرمایا تھا۔

گزرون ہون جس خرابہ پہ کہتے ہیں وانکے لوگ
ہے کوئی دن کی بات یہ گھر تھا وہ باغ تھا

چونکہ بڑی بڑی چاردیواریان حظیرون کی جن سے خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب وغیرہ حضرات کا مدفن محفوظ تھا وہ نہ رہین تو پھر حضرات کے مزارات کی بے ادبی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ گدہے گھوڑے بیل بکریان گائے بھینس اور بعض اوقات کتے بھی مزارون پر چڑھ آتے ہیں گندگی کر جاتے ہین اور حظیرون کے ڈھا دینے سے سینکڑون خاندانی مزارات اور متعدد خلفاء اور اولیاء و صلحا کے مزارات لوٹ پھوٹ کر ہموار ہوگئے اور اون پر انسان و حیوان چلتے پھرتے ہیں۔ فقیر فراق دیکھتا ہے اور کانپتا ہے مگر مردے از غیب برون آید و کاری بکند نواب فیض احمد خانصاحب بن نواب نجف خانصاحب

دہلوی جاگیردار کرنال کے دل میں خدا نے اس آستانہ کا درد ڈالدیا اور آپ خواجہ میردرد صاحب کی درگاہ سدہارنے کے لئے فرشتہ غیبی بنکر کھڑے ہو گئے اور میاں ابوالحسن صاحب سے اسکا تذکرہ آیا یہ کریم الصفات بھی اس کارخیر کے لئے کمربستہ ہو گئے اور ان حضرات نے زرکثیر صرف کرکے اس درگاہ میں عیدگاہ کو چھت دار مسجد بنادیا چھت میں لوہے کے گرڈرون پر لداؤ ہے پتھر کا چونکہ یہ درگاہ درختون کے کاٹ ڈالنے سے چٹیل میدان ہو گئی تھی اسلئے زائرون کو نہ دہوپ کی پناہ تھی نہ بارش کی اب بہت اطمینان سے اوس مسجد میں زائر ٹھیر سکتے ہیں اور یہ تعمیر سال گذشتہ ۱۹۲۲ء میں ہوئی ہے۔ فقیر **نواب فیض احمد خانصاحب** جنت کو تو جانتا ہے اور وہ اس ناکارہ فراق پر بزرگانہ شفقت مبذول فرماتے ہین مگر **میان ابوالحسن صاحب** کی زیارت نہین ہوئی ہے۔ مژدہ ہے ان دونون حضرات کو جنہون نے یہ مسجد بنائی اور بنوائی۔ انشاءاللہ دارین مین اسکا اجر پائینگے اور خواجگان محمدیہ خالص کی ارواح طیبہ ان سے خوش ہونگی۔

ضمیمہ

خاتمہ میخانہ درد

یہ تذکرہ فقیر ناصر نذیر نے ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء کو مکمل کرکے اپنے والدین محترمین کو سنا دیا تھا اور حضرات نے جو اصلاح دی تھی اوسکے موافق اسے درست کرلیا تھا مگر اسکے بعد مخدومی و محترمی ڈپٹی مظفر احمد خانصاحب فضلی جہی نے جو حضرت شاہ محمد رمضان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد میں سے ہیں اور جو حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی کے مرید خاص الخاص ہیں اور عجیب و غریب کتب خانہ رکھتے ہیں اور عرصہ دراز سے شہر دہلی محلہ سبزمنڈی میں قیام فرماتے ہیں میرے حال زار پر کرم فرمایا اور اپنے کتب خانہ سے مجھے مدد دی اس لئے میخانہ درد کی درستی میں اونکی خاص اعانت ہے اگرچہ میں جناب فضلی صاحب کی اس مہربانی کا تہ دل سے شکرگزار ہون مگر میں یہ بھی کہہ سکتا ہون کہ چونکہ مولانا فضل الرحمن صاحب کے مرشد شاہ آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر صحبت خواجہ میر درد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور شاہ آفاق صاحب نے خواجہ میر درد صاحب سے سلوک نقشبندیہ کی تکمیل کی ہے اسلئے جو کچھ ڈپٹی صاحب نے اس تذکرہ کی ترتیب میں مدد دی ہے اونھیں اپنے پیران عظام کا پاس و لحاظ بھی ضرور تھا میری دعا ہے کہ ڈپٹی صاحب مع اپنی آل و اولاد کے شاد و شادکام رہیں جیتے اگرچہ یہ تذکرہ لکھدیا ہے مگر اسکے لکھنے سے مجھے کچھ اپنی بزرگی اور اپنی نمود مراد نہیں ہے میں اس خاندان میں ایک ناچیز ذرہ ہون نہ عالم ہوں نہ فاضل ہون نہ منشی ہوں نہ ادیب نہ مورخ ہوں

نہ شاعر البتہ خواجگان محمدیہ کے سات خلوص رکھتا ہون اسلئے مین اپنے جد مادری
حضرت خواجہ محمد ناصر صاحب اور خواجہ میر درد صاحب
کی ارواح پاک سے عرض کرتا ہون کہ جو کچھ اغلاط اور خطائیں میخانہ درد میں میرے
قلم سے سرزد ہوئی ہیں اونھیں حضور معاف فرمائیں اور جب فراق کو موت کی
ہچکی لگے جب وہ دم توڑ رہا ہو تو اپنے اس نواسہ کی مدد کو تشریف لے آئیگا
آپ پر راز منکشف ہے کہ مینے کس لئے چشتیہ نظامیہ طریقہ میں بیعت حاصل کی ہے
مینے آپ کو خواجہ معین الدین چشتی کے لباس میں پایا ہے میں آپ کو اور خواجہ
اجمیر کو ایک جانتا ہوں اور اسلئے یہ شعر مثنوی شریف کے پڑھا کرتا ہوں ؎

یک مبین ویک بدان ویک بخوان
خواجہ را در خواجہ خود محو دان
در جدا بینی زخواجہ خواجہ را
گم کنی ہم متن وہم دیباچہ را

آپ اور خواجہ معین الدین ظاہراً باطناً بالکل ایک ہیں ایک نور
ایک ظہور تم دونون کے باپ مولی علی تم دونوں کی مان فاطمہ تم دونوں کے
نانا محمد الرسول اللہ میرا آخری سلام لو اور تم دونون میرے
دونون ہات تھام لو صلو علیہ وآلہ۔

تمت

هُوَ النّاصِر

قطعہ تاریخ طبع میخانہ درد از فقیر ناصر نذیر فراق مؤلف

تاریخ طباعت می جستم از شوق و تکلف مے گفتم
ایں نسخہ بسان سنبل و ریحان غیرت وردم طبع شدہ
خود روح جناب خواجہ گفتہ پاس ادب مگذار فراق
از جانب من تسطیر بکن۔ میخانہ دردم طبع شدہ
۱۳۴۴

قطعہ تاریخ طبع میخانہ درد از شاعر خوش اختر میر محمد علی مضطر

محمد ناصر و درد و اثر وہ اہل دل گزرے — زمانہ جنکا شیدا ہے زمانہ جنکا قایل
وہ فاضل تھے وہ کامل تھے وہ شاعر تھے وہ ناثر تھے — نہ مانے جو اونھیں استاد وہ اک شخص جاہل
اب اونکے جانشین نے تذکرہ اک اونکا لکھا ہے — جوان اپنے بڑوں کے وصف در جوہر میں شامل
فراق اوسکا تخلص نام ہے ناصر نذیر اوسکا — وہ سید ہے وہ خواجہ ہے وہ مرشد ہے وہ قا...
رقم اس تذکرہ میں خاندان درد ہے یکسر — مرقع ہے فقیروں کا مشایخ کی یہ محفل
مضامین اسکے اندر سب عجائب ہیں غرائب ہیں — جو لیلائے حقیقت ہے یہ بیشک اوسکی محمل

تردد اس کی جب تاریخ کا مجکو ہوا مضطر
ندا آئی فلک سے (واہ یہ تاریخ کامل ہے)
۱۳۴۴ھ